دنیا بھر میں بچوں کا سب سے مقبول اُردو میگزین

معیار، مقصدیت اور مقبولیت کے 27 شاندار سال

بانی: مجید نظامی مرحوم چیف ایڈیٹر: رمیزہ مجید نظامی

ہر عمر کے بچوں کیلئے

ماہنامہ پھول لاہور

ایڈیٹر: محمد شعیب مرزا

ستمبر 2018ء

''یوم دفاع نمبر''

PakiBooks.Site

اشاعت کا 336 واں مہینہ

نوائے وقت

وطن کی حفاظت کریں گے ہم

- معروف ادیبوں کی دلچسپ کہانیاں اور نظمیں
- رنگا رنگ سلسلے اور انعامات کی برسات

قیمت صرف 25 روپے

ہر عمر کے بچوں کیلئے

ماہنامہ پھول لاہور

بانی: مجید نظامی مرحوم

چیف ایڈیٹر: رمیزہ مجید نظامی

ایڈیٹر: محمد شعیب مرزا

ستمبر 2018ء

میرا نام . . . . . ہے

اور یہ میرا پیارا پھول ہے

اسے پڑھنے سے پہلے مجھے ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ

- نماز کی ادائیگی میں دیر نہ ہو رہی ہو۔
- آج کا ہوم ورک مکمل ہو گیا ہو۔
- ابو امی نے جو کام کہے تھے وہ کر لئے ہوں

ماہنامہ ''پھول'' میں شائع ہونے والی تمام تحریروں کے حقوق محفوظ ہیں۔ کوئی تحریر پیشگی تحریری اجازت لئے بغیر کسی رسالے یا کتاب میں شائع نہیں کی جا سکتی۔

پھول کی ادا سب سے جدا

نوٹ: نوائے وقت گروپ ماہنامہ ''پھول'' میں شائع ہونے والے اشتہارات کے غیر حقیقی ہونے کا ذمہ دار نہیں ہے۔

سب ایڈیٹر: تہذین طاہر

ڈیزائنر: سدرہ امبرین یونس

آرٹ ایڈیٹر... شعیب قادر

سرورق

وطن کی حفاظت کریں گے ہم۔ بلال جاوید، ہشام جمشید۔ لاہور

پھول رنگ

☆	حمد، نعت، کرنیں	محمد صالح	8
☆	اداریہ	.....	9
☆	برجی حسینہ	عائشہ صدیقہ	10
☆	7 ستمبر تاریخی دن	ماریہ بخاری	11
☆	اے بنت اسلام	حمزہ رحمن	11
☆	خدا نیت دیکھتا ہے	پرویز شہریار	12
☆	ترکی، امریکہ، ہم کیا کریں؟	مدثر مرزا	13
☆	بے حد شکریہ	نذیر انبالوی	14
☆	پھول و خائف	.....	16
☆	ستمبر کے واقعات	چودھری اسد اللہ	17
☆	عقلمند بکری	ڈونیرا بخاری	18
☆	خواہش	محمد علی اکبر	19
☆	سردار عبدالرب نشتر	رقیہ حافظ	20
☆	اخلاق کی قید	سبیح اللہ	20
☆	دشمن ہوا باز	نور العین	21
☆	آٹو گراف	.....	23
☆	کہکشاں	فرح اکرم	24
☆	یوم دفاع	محمد سجاد کھوکھر	26
☆	نظمیں	محمد شریف، رشید آفرین، محمد رفیق، آصف شہزاد	27
☆	بہادری ایک عزم	ڈاکٹر شیما رہانی	28
☆	نظریاتی دفاع	مدیحہ ادریس	30
☆	ہونہار طلبا	.....	31
☆	سائنس کی دنیا	ساجد انور ملک	32
☆	نظمیں	اسد اللہ، خواجہ اصغر، عاصم بخاری، عبدالخالق، طیبہ وحید	33
☆	کامیاب حکمت عملی	سلمیٰ صوفی	34
☆	سربراہان پاک افواج	محمد شعیب مرزا	36
☆	جنگ ستمبر	عاطف فاروق	37
☆	آم کی باتیں	ڈاکٹر تنویر سرور	40
☆	فضاؤں کے شہسوار	سید نعیم الدین	41
☆	خوشیاں ادھوری	کرن جاوید	41
☆	پھول انسائیکلوپیڈیا	محمد فرحان اشرف	42
☆	میں بھی پکارا جاؤں	سیدہ نرجس فاطمہ	43
☆	آرٹ گیلری	.....	45
☆	مسکراہٹیں	سحر ضیاء	46
☆	کوپن	.....	48
☆	صفحہ بتایئے	تہذین طاہر	49
☆	این سی اے خطاطی	خورشید گوہر قلم	50
☆	پھول فورم	.....	51
☆	پھول کتاب گھر	مدثر مرزا	52
☆	ماحولیاتی آلودگی	ڈاکٹر فوزیہ سعید	54
☆	دوسری دھرتی کے مہمان	تسنیم جعفری	55
☆	لال حسین شہید	نعمان گلزار	57
☆	یوم دفاع	محمد توثیق	57
☆	کٹے پھٹے خطوط	.....	58
☆	نرالے ہیں انداز	.....	62
☆	پھول اخبار	.....	64
☆	خاص تحفہ	وقاص اسلم	66
☆	قطعہ کاریاں	ظفر علی راجا	67
☆	کام کی باتیں	حمزہ جان	67
☆	دیا جلتا رہے	تنزیلہ یوسف	68
☆	وائرڈ پلومبی	محمد شعیب مرزا	69
☆	زبردست جملہ	.....	70

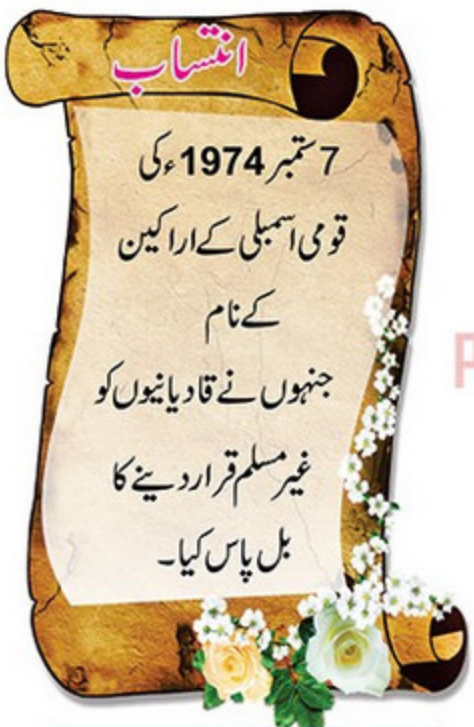

''پھول'' نے رسائل کی دنیا میں نئی روایت کا آغاز کیا ہے۔ ہر ماہ کی سے ''پھول'' کا انتساب مختلف اہم شخصیات کے نام کیا جاتا ہے پنے قومی محسنوں کو خراج عقیدت پیش کیا جا سکے۔

PakiBooks.Site

http//www.phool.com.pk
shoaibmirza.phool@gmail.com

23۔ کونکز روڈ، لاہور۔ پاکستان: فون نمبر: UAN:111-123-540 36307141-4

فیکس: 36367616-36367583 EXT-347-206 ایڈیٹر۔ 36314099 EXT-208

پاکستان میں بذریعہ رجسٹری
سالانہ خریداری۔/1020 روپے
ششماہی۔/510 روپے

قیمت شمارہ صرف: 25 روپے
بائی ایئر یورپ۔ ایشیا۔ مڈل ایسٹ
سالانہ۔/5940 روپے/ 56 ڈالر

انڈونیشیا
سالانہ۔/5076 روپے/ 48 ڈالر
امریکہ۔ آسٹریلیا۔ کینیڈا۔ نیوزی لینڈ
سالانہ۔/6000 روپے/ 57 ڈالر

برائے معلومات سالانہ خریداری
سرکولیشن منیجر گروپ 042-36367573
email: n.w.circulation@gmail.com

چیف ایڈیٹر، پرنٹر اینڈ پبلشر رمیزہ مجید نظامی نے ندائے ملت پریس سے چھپوا کر دفتر روزنامہ نوائے وقت لاہور سے شائع کیا

حمدِ باری تعالیٰ

کہہ رہی ہے راز وحدت کی کہانی بوند بوند
ہے زمان مدحت بحر معانی بوند بوند
سینۂ سنگ گراں میں ہے کشائش رزق کی
سیپ میں بنتی ہے گوہر کی جوانی بوند بوند
ایک اک ذرے میں نور لم یزل کی ہے جھلک
حسن خلاق جہاں کی ہے نشانی بوند بوند
ذرہ کمتر کو بخشا تو نے صحرا کا فروغ
تجھ سے پاتی ہے تب و تاب روانی بوند بوند
جلوہ گر پیشانیٔ گل پر ہیں شبنم کے گہر
کر رہی ہے نور حق کی ترجمانی بوند بوند
معتبر یہ کارگاہ حکمت بے مثل ہے
خاک سے اٹھ کر برس جاتا ہے پانی بوند بوند

معتبر شاہجہان پوری

نعتِ رسول مقبولؐ

گلیوں بازاروں میں چلتے لطف عمیم کو دیکھا تھا
تمھیں خوش قسمت جن آنکھوں نے خلق عظیم کو دیکھا تھا
مثل نہیں وہ جب کسی شے کی کون اسے پھر دیکھ سکے
البتہ اس کے مظہر کو مرد کریم کو دیکھا تھا
حسن ازل کا روشن جلوہ احمدؐ میں تجسیم ہوا
لفظ اللہ کے "الف" کو پایا حمد کی "میم" کو دیکھا تھا
رحمت نے ایستادہ ہو کر اس کا استقبال کیا
قریۂ بطحا نے دختر کی اس تعظیم کو دیکھا تھا
حرکت میں انگشت آئی وہ چرخ سے دھرتی پر آیا
شہر مدینہ تو نے خود ہی ماہ دو نیم کو دیکھا تھا
ٹکرایا تھا باطل اس سے کانچ کی صورت بکھر گیا
حق پر تھا وہ آہن جیسا عزم صمیم کو دیکھا تھا
ناز ہمیں گلزار ہے اُن پر تھے وہ نعت نگار نبیؐ کے
ہم نے بھی خالد احمد کو اور ندیم کو دیکھا تھا

گلزار بخاری۔ لاہور

PakiBooks.Site

امین الامت

امیر المومنین حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ شام کے دورے پر تشریف لے گئے، عوام وخواص نے آپ کا استقبال کیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: میرا بھائی کہاں ہے؟ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ انھوں نے فرمایا: امین الامت ابوعبیدہ ابن الجراح (رضی اللہ عنہ)۔ لوگوں نے کہا: وہ ابھی آپ کے پاس آجائیں گے، کچھ ہی دیر بعد حضرت ابوعبیدہؓ بھی وہاں پہنچ گئے۔ حضرت عمرؓ نے سواری سے نیچے اتر کر انھیں گلے لگا لیا، پھر ان کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ گھر میں ایک تلوار، ایک ڈھال اور ایک کجاوہ موجود ہے۔ کجاوے کی چادر بستر کے طور پر بھی استعمال ہوتی ہے اور جس تھیلے میں گھوڑے کا دانہ رکھا جاتا ہے وہی تھیلا بوقت ضرورت تکیہ بنا لیا جاتا ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا: اے ابو عبیدہ! آپ کے ساتھیوں نے مکان بنا لیے ہیں اور ان میں سامان بھی ڈال لیا ہے۔ آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ انہوں نے عرض کیا: اے امیر المومنینؓ! قبر تک پہنچنے کے لیے یہ سامان بھی کافی ہے۔

کرنیں

محمد صالح

امین الامت ابوعبیدہ ابن الجراح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت ہی جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ یعنی وہ صحابہ کرامؓ جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت عطا فرمائی۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ بیان کرتے ہیں کہ نجران کے کچھ لوگ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: ہمارے ہاں کوئی امین آدمی بھیج دیجئے یعنی ایسا آدمی جو ہمارے جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں ضرور تمہاری طرف ایسا امین انسان بھیجوں گا جو واقعی امین ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار اسی طرح فرمایا: جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر صحابہ کرامؓ کو بڑا اشتیاق ہوا کہ آپ کسے منتخب فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ ابن جراحؓ کو منتخب فرمایا۔ (بخاری شریف)

امیر المومنین حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ جب شدید زخمی ہو گئے اور یہ سوال پیدا ہوا کہ آپؓ کے بعد کون خلیفہ بنے گا۔ تو حضرت فاروق اعظمؓ نے ارشاد فرمایا: اگر ابوعبیدہ ابن جراح آج زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بناتا۔ میرا رب ان کے بارے میں مجھ سے پوچھتا تو میں عرض کرتا، اے پاک پروردگار! میں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ابوعبیدہؓ اس امت کے امین ہیں۔ (ابن سعد)

ایک دن حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کوئی تمنا کرو، ایک شخص نے کہا: میری خواہش ہے کہ یہ دنیا سونے سے بھری ہو اور میں اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں۔ آپؓ نے فرمایا: پھر تمنا کرو، دوسرے نے کہا: میری خواہش ہے کہ یہ دنیا جواہرات سے معمور ہو اور میں اسے راہ للہ دے دوں۔ آپؓ نے فرمایا: پھر تمنا کرو، انھوں نے کہا: اے امیر المومنینؓ! ہمیں نہیں معلوم کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا: میری تمنا تو یہ ہے کہ کاش یہ دنیا ابوعبیدہ ابن جراحؓ جیسے انسانوں سے بھری ہو۔

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع
جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اداریہ

سکول میں سالانہ تقریب تقسیم انعامات جاری تھی۔ بچوں کی بڑی تعداد تقریب میں موجود تھی۔ لیکن ان میں سے چند بچے تھے جنہوں نے پوزیشنیں حاصل کی تھیں۔ ان بچوں کو سٹیج پر بلا کر میڈل، شیلڈز اور انعامات دیئے جا رہے تھے۔ باقی بچے تالیاں بجا رہے تھے۔ سٹیڈیم تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ٹورنامنٹ میں بہت سے کھلاڑیوں نے حصہ لیا تھا لیکن وکٹری سٹینڈ پر صرف تین کھلاڑی کھڑے تھے۔ ان کو میڈل پہنائے گئے تو پورا سٹیڈیم تالیوں سے گونج اٹھا۔ ٹورنامنٹ میں حصہ لینے والے دیگر کھلاڑی بھی تالیاں بجانے میں مصروف تھے۔ اسمبلی میں حلف برداری کی تقریب ہو رہی تھی۔ حلف مکمل ہوا تو اسمبلی میں موجود تمام ممبران نے ڈیسک بجا کر حلف اٹھانے والوں کو مبارکباد دی۔ ایک ادارے کے تحت ایک تقریب ہو رہی تھی۔ طلبا و طالبات سے ہال بھرا ہوا تھا۔ ان میں سے چند طلبا و طالبات باری باری سٹیج پر آتے، کوئی تقریر کرتا، کوئی ملی نغمہ پیش کرتا جبکہ تقریب کے شرکاء تالیاں بجا کر ان کو خراج تحسین پیش کر رہے تھے۔

سٹیج پر اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے والے، شیلڈز اور انعامات حاصل کرنے والے، وکٹری سٹینڈ پر کھڑے ہو کر میڈل حاصل کرنے والے کن خوبیوں کے مالک اور تالیاں بجانے والوں سے مختلف اور منفرد ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بعد ان کی نمایاں خوبی پورے خلوص سے مسلسل جدوجہد اور منزل و مقصد کے حصول کا یقین ہے۔ کسی نے کہا تھا۔ ''بڑا آدمی وہ ہے جو اپنی چھوٹی کمزوری کو اپنی بڑی طاقت بنا لیتا ہے''۔ ہمارے معاشرے میں بہت سے سپیشل (معذور) افراد ہیں جنہوں نے اپنی کمزوریوں کو اپنی طاقت بنا لیا اور نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ جبکہ بظاہر صحت مند اور نارمل انسان اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے اپنی ناکامیوں کا رونا روتے رہتے ہیں۔ اب آپ نے فیصلہ کرنا ہے کہ آپ نے اپنی کمزوریوں کو بنیاد بنا کر اپنی ناکامیوں کا رونا رونا ہے یا ان کو اپنی طاقت بنا کر کامیابیاں حاصل کرنی ہیں۔ کسی ہال کی پچھلی سیٹوں یا سٹیڈیم میں تماشائیوں کے ساتھ بیٹھ کر دوسروں کی کامیابیوں پر تالیاں بجانی ہیں یا خود سٹیج اور وکٹری سٹینڈ پر پہنچ کر میڈل، شیلڈز اور کامیابیاں حاصل کرنی ہیں۔

گزشتہ شمارے میں بھی آپ سے کہا تھا کہ آپ کی اصل توجہ اپنی تعلیم کی طرف رہنی چاہئے۔ لیکن قومی اور عالمی حالات پر بھی آپ کی نظر رہنی چاہئے۔ خاص طور پر اسلام اور امت مسلمہ کے حوالے سے صورت حال سے آپ کو آگاہ رہنا چاہئے اور اگر ممکن ہو تو ابھی ورنہ عملی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد آپ اپنا جو کردار ادا کرنا چاہیں کر سکیں۔ قومی معاملات کے حوالے سے پہلے بھی پانی کی کمی، اس کا محتاط استعمال، بڑھتی ہوئی آلودگی اور اس کے خاتمے کے لئے شجرکاری یعنی درخت لگانا اور ان حفاظت کرنے کے بارے میں پھول سماجی خدمت کے تحت بھی آپ کو آگہی دی جا رہی ہے۔ عالمی حالات کے حوالے سے پاکستان کے دوست اسلامی ملک ترکی پر امریکہ نے کچھ پابندیاں عائد کی ہیں جس کے جواب میں ترکی کے صدر رجب طیب اردوان نے کسی دباؤ میں آنے کے بجائے اپنی قوم سے خطاب میں کہا ہے کہ امریکی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں اور ترکی کی بنی ہوئی مصنوعات خریدیں۔ تحریک خلافت والے جذبے سے سرشار ہو کر پاکستانی قوم نے بھی ترکی کی حمایت میں پاکستان میں دستیاب امریکی مصنوعات کے بائیکاٹ اور ترکی کی مصنوعات خریدنے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ سوشل میڈیا پر ان مصنوعات کی فہرست دستیاب ہے۔

ایک اور اہم مسئلہ ہالینڈ کے ایک گستاخ سیاستدان نے اس سال کے آخر میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخانہ خاکے پارلیمنٹ میں آویزاں کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس کے خلاف ہمیں بھرپور آواز اٹھانی چاہئے۔ اس کے لئے پاکستان میں ہالینڈ (نیدرلینڈ) کے سفارت خانے کو جناب سفیر صاحب۔ سفارت خانہ نیدرلینڈ، اسلام آباد کے پتے پر خط لکھیں فون نمبر 051-2004444 یا 051-9205865 پر Isl@minluza.nl پر ای میل یا فیکس نمبر 051-2004333 پر فیکس کے ذریعے اپنا احتجاج ریکارڈ کروائیں اور ہالینڈ کی بنی ہوئی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں۔ ان اشیاء کی فہرست بھی اخبارات اور سوشل میڈیا پر دستیاب ہے۔

آیئے.....! یوم دفاع کے موقع پر ہم اپنی جغرافیائی سرحدوں کی ہی نہیں اسلامی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کا بھی عہد کریں اور پاکستان، اُمت مسلمہ اور اسلام کی حفاظت کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے چاہا تو پھر ملیں گے۔

محمد شعیب مرزا
آپ کے ایڈیٹر بھیا

حضرت امام حسینؓ نے دین کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا

''حق حسین برحق حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ''

عائشہ صدیقہ قادری

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل

ذوالحجہ کے مہینہ میں ایک دن ایسا ہے جسے عید قرباں کہا جاتا ہے جس میں ہر صاحب استطاعت مسلمان جانور ذبح کر کے قربانی کا مظاہرہ کرتا ہے تو محرم الحرام کا مہینہ بھی اپنی دیگر خصوصیات کے ساتھ ایک عظیم الشان قربانی اپنی آغوش میں رکھتا ہے۔ ذوالحجہ میں حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب کریم کی رضا کے لئے اگر اپنے حقیقی بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری رکھ دی تو محرم الحرام میں جگر گوشۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسینؓ نے شریعت کے تحفظ و دین کی بقا کی خاطر ظلم وستم کی طاقتوں سے مقابلہ کرتے ہوئے خدا کی راہ میں اپنے اعزاء واقرباء سمیت جان قربان کر ڈالی .....گویا مسلمانوں کے سال کی ابتدا اگر قربانی سے ہے تو اس کی انتہا بھی قربانی پر ہے، ہمارا جانے والا سال قربانی کا درس دیتا ہوا گیا اور آنے والا سال بھی یہی درس لے کر آیا۔ خود ہمارے اسلامی سال کی ابتدا ہی ہجرت سے ہوتی ہے تاکہ مسلمانوں میں یہ جذبہ بیدار رہے کہ اس کو دین حق کی سربلندی کے لئے اگر وطن اور گھر بھی چھوڑنا پڑے تو پرواہ نہ کرے۔

سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسینؓ نے اپنی ایمانی غیرت اور دینی جذبہ کے ماتحت ایک فاسق وفاجر شخص کی اتباع سے گریز فرماتے ہوئے اپنا گھر بار چھوڑا، مسافر بنے، مہاجر بنے اور خدا کی راہ میں کتنی بڑی قربانی پیش کی .....ع

شاہ است حسین پادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لاالہ ہست حسین

حضرت سیدنا امام حسینؓ کی محبت وعقیدت کے مظاہرہ کا یہ طریقہ نہیں کہ صرف زبانی طور پر اس واقعہ کو دھرایا جائے بلکہ امام حسینؓ کی محبت وغلامی کا تقاضہ یہ ہے کہ جس دین پاک کے لئے انہوں نے قربانیاں پیش کیں اس کو پوری طرح اپنایا جائے اور ظاہر وباطن، شکل وصورت، اخلاق وافعال شادی وغمی جیسے مواقع پر بھی اپنے آپ کو اسی کے مطابق چلایا جائے اور غیر اسلامی حرکات کو ترک کیا جائے۔

ہمیں باطل کے خلاف ہمیشہ آواز بلند کرنی چاہیے۔

شمع بجھانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا۔ اس سلسلہ میں بڑی بڑی سازشیں کی گئیں اور اسلام کے شجر کو دبانے بلکہ جڑ سے اکھیڑنے کی پوری کوششیں ہوئیں مگر بمصداق.....ع

اسلام کے پودے کو قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبائیں گے

ہر موقع پر اسلام ابھرتا رہا۔ ہر مقابلہ میں دین غالب آتا رہا ہے اور ہر زمانہ میں چمکتا رہا اور جب بھی اسلام کا پودا خشک ہونے پر آیا حق وصداقت اور اسلام کے پرچم کا رنگ پھیکا پڑنے لگا، چند ایسے مردان خدا میدان میں آ گئے جنہوں نے راہ حق میں نہ صرف ہر قسم کے مصائب کو برداشت کیا بلکہ اپنی پیاری جانوں کو بھی قربان کر کے اپنے مقدس خون سے اسلام کے پودے کو سیراب کیا اور اس کے پرچم کو دوبارہ رنگین بنا دیا اور اس کی چمک دمک عظمت وجلالت میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔

میدان کربلا میں بھی حق وباطل کی زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ حق حسینیت کی صورت میں جلوہ گر اور باطل یزیدیت کی صورت میں رونما ہوا۔ یزیدیت نے اسلام کی نورانی صورت کو مسخ کرنے، غیر اسلامی چیزوں کو اسلام کے نام پر پیش کرنے اور فسق وفجور کو مسلمانی کا رنگ دینے کی جسارت کی۔ لیکن ایک مرد خدا کی ایمانی غیرت اور اسلامی جذبہ اس کو برداشت نہ کر سکا اور وہ اسلام کے خلاف اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے نہایت بے سروسامانی کے عالم میں گھر کی تمام راحتیں چھوڑ کر اپنے خاندان کے ہمراہ کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں پہنچا اور اس نے تلواروں کے سائے اور تیروں کی بارش میں دنیا والوں پر ثابت کر دیا کہ ایک مسلمان کلمہ حق کی سربلندی کے لئے تمام دنیا کا چیلنج قبول کر سکتا ہے اپنے ایمان کی ڈھال کے سائے میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کا مقابلہ کر سکتا ہے، اپنی زندگی کی تمام راحتوں اور مسرتوں کو لٹا سکتا ہے، اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بیٹوں، بھائیوں اور مخلص ترین ساتھیوں کا ذبح ہونا گوارا کر سکتا ہے لیکن وہ دین کے خلاف کسی سازش اور اسلام میں کفر اور حق کی آمیزش برداشت نہیں کر سکتا۔

سیدنا امام حسینؓ کے لئے ایک طرف دنیا کی تمام مسرتیں تھی، یزید کی طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھانے کے بعد آپ اس کڑی آزمائش سے بچ سکتے تھے۔ آپؓ کا تعاون حاصل کرنے کے لئے یزید بڑی سے بڑی قیمت ادا کرنے کے لئے تیار تھا لیکن آپ کسی قیمت پر باطل سے مصالحت پر آمادہ نہ ہوئے، یزیدیت نے ہر طرح سے حضرت امام حسینؓ کو باطل کے سامنے جھکانا چاہا مگر آپؓ نے یہ ظاہر کر دیا کہ خدا کے نافرمانوں، شریعت اسلامیہ کے باغیوں اور دین محمدی سے غداری کرنے والوں کی تلواریں مرد مومن کا سر کاٹ تو سکتی ہیں مگر جھکا نہیں سکتیں، بظاہر حضرت امام حسینؓ کی شہادت ہوئی اور یزیدی لشکر کامیاب ہو گیا مگر فی الحقیقت صفحہ دھر پر یہ ثبت ہو گیا کہ .....ع

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اور

جن کے سجدوں سے منور ہے جبینِ آفتاب
میرے حرفوں کا سلام ان خدا والوں کے نام
میری شہ رگ کا لہو نذر شہیدانِ وفا
میرے جذبوں کی عقیدت کربلا والوں کے نام

☆☆☆

7 ستمبر 1974ء کو قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا تاریخی فیصلہ کیا.....

7 ستمبر تاریخی اور مثالی دن

ماریہ مختار

7 ستمبر کا دن پاکستانی مسلمانوں کے لئے عید سے بڑھ کر خوشی کا دن ہے اس روز ہمارے ملک کی قومی اسمبلی نے ایک تاریخی فیصلہ سنایا تھا۔ یہ فیصلہ مسلمان کبھی بھلا نہ پائیں گے۔

آج سے تقریباً ایک سو پندرہ سال پہلے انگریز کے

مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کیلئے انگریز مرزا قادیانی کو آگے لائے۔

اشارے پر ضلع گورداس پور کے علاقے قادیان کے ایک شخص مرزا غلام قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ انگریزوں کے خلاف مسلمانوں نے جہاد کا اعلان کیا

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا

تھا۔ یہ سب کچھ انگریزوں کے لئے مصیبت بنی ہوئی تھی۔ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے اس شخص کو نبوت کا دعویٰ کرنے کے لئے کہا گیا اور اس نے جہاد حرام ہے کا اعلان کر دیا۔ انگریزوں نے مرزا

یاد رہے کہ مرزا قادیانی پیچش کی بیماری میں مبتلا ہو کر بیت الخلاء میں عبرتناک موت مرا تھا۔

غلام قادیانی کی حفاظت کا سامان کیا۔ مرزا نے بھی قدم قدم پر خود کو انگریزوں کا وفادار ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مثال کے طور پر اس نے اپنی ایک کتاب تحفہ قیصریہ میں لکھا ہے۔ میرے باپ مرزا غلام مرتضیٰ کو گورنر کے دربار میں مقام حاصل تھا۔ وہ انگریز سرکار کے خیر خواہ تھے۔ 1857ء کی جنگ میں پچاس گھوڑے خرید کر اور پچاس جنگجو جوان انگریز کو دیئے۔ اس کی کتاب تحفہ قیصریہ پوری کی پوری انگریز کی تعریف سے بھری ہوئی ہے۔ مرزا نے خود کو انگریز کا ''خود کاشتہ پودا'' بھی لکھا ہے۔ نبوت کے اس جھوٹے دعویدار نے بال و پر نکالے تو علمائے کرام اور مشائخ عظام اس کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔ اس طرح یہ جدوجہد سو سال تک جاری رہی۔ پاکستان بننے کے بعد قادیانیوں نے پاکستان میں سر اٹھایا۔ ہر ہر موقع پر پاکستان کو نقصان پہنچایا۔ بدقسمتی سے پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی تھا۔ اس نے مرزائیوں کو خوب بھرتی کیا۔ پورے ملک کے علما جمع ہوئے اور انہوں نے متفقہ طور پر اعلان کیا۔ ''قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا عالم اسلام قادیانیوں کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرے۔'' اس اعلان کے

بعد سب سے پہلے آزاد کشمیر حکومت نے 21 اپریل 1973ء کو انہیں غیر مسلم قرار دیا۔ 30 جون 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ اس وقت ملک کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو تھے۔ انہوں نے پوری قومی اسمبلی کو یہ مسئلہ حل کرنے کی ہدایات دیں۔ قادیانیوں کے خلاف عدالت میں قادیانیوں کے

خلیفہ مرزا ناصر کو قومی اسمبلی میں طلب کیا گیا۔ گیارہ دن تک اس پر جرح ہوئی۔ آخر 7 ستمبر 1974ء کو قومی اسمبلی نے یہ فیصلہ سنایا۔ ''جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو آخری نبی ہیں کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، وہ آئین یا قانون کے لحاظ سے مسلمان نہیں ہے۔'' یہ فیصلہ قانون کا حصہ بنا۔ ورنہ اس سے پہلے قادیانی قانون کے اعتبار سے حکومت کی نظروں میں مسلمان تھے۔

اس طرح سو سالہ جدوجہد کے بعد مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم کامیابی عطا فرمائی لہٰذا سات ستمبر کو ہم جتنے بھی خوش ہوں کم ہے۔ یاد رہے کہ مرزا قادیانی پیچش کی بیماری میں مبتلا ہو کر بیت الخلاء میں عبرتناک موت مرا تھا۔

☆☆☆

پھر چشمِ فلک نے ایک عجیب منظر دیکھا.....

اے بنت اسلام

حمزہ رحمٰن

''یہ بات برداشت سے باہر ہے کہ جس دن پاکستان میں کوئی تہوار ہوتا ہے پوری وادی سبز ہلالی پرچم سے سجائی جاتی ہے اور جب ہندوستان کا کوئی تہوار ہوتا ہے تو ہڑتالیں اور یوم سیاہ منایا جاتا ہے۔ لعنت ہے ہماری آٹھ لاکھ فوج پر جو وادی میں موجود ہے''۔ انڈین کرنل اعلیٰ سطحی اجلاس میں دھاڑ رہا تھا اور سب دم بخود بیٹھے تھے۔

''سر کیا کیا جائے؟ آپ ہی کوئی تدبیر سوچیں'' ایک میجر بولا۔

''پوری وادی میں اعلان کر دو کہ 6 ستمبر کو سرینگر کے لال چوک میں ہندوستانی پرچم لہرائے جائیں گے۔ تم لوگ کشمیریوں کو مجبور کرو کہ وہ لال چوک پہنچیں۔ سیکورٹی سخت کرو کہ دہشت گرد کوئی کارروائی نہ کرنے پائیں۔ اب تم سب جاؤ''۔ کرنل نے دھاڑ کر کہا۔

پھر 6 ستمبر کا دن آیا اور چشم فلک نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ برقعہ پوش عورتیں ایک نہیں، دو نہیں، کئی ہزار سبز ہلالی پرچم اٹھائے لال چوک کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ یہ جلوس جب لال چوک پہنچا تو وہاں سیکورٹی سخت تھی مگر عالمی میڈیا کا لحاظ کرتے ہوئے بھارتی فورسز پیچھے ہٹ گئیں۔

''یہ کیسے ممکن ہے؟''۔ کرنل نے میز پر مکا مار کر کہا۔ ''لعنت ہے تم پر عورتوں سے ڈر گئے۔ کون کر رہا تھا ان عورتوں کی قیادت؟؟''۔ ''جناب! آسیہ اندرابی'' میجر نے جواب دیا۔ کرنل ڈھیلا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کے کانوں میں آسیہ اندرابی کے الفاظ گونجنے لگے جو انہوں نے تب کہے تھے جب 14 اگست کو انہوں نے پاکستانی پرچم لہرایا تو انہیں بغاوت کے مقدمے میں گرفتار کیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا ''جیل میرا دوسرا گھر ہے اور جب تک میں زندہ ہوں پاکستان سے محبت کا علی الاعلان اظہار کرتی رہوں گی''۔ کرنل بیٹھے بیٹھے بولا: ''جس قوم کی قیادت ایسی عورتوں کے ہاتھوں میں ہو انہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ میں استعفیٰ دیتا ہوں۔ میں ایسی قوم سے نہیں لڑ سکتا، جس کی قیادت میں آسیہ اندرابی جیسی عورتیں موجود ہوں''۔

اے بنت اسلام! تیری عظمت کو میرا سلام
آسیہ اندرابی تیری جرأت کو میرا سلام

☆☆☆

PakiBooks.Site

پرویز شہریار۔ نئی دہلی

امجد نے کہا۔ یہ سانپ کی آواز ہوسکتی ہے۔ تو سب گھبرا گئے

خُدانیّت دیکھتا ہے

بچپن میں جو بچے شرارتی ہوتے ہیں، وہ بڑے ہوکر اکثر سنجیدہ ہوجاتے ہیں۔ میں نے بھی بچپن میں بہت شیطانی کی ہے۔ ایک پل کے لیے بھی چین سے نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ ہر وقت شرارتیں کرتا رہتا ..... گھر میں ہوں تو چھوٹی بہنوں کے کھیل بگاڑ دینا۔ بڑے بھائیوں سے تیور سے بات کرنا گھر سے باہر گیا تو کسی کو پتھر مار دیا، کسی کا غلیل چھین لیا، کسی کی پتنگ پھاڑ دی۔ آئے دن گھر میں لوگوں کی شکایتیں آتی رہتی تھیں۔

والد صاحب کا حکم تھا کہ مغرب کی نماز کا وقت ہونے سے پہلے گھر آجاؤ۔ میں کبھی مغرب سے پہلے گھر نہیں آتا تھا۔ جب جھٹ پٹے کا وقت ہوتا، اندھیرے اُجالے مل رہے ہوتے، اسی وقت چور پولیس کھیلنے میں سب سے زیادہ مزہ آتا اور جب کھیل سب سے زیادہ مزیدار موڑ پر ہوتا، عین اسی وقت منجھلے بھائی آکر اعصاب پر سوار ہوجاتے۔ ''جلدی چل! ابا دفتر سے گھر آگئے ہیں۔ تجھے بلا رہے ہیں۔'' ایسے میں سارا مزہ کرکرا ہوجاتا اور جیتی ہوئی بازی ہار کر بادل ناخواستہ ان کے ہمراہ ہولیتا۔ سارے دوست روکتے رہ جاتے اور میں چارو ناچار منجھلے بھائی کے ہاتھوں گرفتار کسی قیدی کی طرح پیچھے پیچھے پسینے میں شرابور تمتماتا ہوا چہرہ لیے، دل مسوس کر گھر لوٹ آتا۔ گھر آتے ہی منہ ہاتھ دھو کر کتاب پڑھنے بیٹھ جاتا۔ تب چپکے سے اماں آواز دے کر بلالیتیں اور وہ مٹی کے چولہے سے لگے فرش پر ہمہ وقت بچھی رہنے والی ٹاٹ پر بٹھا کر کچھ کھانے کو دے دیتیں۔ اس وقت اماں مجھے بہت اچھی لگتیں کیونکہ وہ مجھ نو گرفتار کے دل کی کیفیت خوب سمجھتی تھیں اور یوں مجھے ابا کی ڈانٹ سے راحت مل جایا کرتی تھی۔ منجھلے بھائی اور بہن کو پڑھائی کے دوران ٹھیک سے پڑھائی نہ کرنے کے سبب خوب ڈانٹ پڑ رہی ہوتی تھی۔ ابا صبح آٹھ بجے دفتر کے لیے نکل جاتے تھے۔ ان کے جاتے ہی میں بھی انگڑائی لیتا ہوا، ناشتے سے اٹھتا اور گلی ڈنڈا کھیلنے یا چرخی لیے پتنگ اُڑانے کے لیے گھر سے باہر نکل جاتا۔ یہ ہمارا روز کا معمول تھا۔ بغیر بتائے گھر سے غائب رہنے کی میری پرانی عادت تھی۔

ایک دفعہ بارہ ربیع الاوّل کی شب تھی۔ ساکچی بازار میں حفیظ ہوٹل کے سامنے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلسہ تھا۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تقریر کے بعد رات ساڑھے دس بجے نعتیہ کلام کا سلسلہ شروع ہوا اور یکے بعد دیگرے شعرا حضرات اپنے کلام پیش کرتے رہے۔ یہ تقریب اتنی دلچسپ تھی کہ وقت کے گزرنے کا پتہ بھی نہیں چلا۔ ہم اپنے ساتھ لے گئے کاغذ کے ٹکڑوں پر اپنے پسندیدہ اشعار نوٹ کرتے رہے۔ بہرصورت، مشاعرہ اپنے وقت پر اختتام کو پہنچا تو اُس وقت صبح کے ساڑھے تین بج رہے تھے۔ دوستوں نے پروگرام بنایا کہ اب فجر کی نماز پڑھ کے ہی جایا جائے۔ ایسے نورانی ماحول میں ہماری قلبی ماہیت تبدیل ہوچکی تھی۔ ایمان کا جذبہ جوش مار رہا تھا۔ سبھوں نے بیک زبان ہامی بھرلی۔ میں بھی فطری طور پر مہم جوئیوں کا متلاشی واقع ہوا تھا۔ منع نہیں کیا۔ ہمارے دوستوں کے اس گروپ میں میری عمر سب سے کم یعنی بارہ سال کی تھی۔ جب کہ دوسرے دوست چودہ، پندرہ سال کے بھی تھے۔ خالد مجھ سے ایک سال بڑا تھا۔ امجد چودہ سال کا تھا اور شمس پندرہ سال کا رہا ہوگا۔ شمس ہمارے گروپ کا سردار تھا۔ عمر میں بھی وہ ہم سب سے بڑا تھا۔ اس لیے وہ ہمیشہ سمجھداری کی باتیں کیا کرتا تھا اور ہم سب اس کی ہر بات چوں و چرا کیے بغیر مان بھی لیتے تھے۔ شمس چونکہ عملیات بھی کیا کرتا تھا۔ اس لیے ہم سب کو شمس کی، اتنی رات گئے، ایمان افروز تجویز کو تسلیم کرلینے میں کوئی ہچکچاہٹ بھی محسوس نہیں ہوئی۔

جلسہ ختم ہوا تو کچھ ہی دیر میں بتیاں بھی گل کی جانے لگیں۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ رہے تھے۔ ہم وہیں بیٹھے شب کی آخری چائے پینے میں مشغول ہوگئے۔

چائے پینے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اپنی آنکھوں سے نیند کو دور بھگایا جاسکے۔ چونکہ صبح ہونے میں ابھی کافی وقت لگنے والا تھا۔ لہٰذا، ادرک والی چائے کا مٹی کی پیالی میں لطف لیا جانے لگا۔ چائے ختم کرتے ہی ہمارے قدم ساکچی جامع مسجد کی طرف بڑھنے لگے۔ جلسے والی جگہ سے جامع مسجد تقریباً ایک ڈیڑھ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع تھی۔ جب ہم مسجد پہنچے تو دیکھا کہ مسجد کا صدر دروازہ بند تھا۔ اُس پر تالا لگا ہوا تھا۔ ہم بغل کی دیوار پھاند کے اندر پہنچے۔ کالی سیاہ رات میں آسمان پر تارے ٹمٹمارہے تھے۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ ہم سب سیمنٹ کی میز پر وضو والے لمبے چوڑے حوض کے قریب ایک چھجے کے نیچے سمٹ کر بیٹھ گئے۔

مسجد میں ہریالی بہت تھی۔ ناریل اور کھجور کے پیڑ سے ہوکر ہوا گزرتی تو سرسراہٹ کی آواز ہوتی تھی۔ چمپا چنبیلی، موتیا بیلے اور رات کی رانی کی خوشبوؤں سے سارا ماحول معطر ہورہا تھا۔ تبھی کسی نے ''تی تی، تی تی ....، تی تی، تی تی ....'' کی آواز سنی۔ خالد نے کہا۔ ''یہ جھینگر کی آواز ہے۔'' امجد نے اس کی بات کو رد کرتے ہوئے جواز پیش کیا کہ ہوسکتا ہے یہ سانپ کی آواز ہو۔ تبھی شمس نے بڑے ماہرانہ ڈھنگ سے اپنی بات رکھی جس کے سب قائل ہوگئے۔ اب بحث کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

شمس نے کہا: ''پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو سونگھ کر سانپ مدہوش ہواٹھتے ہیں اور مستی کے عالم میں ایسی آوازیں نکالتے ہیں۔'' اتنا سننا تھا کہ خالد ڈر کے مارے مجھ سے چپکنے لگا۔ میں نے محسوس کیا وہ ڈر سے کانپ رہا تھا۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے۔ مبادا زہریلے سانپ اسے آکر ڈس نہ

PakiBooks.site

PakiBooks.Site

اس نے وہ کام کر دیا تھا جو سب کے لیے مشکل تھا.....

بے حد شکریہ

نذیر انبالوی

نہر کے قریب واقع فائیو سٹار ہوٹل میں مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ جب بھی کوئی نئی چمکتی ہوئی گاڑی ہوٹل کے مین گیٹ پر آ کر رکتی وہاں سکیورٹی پر مامور عملہ حرکت میں آ جاتا۔ چند لمحوں کی چیکنگ کے بعد جب گاڑی کو اندر جانے کا اشارہ کیا جاتا تو پچھلی سیٹ پر بیٹھا مالک گردن اکڑا کر سکیورٹی کے عملے کو یوں گھورتا جیسے کہہ رہا ہو مجھ روک کر تم نے وقت ہی برباد کیا ہے۔ گاڑیاں جتنی تیزی سے ہوٹل میں داخل ہو رہی تھیں اتنی ہی تیزی سے باہر بھی آ رہی تھیں۔ ڈرائیور اپنے مالکان کو ہوٹل میں چھوڑ کر بیرونی پارکنگ میں گاڑیاں لا کر کھڑی کر رہے تھے۔ ڈرائیور اپنی اپنی گاڑیاں کھڑی کر کے ایک دوسرے سے علیک سلیک کرنے میں مصروف تھے۔ وہ زیادہ تر ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ سب کی ملاقات ایسی ہی جگہوں پر ہوتی تھی۔ وہ آپس میں ملتے اپنے دکھ سکھ بیان کرتے۔ ملازمت کے مسائل پر بات چیت ہوتی ان میں کچھ تو سرکاری ڈرائیور اور کچھ نجی ڈرائیور تھے۔ نجی ڈرائیور سرکاری ڈرائیوروں کی قسمت پر رشک کرتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ سرکاری ڈرائیوروں کو ان کے مقابلے میں زیادہ مراعات حاصل تھیں۔ سرکاری ڈرائیوروں کو اضافی وقت صرف کرنے پر اضافی پیسے بھی ملتے تھے۔ جب کہ نجی ڈرائیور اس سہولت سے محروم تھے۔ کچھ ڈرائیور تو گاڑی کا اے سی چلا کر آرام سے گاڑی میں بیٹھ جاتے اور کچھ ڈرائیوروں کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

ایک دنیا ہوٹل کے اندر اور ایک دنیا ہوٹل کے باہر آباد تھی۔ یہ دنیا ڈرائیوروں کی دنیا تھی۔ کسی کو تو اس شعبہ میں آئے ایک طویل عرصہ گزر چکا تھا اور کوئی حال ہی میں اس شعبہ سے منسلک ہوا تھا۔ کچھ ڈرائیور اپنے مالکان کی تعریف کرتے نہ تھکتے تھے اور کچھ کی زبان پر صرف شکایت ہی شکایت تھی۔ بارہ بارہ گھنٹے کی ڈیوٹی کے بعد انہیں اتنے پیسے ملتے تھے کہ بہ مشکل زندگی کی گاڑی چلتی تھی۔

سفیان جب سے آیا تھا وہ خاموش تھا۔ وہ پچھلے تین سال سے ایک کاروباری شخصیت نعمان اختر کا ملازم تھا۔ احمد علی نے اس کے قریب جا کر کہا ''سفیان خیریت ہے اس قدر چپ کیوں ہو؟''۔

''گاؤں میں بیٹا بیمار پڑا ہے اور مجھے چھٹی نہیں مل رہی۔ بار بار گاؤں سے فون آ رہے ہیں۔ یہ ملازمت نہیں قید ہے قید''۔ یہ کہتے ہوئے سفیان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

''چھٹی تو تمہارا حق ہے تمہیں یہ حق ملنا چاہیے''۔

''یہاں حق کی بات کون سنتا ہے۔ چوبیس گھنٹے کا ملازم ہوں۔ چھوٹے صاحب ایئرپورٹ میں ملازم ہیں۔ رات تین بجے انہیں لانا ہوتا ہے۔ دن بھر کبھی بچوں کو سکول چھوڑتا ہوں۔ صاحب اپنے دفتر جاتے ہیں۔ بیگم صاحبہ اکثر بازار جاتی ہیں۔ کسی پل گاڑی نہیں رکتی۔ سارا دن اور یہاں تک کہ رات کے وقت بھی گاڑی چلانے پر مجبور ہوں''۔ سفیان کی زبانی ساری بات جان کر گلزار نے تجویز دی۔

''اپنے حق کے لئے ہمیں آواز بلند کرنا ہوگی ہمیں ایک جگہ اکٹھا ہونا پڑے گا''۔

''یعنی کہ ہمیں ایک ڈرائیور یونین بنانا ہوگی''۔ یہ آواز امجد کی تھی۔ وہ نوجوان ڈرائیور تھا۔ اسے ایک مشروب کی فیکٹری میں ملازمت کرتے ہوئے ایک سال ہی ہوا تھا۔ یونین کا سن کر سبھی ڈرائیور ایک جگہ اکٹھے ہو گئے۔ سرکاری ڈرائیوروں کی پہلے سے یونین موجود تھی۔ اب صرف پرائیویٹ ڈرائیوروں کے حقوق کی آواز بلند کرنے کے لئے یونین بنانے کی ضرورت تھی۔ امجد نے ایک کاپی پر ڈرائیوروں کے نام لکھنا شروع کئے۔ وہاں موجود بیس ڈرائیور تو یونین کا حصہ بننے کے لئے تیار تھے جبکہ نو ڈرائیوروں نے سوچ کر جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔ سب نے فیصلہ کیا کہ وہ پندرہ تاریخ کو دوبارہ اکٹھے ہوں گے۔ وہاں مستقبل کے بارے میں لائحہ عمل طے کریں گے۔ رات دو بجے ہوٹل میں تقریب ختم ہوئی تو مالکان

نے اپنے ڈرائیوروں کو ہوٹل میں بلانا شروع کر دیا۔ سفیان کو بھی نعمان اختر نے اندر آنے کیلئے کہہ دیا تھا۔ سفیان گاڑی اندر لے کر گیا۔

کچھ دیر بعد سفیان نہر کے ساتھ بنے انڈر پاس سے گزرتے ہوئے خاموشی سے گاڑی چلا رہا تھا کہ نعمان اختر کے موبائل فون کی مخصوص آواز گاڑی میں گونجنے لگی تھی۔

''سیٹھ آفتاب''۔ سکرین پر نعمان اختر نے نگاہ ڈالتے ہوئے خود کلامی کی۔ اگلے ہی لمحے سکرین کو چھو کر اس نے فون کو کان سے لگا لیا۔

''جی سیٹھ آفتاب' کیسے ہیں آپ''۔

''میں ٹھیک ہوں۔ بتایئے نواب صاحب کی تقریب کیسی رہی؟''۔ سیٹھ آفتاب نے سوال کیا۔

''ہمیشہ کی طرح شان دار تقریب تھی۔ بہت اعلیٰ انتظام تھا' کھانوں کی تو مت پوچھیے ایک سے بڑھ کر ایک مزے دار ڈش تھی۔ واہ مزا آ گیا۔ ایسی تقریبات سے دوست احباب سے ملاقات بھی ہو جاتی ہے اور کاروباری جھمیلوں سے وقتی طور پر چھٹکارا بھی مل جاتا ہے۔'' نعمان اختر کی باتیں سفیان پوری توجہ سے سن رہا تھا۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں میں بھی آنا چاہتا تھا مگر جاپان سے کچھ لوگ آئے تھے ان کے ساتھ ایک اہم میٹنگ تھی جس کے باعث نہیں آ پایا''۔ سیٹھ آفتاب نے بتایا۔

''آپ کی کمی شدت سے محسوس کی گئی ہے۔''

''شکریہ''۔ یہ آپ لوگوں کی محبت ہے۔ میں کسی دن آپ کے آفس حاضر ہونے کی کوشش کروں گا۔''

''میں آپ کی آمد کا شدت سے منتظر رہوں گا۔ چلئے پھر آپ سے رابطہ ہوگا''۔

پھر دونوں میں یہ ٹیلی فونک رابطہ ختم ہو گیا۔ نعمان اختر تو مزے دار کھانے کھا آیا تھا مگر سفیان خالی پیٹ گاڑی چلا رہا تھا۔ کوٹھی میں پہنچتے ہوئے رات کے تین بج چکے تھے۔ سفیان اپنے کوارٹر میں داخل ہوا تو دوپہر کی ایک باسی روٹی پڑی تھی۔ اس نے وہ روٹی مشکل سے کھائی۔ اسے اب پندرہ تاریخ کا انتظار تھا۔ پندرہ تاریخ کو صرف دس بارہ ڈرائیور آئے تھے۔ اکثر ڈرائیوروں کو مالکان نے چھٹی نہ دی تھی۔ سفیان بھی چھٹی نہ ملنے والے ڈرائیوروں میں شامل تھا۔ اسے فون کے ذریعے لحہ بہ لحہ ہونے والے اجلاس کے بارے میں معلومات مل رہی تھیں۔ اس اجلاس میں بحث و تکرار تو بہت ہوئی مگر کسی ڈرائیور کسی متفقہ لائحہ عمل پر اکٹھے نہ ہو سکے۔ کچھ دنوں بعد کسی رات کے وقت شہر کے ایک نئے کھلنے والے ریسٹورنٹ کے باہر کھڑے اپنے مالکان کا انتظار کر رہے تھے۔ ہر ایک کی زبان پر شکوہ و شکایات تھی۔ سبھی اپنے حقوق کی باتیں کر رہے تھے۔ مگر کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرنے کی ہمت کرتا۔ انہیں ملازمت چھن جانے کا خوف تھا۔ اگر مالکان کو علم ہو گیا کہ ڈرائیور اپنی یونین بنا رہے ہیں تو انہیں کھڑے کھڑے ملازمت سے فارغ کر دیا جائے گا۔ امجد ڈرائیوروں کی یونین کے قیام کے لئے پُر امید تھا۔ وہ جیسے ہی ڈیوٹی ختم کرتا اپنی موٹر سائیکل پر سوار ہو کر

ڈرائیوروں سے ملنے نکل کھڑا ہوتا۔ اس نے چھ نکات پر مشتمل مطالبات کمپوز کروا کر ڈرائیوروں میں تقسیم کرنا شروع کر دیئے تھے۔ وہ چھ نکات یہ تھے۔

- ملازمت کے اوقات مقرر کئے جائیں۔
- ہفتہ وار ایک چھٹی دی جائے۔
- تنخواہ میں سالانہ بنیادوں پر دس فیصد اضافہ کیا جائے۔
- سالانہ پندرہ اتفاقیہ چھٹیاں دی جائیں۔
- تمام ڈرائیوروں کی انشورنس کروائی جائے تاکہ حادثے کی صورت میں ڈرائیوروں کے لواحقین کی مالی مدد ہو سکے۔
- تقریبات کے موقع پر ہوٹلوں کے باہر کھڑے ڈرائیوروں کے لئے بھی کھانے پینے کا مناسب انتظام کیا جائے۔

ان پڑھ سفیان کو امجد نے یہ نکات پڑھ کر سنا دیئے تھے۔ وہ ہر نکتہ پر ہاں ہاں کہتا رہا۔ اس نے نکات سن کر کاغذ کو ڈیش بورڈ پر رکھ دیا۔ سفیان کو یقین نہیں تھا کہ مالکان ان مطالبات کو ماننے کیلئے تیار ہوں گے۔ مطالبات کا یہ کاغذ کافی دنوں تک ڈیش بورڈ پر پڑا رہا۔ وہ بدھ کا دن تھا۔ چوکیدار عبدالرزاق کوارٹر میں سفیان کو جگانے کیلئے گیا تو وہ بخار میں تپ رہا تھا۔ عبدالرزاق نے نعمان اختر کو آ کر ساری صورت حال سے آگاہ کیا تو نعمان اختر نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''ان دنوں بچوں کی سکول سے چھٹیاں ہیں۔ میں خود ہی گاڑی ڈرائیو کر کے دفتر چلا جاؤں گا اور ہاں سفیان کے لئے ڈسپنسری سے دوا لے آنا''۔

''جی صاحب! میں سفیان کے لئے دوا لے آؤں گا۔'' عبدالرزاق نے نہایت ادب سے جواب دیا۔

نعمان اختر نے جب دفتر جا کر گاڑی کھڑی کی تو ڈیش بورڈ پر پڑے کاغذ پر اس کی نگاہ پڑی۔ اس نے کاغذ کو دیکھا تو اس پر ''نیو ڈرائیور یونین'' کی سرخی لکھی تھی۔ پھر اس نے کاغذ پر درج تمام نکات پڑھ ڈالے۔ اس نے کچھ سوچا اور فوراً اس پر لکھا کہ ''میں ان تمام نکات سے اتفاق کرتا ہوں''۔ یہ لکھ کر اس نے آخر میں اپنے دستخط کر دیئے۔ دستخط کرنے کے بعد اس نے کاغذ دوبارہ ڈیش بورڈ پر رکھ دیا۔ شام تک سفیان کی طبیعت قدرے بہتر ہو گئی تھی۔ سفیان کو اس وقت حیرت کا جھٹکا لگا تھا جب شام کے وقت نعمان اختر نے اسے ایک ہفتہ کی چھٹی اس لئے دی تھی کہ وہ گاؤں جا کر اپنے بیمار بیٹے کی تیمارداری کر سکے۔ سفیان کے تو خوشی سے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ نعمان اختر نے نیو ڈرائیور یونین کے نکات والے صفحہ کی فوٹو کاپیاں

کروا کر اپنے قریبی دوستوں سے دستخط کروالی تھیں۔ ڈرائیور اپنے مالکان کے سامنے اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرنے سے گھبراتے تھے۔ نعمان اختر ان کی آواز بن گیا تھا۔ سبھی مالکان نے اپنے ڈرائیوروں کے حقوق کو تسلیم کیا تھا۔ ایک ہفتہ بعد سفیان اپنی ڈیوٹی پر حاضر تھا۔ دفتر جاتے ہوئے نعمان اختر نے اسے مخاطب کیا۔

''سفیان میاں! تمہاری صبح سات تا چار بجے تک ڈیوٹی ہوگی' اگر اس کے بعد تم ڈرائیو کرو گے تو تمہیں فی گھنٹہ کے حساب سے پیسے ملیں گے''۔

سفیان کو اپنے کانوں پر اعتبار ہی نہیں آ رہا تھا۔ اپنے مالک میں یہ خوشگوار تبدیلی اس کی سمجھ سے بالاتر تھی وہ اس تبدیلی پر شکریہ ہی ادا کر سکا۔

اتوار کی رات سیٹھ آفتاب نے اپنی نئی فیکٹری شروع کرنے پر اپنے دوستوں کو سٹار ہوٹل میں مدعو کیا تھا۔ یہ چمکتی دمکتی گاڑیاں ہوٹل میں داخل ہو رہی تھیں۔ سب ڈرائیور کافی دنوں کے بعد ایک دوسرے سے ملے تھے۔ سبھی اپنے مالکان کے بدلے ہوئے رویے پر جہاں خوش تھے وہیں حیران بھی تھے۔ خاموشی سے ان کے مطالبات پورے ہوتے جا رہے تھے۔ اسلئے انہیں یونین کے بارے میں ایک لمحہ کے لئے بھی خیال نہ آیا تھا۔ امجد کے پاس اب بھی ڈرائیوروں کے حقوق کے حوالے سے چھ نکات پر مشتمل کمپوز شدہ کاغذ تھا۔ سفیان بھی خاصا مطمئن تھا۔ ڈرائیور اس وقت بھی حیرت میں گم ہوئے جب انہیں کھانا کھانے کے لئے ہوٹل میں بلایا گیا تھا۔ سبھی ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے لئے ہوٹل کے دائیں طرف کھانے کا معقول انتظام کیا گیا تھا۔ انہوں نے جب سے یہ شعبہ اپنایا تھا پہلی بار انہیں اس قدر عزت و احترام دیا گیا تھا۔ کھانا کھاتے ہوئے سفیان کو ڈیش بورڈ پر رکھا کاغذ یاد آ گیا۔ امجد نے اسے جو نکات پڑھ کر سنائے تھے ان میں یہ نکتہ بھی تھا کہ تقریبات کے دوران ڈرائیوروں کیلئے بھی کھانے پینے کا مناسب انتظام کیا جائے۔ کھانا کھانے کے بعد سفیان جب واپس گاڑی میں آ کر بیٹھا تو کاغذ ڈیش بورڈ پر ہی پڑا تھا۔ اس نے کاغذ کھولا ہی تھا کہ امجد بھی اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔ امجد کی نگاہ کاغذ پر پڑی تو وہ فوراً بولا ''دیکھو دیکھو کاغذ پر کیا لکھا ہے''۔

''کاغذ پر جو لکھا تھا وہ تو تم نے مجھے پڑھ کر سنا دیا تھا''۔ سفیان نے کاغذ کو دیکھتے ہوئے کہا

''اس پر لکھا ہے کہ میں ان تمام نکات سے اتفاق کرتا ہوں اور اس پر نعمان اختر صاحب نے اپنا نام لکھ کر دستخط بھی کئے ہیں''۔ امجد کی بات سن کر سفیان نے کہا۔

''اب میں سمجھا کہ صاحب جی کے رویے میں تبدیلی کیوں آئی ہے۔ یونین بنانے کے بغیر ہی ہمارے مطالبات مان لئے گئے ہیں۔ یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے' امجد تم نے ہماری مشکلات آسان کر دی ہیں''۔ پھر سفیان گاڑی سے باہر آ کر کاغذ کو لہرا کر دوسرے ڈرائیوروں کو مخاطب کرنے لگا۔ سب امجد کو محبت بھری نگاہوں سے تک رہے تھے۔ تقریب کے ختم ہونے پر جو ڈرائیور بھی اپنے مالک کو لینے کے لئے ہوٹل میں جاتا وہ چھ مطالبات پر دستخط کر کے اپنے ڈرائیور کے حوالے کر دیتا۔ نعمان اختر نے تقریب کے دوران ان سے دستخط کروا لئے تھے۔ نعمان اختر جب گاڑی میں سوار ہوا تو بہت مطمئن اور خوش تھا۔ اس کی ذرا سی کوشش سے محنت کش ڈرائیوروں کو ان کے حقوق مل گئے تھے۔ سفیان نے نہایت ادب سے کہا ''صاحب جی! مطالبات ماننے اور دستخط کرنے کا بے حد شکریہ''۔

سفیان کی زبان سے شکریہ کے کلمات سن کر نعمان اختر کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی تھی۔ دوسروں کا حق دے کر اور اپنا فرض ادا کر کے ایسی ہی مسکراہٹ انسان کا مقدر بنتی ہے۔

☆☆☆

پھول وظائف

پیارے پھول ساتھیو! اندرون و بیرون ملک مقیم پھول کے تمام قارئین ایک خاندان کی طرح ہیں اور ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ دکھ سکھ سانجھے ہیں۔ دنیا میں تمام پھول ساتھی ایک خاص شناخت رکھتے ہیں۔ اس تعلق اور شناخت کو ابدی حیثیت دینے کے لئے تمام پھول ساتھی روزانہ ان وظائف کا کم از کم دس دس مرتبہ ورد کریں تاکہ نہ صرف ہماری نیکیوں میں اضافہ ہو بلکہ روز قیامت بھی یہ شناخت برقرار رہے۔

1- سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

یہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کلمات ہیں۔ زبان پر ہلکے مگر میزان پر بھاری ہوں گے۔ صرف ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے سے ہی بے انتہا ثواب ملتا ہے۔

2- کوئی بھی درود شریف۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

بھی مکمل درود ہے۔ یہ درود شریف پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ اور فرشتے بھی ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ دس گناہ جھڑتے ہیں اور دس درجات بلند ہوتے ہیں۔ درود شریف پڑھنا ایسی عبادت ہے جو کبھی رد نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کو وہ عمل محبوب ہے جو خواہ مختصر ہو مگر مستقل ہو۔ ان وظائف کو روزانہ کا معمول بنائیے..... اور..... اپنے دلوں کو معطر پھول بنائیے۔

☆☆☆

بابر بک ڈپو۔ گوہر پبلشرز۔ اردو بازار لاہور

"پھول" کے لکھاریوں کے لئے خوشخبری

پاکستان میں بچوں کے لئے معیاری درسی کتب شائع کرنے والے ادارے

بابر بک ڈپو کی جانب سے "پھول" میں شائع ہونے والی تین بہترین کہانیوں پر انعامات۔

اول: 500 روپے نقد + 400 روپے کی کتب

دوم: 300 روپے نقد + 200 روپے کی کتب

سوم: 200 روپے نقد + 100 روپے کی کتب

بہترین کہانیوں کا انتخاب قارئین کی آراء کے مطابق کیا جائے گا۔ موجودہ شمارے میں شائع ہونے والی بہترین کہانی کا نام کوپن میں درج کر کے 10 تاریخ تک ماہنامہ "پھول" کے پتے پر بھجوا دیں۔

ماہنامہ "پھول" 23 کوئنز روڈ لاہور

ستمبر کے اہم واقعات

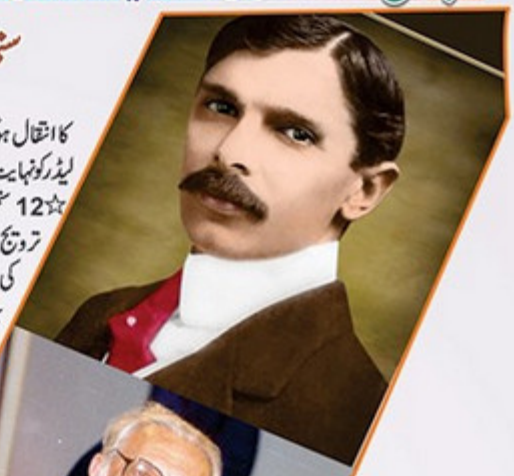

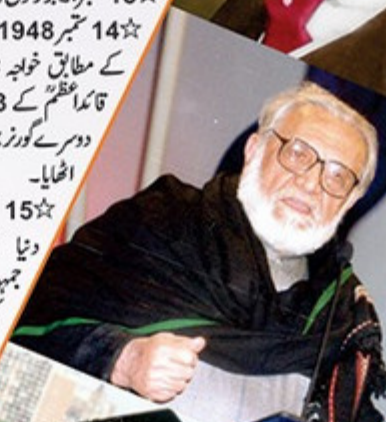

چودھری اسد اللہ خان

☆ یکم ستمبر 2017ء:۔ سابق وزیراعظم پاکستان بے نظیر بھٹو قتل کیس میں 10 سال بعد خصوصی عدالت نے فیصلہ سنا دیا۔ سعود عزیز، خرم شہزاد کو 17، 17 سال قید اور سابق صدر پاکستان کو اشتہاری قرار دے دیا گیا۔ سابق سی پی او پنڈی کورٹ روم سے گرفتار کیا گیا۔

☆2 ستمبر 1945ء:۔ دوسری جنگ عظیم میں جاپان نے ہتھیار ڈال کر اپنی شکست تسلیم کر لی۔

☆3 ستمبر 1977ء:۔ جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو نواب احمد خان قصوری کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔

☆4 ستمبر:۔ عالمی یوم جاب بشمول پاکستان۔

☆5 ستمبر:۔ (7 ہجری) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں فتح مکہ کا تاریخی کارنامہ وقوع پذیر ہوا۔

☆6 ستمبر 1965ء:۔ صدر پاکستان محمد ایوب خان کے دور حکومت میں بھارت نے رات کی تاریخی میں لاہور شہر کے واہگہ بارڈر پر حملہ کر دیا۔ 17 دن کی جنگ کے بعد بھارت کو شکست کی شرمندگی اٹھانا پڑی۔

☆7 ستمبر 2004ء:۔ پاکستان کے معروف ادیب، ڈرامہ نگار اور عظیم دانشور اشفاق احمد لاہور میں وفات پا گئے۔

☆8 ستمبر 2015ء:۔ سپریم کورٹ آف پاکستان نے فیصلہ سنایا کہ ''اُردو'' کو بحیثیت قومی زبان تمام سرکاری دفاتر میں فوری طور پر نافذ کیا جائے۔

☆9 ستمبر:۔ 2008ء سابق وزیراعظم بے نظیر بھٹو کے شوہر آصف علی زرداری نے بحیثیت صدر پاکستان اپنے منصب کا حلف اٹھایا۔

☆10 ستمبر:۔ پاکستان سمیت دنیا بھر میں ''خودکشی سے بچاؤ کا عالمی دن'' منایا جاتا ہے۔

☆11 ستمبر 1948ء:۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کا انتقال ہوگیا۔ پاکستانی قوم ہر سال 11 ستمبر کو اپنے لافانی لیڈر کو نہایت عقیدت و احترام کا نذرانہ پیش کرتی ہے۔

☆12 ستمبر 622ء:۔ حضرت محمد صلی علیہ وآلہ وسلم نے ترویج اسلام کی خاطر مکہ شہر سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اسی تاریخ سے ہجری سن کی ابتدا ہوئی۔

☆13 ستمبر:۔ بزرگوں کا عالمی دن

☆14 ستمبر 1948ء:۔ قائداعظمؒ کی وصیت کے مطابق خواجہ ناظم الدین نے وفات قائداعظمؒ کے 3 دن بعد پاکستان کے دوسرے گورنر جنرل کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

☆15 ستمبر:۔ پاکستان سمیت دنیا بھر میں ''عالمی یوم جمہوریت'' منا کر جمہوریت کی افادیت بیان کی جاتی ہے۔

☆16 ستمبر 1810ء:۔ میکسیکو (MEXICO) کو آزادی کی نعمت حاصل ہوگئی۔

☆17 ستمبر 2013ء:۔ انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیم ''ایمنسٹی انٹرنیشنل'' نے ''ملالہ یوسف زئی'' کو سفیر کے ایوارڈ سے سرفراز کیا۔

☆18 ستمبر 2011ء:۔ پاکستانی کرکٹر یاسر عرفات کی شادی تاریخی کرکٹ گراؤنڈ اوول میں انجام پائی اور تاریخی شادی بن گئی۔

☆19 ستمبر 1955ء:۔ میجر جنرل (ر) سکندر مرزا نے پاکستان کے آخری ''گورنر جنرل'' کا حلف اٹھایا۔ اس کے بعد یہ منصب ''صدر پاکستان'' کی صورت اختیار کر گیا۔

☆20 ستمبر 1996ء:۔ سابق وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کا صاحبزادہ سابق وزیراعظم بے نظیر بھٹو کا بھائی سابق صدر پاکستان آصف علی زرداری کا بردار نسبتی اور موجودہ چیئرمین پی پی پی بلاول زرداری کا ماموں میر مرتضیٰ بھٹو اپنی بہن (بے نظیر) کے دور حکومت میں کراچی میں پولیس مقابلہ میں مارا گیا۔ سندھ اور وفاق میں ان کی کئی دفعہ حکومت آئی لیکن یہ 22 سال کے طویل عرصہ میں اس کے قاتل کا سراغ تک نہیں لگا سکے۔

☆21 ستمبر:۔ پاکستان سمیت دنیا بھر میں ''عالمی یوم امن'' کے طور پر منایا جاتا ہے۔

☆22 ستمبر 2013ء:۔ پشاور شہر (پاکستان) کے چرچ پر خودکش دہشت گردانہ حملہ میں عبادت میں مصروف بہت سے عیسائی جاں بحق ہوگئے۔

☆23 ستمبر 2010ء:۔ امریکہ کی عدالت نے تعصب کی بنیاد پر پاکستان کی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو دہشت گردی کے جھوٹے الزام میں 86 سال کی قید کی سزا سنا دی۔

☆24 ستمبر 1973ء:۔ گنی بساؤ (Guinea Bissau) کو آزادی نصیب ہوئی۔

☆25 ستمبر 1981ء:۔ پاکستان کے نامور سیاستدان چودھری ظہور الٰہی کو قتل کر دیا گیا۔

☆26 ستمبر 2017ء:۔ تحریک پاکستان کی سرگرم خاتون فاطمہ صغریٰ انتقال کر گئیں۔

☆27 ستمبر 2017ء:۔ پاکستان کے سابق وزیراعظم میاں نواز شریف احتساب عدالت میں پیش ہوئے۔ 2 اکتوبر کو فرد جرم لگنے کا فیصلہ سنایا گیا۔ اب اڈیالہ جیل میں ہیں۔

☆28 ستمبر 1993ء:۔ صوبہ پنجاب (پاکستان) کے درویش صفت وزیراعلیٰ غلام حیدر وائیں کو جاگیردار سازشیوں نے قتل کروا دیا۔

☆29 ستمبر 2015ء:۔ پاکستان نے 20-1 کرکٹ میچ میں زمبابوے کو ہرا کے میدان میں ہرا کر سیریز جیت لی۔

☆30 ستمبر 2015ء:۔ اقوام متحدہ کے جنرل کونسل کے اجلاس میں پہلی بار فلسطین کا پرچم لہرایا گیا۔

☆☆☆

بکری کی باتیں سن کر میں حیران ہو رہی تھی کہ.....

عقلمند بکری

ذونیرا بخاری

میں میٹرک کے امتحانات سے فارغ ہوئی تو بوریت اور تنہائی کا شکار تھی۔ اس لیے میرے والدین میرے لیے ایک پیاری سی بکری لے آئے۔ وہ بکری بہت خوبصورت، ذہین اور خوب سیرت تھی۔ اس لیے بہت جلد ہی وہ میری سہیلی بن گئی۔ ہم دونوں گھنٹوں بیٹھ کر ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کیا کرتے۔ بکری بہت اعلیٰ اور متفرق صفات کی حامل تھی۔ ایک دن میں سو کر اٹھی تو دیکھا کہ بکری گھر میں موجود نہ تھی۔ میں نے اسے کافی ڈھونڈا لیکن بے سود۔ پھر اچانک دروازے پہ دستک ہوئی تو میں دروازہ کھولنے چلی گئی۔ چونکہ مَیں گھر پر اکیلی تھی اس لیے بڑوں کی نصیحت یاد آئی کہ دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھ لینا چاہیے کہ باہر کون ہے تاکہ اچانک دروازہ کھولنے پر کسی چور، ڈاکو یا اغوا کرنے والوں کی واردات سے بچ سکیں۔

''کون ہے؟'' میں نے اندر سے پوچھا۔

''میں بکری ہوں آپی! دروازہ کھولیں۔'' باہر سے بکری کی آواز آئی۔ میں نے احتیاطاً کھڑکی سے جھانک کر اطمینان کیا کہ آیا یہ بکری ہی ہے یا کوئی اس کی آواز میں مجھے دھوکا دے رہا ہے۔ اچھی طرح سے اطمینان کرنے کے بعد میں نے دروازہ کھول دیا۔

''یہ آپ نے اچھا کیا آپی کہ دروازہ کھولنے سے پہلے اچھی طرح معلوم کر لیا کہ باہر کون ہے ورنہ آج کل چوروں اور ڈاکوؤں کی وارداتیں عام ہوتی جا رہی ہیں اور خاص طور پر بچے بغیر پوچھے اور اطمینان حاصل کیے اجنبیوں کو گھر کے اندر داخل کر لیتے ہیں، جس سے پھر وہ اور ان کے گھر والے نقصان اٹھاتے ہیں۔ ابھی کل ہی میرے گھر کا دروازہ کھلا رہ گیا تھا تو پڑوسیوں کا ڈنبہ میرا سارا اثاثہ لے گیا۔ اور ڈنبی بھابی میرے میک اپ کی بہت سی چیزیں اپنے پرس میں ڈال کر چلتی بنی۔''

''ہاں بی بکری! جب سے تم نے مجھے سمجھایا ہے میں بغیر معلوم کیے کہ باہر کون ہے دروازہ نہیں کھولتی۔ ویسے یہ تم صبح صبح کہاں غائب ہو گئی تھی؟''۔

''میں نے اور کہاں جانا ہے آپی! بس اپنا داخلہ کسی اچھے سے گوٹ (Goat) سکول میں کروانے گئی تھی۔''

''اس کا مطلب اب تم بھی سکول جاؤ گی؟''۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔

''ہاں تو اور کیا! تعلیم کا حصول تو لازم ہے بھئی۔ تعلیم کے بغیر تو ہم کسی کو نصیحت بھی نہیں کر سکتے اور نہ ہی کوئی ہماری رائے کو اہمیت دے گا۔ ایک عالم کی بات کی اہمیت جاہل سے زیادہ ہوتی ہے۔ اگر آپ تبلیغ بھی کریں تو سامع پر اس بات کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے کہ مبلغ صاحب عالم ہیں یا

نہیں۔''

''ہاں یہ تو تمھاری بات ٹھیک ہے بکری، پھر کروا لیا تم نے داخلہ؟''۔

''نہیں آپی، یہاں تو سکولوں کی فیسیں ہوش اڑا دینے والی ہیں۔ تعلیم و تربیت سے زیادہ وہ باقی فضول چیزوں کو اہمیت دے رہے ہیں، جس کی آڑ میں فیسوں کے نرخ آسمان سے باتیں کرنے لگے ہیں۔ آپ کو یاد نہیں آپ کے ایف سی کالج کے ایک استاد نے اس حوالے سے جو شعر سنایا تھا کہ:

بچوں کی جو فیسیں ہیں
یہ دل سے اٹھتی ٹیسیں ہیں

پھر اس طرح بچوں کے لیے سکول جانا ایک تھکا دینے والا عمل بھی بنتا جا رہا ہے۔ اب ایک ڈھائی یا تین سال کا بچہ جو سکول میں داخلہ لیتا ہے، اسے تو بنیادی چیزیں سکھانی چاہئیں اور اس کی تربیت پر توجہ دینی چاہیے نہ کہ اسے اور فضولیات اور بھاری قسم کے بستوں میں الجھا دینا چاہیے۔''

''ہاں صحیح کہہ رہی ہو تم بکری۔ میرے سکول کے زمانے میں تربیت کا ابھی اتنا فقدان نہیں تھا، جتنا آج ہو گیا ہے۔'' میں نے افسوس سے کہا۔

''اس لیے مجبوراً میں اپنے لیے کتابیں لے آئی ہوں کہ کچھ نہ کچھ علم تو آ جائے۔''

''یہ تو تم نے بہت اچھا کیا، لیکن صرف دو کتابیں کیوں لائی ہو؟ زیادہ ساری لانی تھیں۔''

''آپی! آپ لوگوں کی طرح ہمارے ہاں بھی کورس کی کتابوں کے علاوہ بچوں کا ادب بہت محدود ہے۔ بچوں کے بارے میں بہت کم لوگ لکھتے ہیں۔ اس لیے میں ادب اطفال سے خاطر خواہ استفادہ نہیں کر سکتی۔'' بکری نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''حالانکہ بچوں کا ادب بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ یہی عمر تو اصل تربیت کی ہوتی ہے۔ بچے جو پڑھتے ہیں وہ ان کے دل میں اترتا ہے اور ذہن پر نقش ہو جاتا ہے۔ اس لیے بچوں کے ادب پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

''آپ صحیح کہہ رہی ہیں آپی! آپ بھی تو لکھاری ہیں، آپ بھی تو بچوں کے لیے کچھ لکھا کریں۔ میری اپنی امی بھی ماہ نامہ ''گھاس'' ہری پور، کے لیے ہر بار ایک نئی کہانی بھجواتی ہیں اور شاید آپ کو پتہ ہی ہو کہ میری پھپھو کے لکھے ہوئے ایک ناول ''باجرے سے مکئی تک'' کی، حیوانی ادبی حلقوں میں بڑی دھوم ہے۔ مجھے فخر ہے کہ ہمارا سارا خاندان ہر ہفتے ''ٹاک ٹی ہاؤس'' میں باقاعدہ شرکت کرتا ہے۔

''واہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ اب سے میں بھی ضرور بچوں کے لیے کوئی کہانی اور مضمون لکھا کروں گی۔ میں بھی اب تک حیران تھی کہ تمھیں یہ دانائی کی باتیں کون سکھاتا ہے؟''۔

PakiBooks.Site

''اصل میں آپی آپ انسان لوگ تو زندگی کی مصروفیات، سائنس ٹیکنالوجی کی ایجادات اور پیسے کی دوڑ میں گم ہو گئے۔ جس کی وجہ سے آپ لوگوں کے بچے وقت سے پہلے ہی بڑے ہو گئے ہیں۔ لیکن شکر ہے کہ یہ خرافات ابھی ہم غریبوں تک نہیں پہنچیں۔ ہم اب بھی پرانے زمانوں کی طرح مل جل کر رہ رہے ہیں۔ ایک دوسرے کا دکھ سکھ بانٹتے ہیں، ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، جو مل جائے اس پر اکتفا کر کے اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ بڑوں کی عزت کرتے ہیں اور چھوٹوں کا احترام کرتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم قدرت کے نظاروں کے بہت قریب رہے ہیں۔ ان درجنوں، پھولوں، پودوں، ہریالیوں، پہاڑوں، ندیوں، بادلوں کو ہر وقت بہت قریب سے محسوس کرتے ہیں۔ قدرتی غذائیں کھاتے ہیں۔

قدرت کے اُن نظاروں میں ہمیں خدا کا عکس نظر آتا ہے جو ہمیں خدا سے قریب رکھتا ہے۔ آپ انسان لوگ تو اپنے کمروں، دفتروں اور آرام گاہوں میں مقید ہو گئے ہو۔ کئی کئی دنوں تک آپ آسمان کی شکل تک نہیں دیکھتے۔ آپ کے پاس ایک دوسرے کے لیے وقت نہیں ہے۔ بچے اور بڑے ایک دوسرے کی برابری پر اتر آئے ہیں۔ سکول بھی جاہ و مرتبہ کی علامت بن گئے ہیں۔ نصیحت کرنے والوں کو آپ برا سمجھتے ہیں۔ اعلیٰ اقدار آپ کے معاشرے میں تیزی سے زوال پذیر ہو رہی ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہم لوگ ان سب خرافات سے دور ہیں۔''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو بکری! تم نے تو آج میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ زندگی کی بھاگ دوڑ میں ہم اخلاقیات اور اعلیٰ اقدار سے واقعی دور ہوتے جا رہے ہیں۔''

''دیکھیں آپی! میری دادی اماں کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے رزق تو قسمت میں جتنا لکھ دیا، اتنا مل ہی جائے گا۔ اس کی بھاگ دوڑ میں ہمیں اخلاقیات کو تو نہیں بھلا دینا چاہیے نا۔''

''بالکل ٹھیک بات کہی تم نے بکری! مَیں نے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔''

''آپی بھوک لگ رہی ہے، آپ نے آج کھانے میں کیا بنایا ہے؟''

''ابھی تو میں سو کر اٹھی تھی۔ کچھ نہیں بنایا۔ چلو آؤ باہر سے کچھ منگوا لیتے ہیں۔''

''نہیں آپی! روز روز باہر کا کھانا مناسب نہیں۔ اس طرح ہم صحت اور برکت دونوں سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ چلیں ہم دونوں کچھ اچھا سا پکاتے ہیں ورنہ آج آپ بھی میرے ساتھ گھاس اور گنڈیریوں کی کھچڑی پہ گزارہ کریں۔''

بکری شرارت سے یہ کہتے ہوئے باورچی خانے کی جانب چل پڑی۔

☆☆☆

خواہش

محمد علی اکبر

کاشف سکول سے گھر آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کے ابو انتہائی دکھی اور پریشان ہیں۔ کاشف کے پوچھنے پر وہ بتانے لگے کہ بیٹا عرصہ پہلے نہر کے کنارے بہت سے درخت تھے۔ یہ میدان ہرا بھرا تھا لیکن آہستہ آہستہ لوگوں نے درخت کاٹنے شروع کر دیے اور اس جنت جیسے علاقہ کو ویران کر دیا۔ آج سے تقریباً چند سال پہلے یہاں نہر کے کنارے میلوں دور دور تک سرسبز بلند اور بلند و بالا درخت تھے جن کے اوپر خوبصورت پرندوں کے گھونسلے تھے۔ نہر کے شفاف پانی میں جب ان درختوں کا عکس نظر آتا تو دیکھنے والوں کو خوب بھاتا۔ دیکھنے والا اس منظر میں اس طرح کھو جاتا کہ اسے دنیا و مافیاء کی خبر نہ رہتی۔

درختوں کی شاخیں ہوا کی مستی کے ساتھ پانی کی سطح پر جھولتی رہتیں اور ان پر پرندے آ کر چہچہاتے رہتے۔ گرمیوں کے دنوں میں لوگ دھوپ سے بچنے کے لیے درختوں کا سہارا لیتے اور آپس میں گھنٹوں باتیں کرتے۔ بچے درختوں کے سائے تلے کھیلتے رہتے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ کھیلتا تھا بیٹا، مگر یہ خوشحال علاقہ اب سنسان ہو گیا ہے، نہ کوئی درخت ہے، نہ صاف فضاء، اور نہ ہی پرندوں کی چہک رہی..... بیٹا کاش دوبارہ یہ علاقہ اپنی کھوئی ہوئی خوبصورتی حاصل کر سکے''۔ کاشف کے ابا نے اس کو تمام صورتحال سے آگاہ کیا اس کے ابا کی خواہش تھی کہ تمام معاملات پہلے جیسے ہو جائیں۔

کاشف ابا کی خواہش کو پورا کرنا چاہتا تھا مگر اس کے پاس کچھ نہ تھا، وہ کر بھی کیا سکتا تھا، ابھی تو وہ ساتویں کلاس کا طالب علم تھا۔ کاشف سکول سے چھٹی کے بعد گھر آتا تو نہر کے کنارے چلا جاتا۔ نہر کے کنارے چلتا رہتا اور سوچتا رہتا کہ کس طرح اس پر دوبارہ درخت ہوں اور یہ علاقہ پھر سے خوب صورت بن جائے۔

سکول کے بعد نہر پر جانا کاشف کا معمول بن چکا تھا۔ کاشف اس علاقہ کو دوبارہ آباد کرنا چاہتا تھا، اس کے پاس اتنے پیسے نہ تھے کہ وہ پودے خرید سکے۔ مگر وہ ہمت ہارنے والوں میں سے نہ تھا۔ کاشف نے جیب خرچ میں سے پیسے جمع کرنے شروع کر دیے۔ چند دنوں بعد کاشف کے پاس تھوڑے بہت پیسے جمع ہو گئے تو کاشف سکول سے گھر آتے ہوئے نرسری سے ایک پودا خرید لایا اور نہر کے کنارے لگا دیا اسی طرح کاشف تھوڑے تھوڑے پیسے جمع کرتا اور نیا پودا نہر کے کنارے لگا دیتا۔ نہر کنارے دوبارہ سے پودوں کی رونق بحال ہونے لگی۔ کاشف ایسے پودے خرید کر لاتا جو لمبے عرصے تک زندہ رہ سکتے ان میں ایسے پودے بھی تھے جو سایہ دار درخت بن سکتے تھے۔ کاشف پودوں کو اس ترتیب کے ساتھ لگاتا کہ ہر پودے کا دوسرے پودے سے درمیانی فاصلہ کم از کم بیس فٹ کا ہوتا۔ کاشف کی محنت دیکھ کر قدرت نے اس کی محنت کا پھل دے دیا۔ کاشف کے اس جذبہ کو دیکھ کر اور بھی بہت سے لوگ پودے لگانے کی مہم میں شامل ہو گئے۔ آہستہ آہستہ پودے پروان چڑھنے لگے اور یہ علاقہ دوبارہ ہرا بھرا ہو گیا۔ اب نہر کے کنارے لوگوں کا رش روز بروز بڑھنے لگا۔ لوگ سیر کرنے کے لیے نہر کے کنارے چلے آتے اور دیر تک ایک دوسرے سے باتیں کرتے۔ کاشف کو بھی نہر کے کنارے کے ساتھ ساتھ چلنے میں مزہ آتا۔ کبھی وہ کسی درخت کے سایہ میں بیٹھ کر پڑھنے لگتا تو کبھی گنگنانے لگتا۔ اس کے ابا کی خواہش پوری ہو چکی تھی۔

دو سال بعد کاشف کے ابا پاکستان آئے تو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ان کے بیٹے نے ان کی خواہش کس طرح دل لگی اور محنت سے پوری کی۔ سچ ہے اگر انسان محنت کرے تو اسے محنت کا پھل ضرور ملتا ہے۔

لہٰذا آپ بھی اپنے اردگرد موجود پودوں اور درختوں کی نا صرف حفاظت کریں بلکہ نئے پودے بھی لگائیں تا کہ ہمارا ملک صاف ستھرا اور خوبصورت رہے۔

☆☆☆

تو آپ نے بھی اپنے وطن کی آزادی کی خاطر کانگریس کا بھرپور ساتھ دیا۔ انگریز حکومت نے آپ کو 9 ماہ کیلئے جیل بھیج دیا لیکن جیل میں قید نے آپ کے جوش اور ولولے کو کم کرنے کی بجائے اور بڑھا دیا۔ آپ آزاد ہوئے تو اور بڑھ چڑھ کر تحریک آزادی کیلئے کام کرنے لگے۔ 1937ء میں آپ نے کانگریس کو چھوڑ دیا اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر مسلمانوں کی بھلائی کیلئے اور بھی زیادہ جوش اور جذبے سے کام کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے اپنے خلوص اور صلاحیتوں سے بہت جلد مسلم لیگ میں جگہ بنالی اور قائداعظمؒ کے بااعتماد ساتھیوں میں شمار ہونے لگے۔ قائداعظمؒ کو آپ پر اس قدر بھروسہ تھا کہ وہ اہم مشوروں میں آپ کو شامل

تحریک آزادی کے عظیم رہنما سردار

رقیہ حافظ

سردار عبدالرب نشتر 1899ء میں پشاور کے ایک معزز تعلیم یافتہ دین دار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ماں باپ نے نام عبدالرب رکھا۔ ابتدائی تعلیم پشاور میں حاصل کی۔ بی اے کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا۔ کالج کے زمانے میں شعر و شاعری کا شوق ہوا تو اپنے لئے نشتر تخلص پسند کیا جو نام کا جزو بن گیا۔ قوم پورے احترام اور خلوص سے انہیں سردار عبدالرب نشتر کے نام سے یاد کرتی ہے۔

1923ء میں آپ قانون کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ چلے گئے۔ تعلیم کی تکمیل پر پشاور آئے اور وکالت شروع کر دی۔ اپنے پیشے سے لگن اور خلوص کی وجہ سے بہت جلد آپ کا شمار پشاور کے ممتاز وکیلوں میں ہونے لگا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب برصغیر کے لوگ انگریزی راج کے خلاف تحریک چلا رہے تھے اور وطن کی آزادی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس وقت صوبہ سرحد میں کانگریس کا بڑا اثر تھا۔ چنانچہ آپ بھی وطن کی آزادی کی خاطر اس جماعت میں شامل ہو گئے۔ جب کانگریس میں انگریزوں کی حکومت سے آزادی حاصل کرنے کیلئے حکومت کے خلاف تحریک شروع کی رکھتے تھے۔

14 اگست 1947ء کو جب پاکستان وجود میں آ گیا تو قائداعظمؒ آزاد ملک پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے اور عبدالرب نشتر دستور ساز اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے اپنی خدمات سرانجام دینے لگے۔ آپ نے مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ مل کر اسمبلی میں قرارداد مقاصد پاس کروائی جو آج بھی آئین پاکستان کا حصہ ہے۔

سردار عبدالرب نشتر 1948ء میں پنجاب کے گورنر بنے تو آپ نے گورنر ہاؤس کے دروازے عوام کیلئے کھول دیئے۔ اس طرح ایک عام شہری کو بھی بلا کسی روک ٹوک گورنر تک پہنچنے کی اجازت تھی۔ آپ عوام کی شکایت خود سنتے اور موقع پر فیصلہ فرما دیتے۔ لوگ آج بھی آپ کے مثالی دور کو یاد کرتے ہیں تو دلوں سے دعائیں نکلتی ہیں۔ سردار عبدالرب نشتر کو اردو زبان سے بہت محبت تھی اور آپ اردو کے قادرالکلام شاعر تھے۔ آپ نے غزل نظم اور نعت گوئی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ آخر کار ملک و قوم کا یہ مخلص رہنما 14 فروری 1958ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ آپ اپنے عظیم قائدؒ کے مزار کے احاطے میں آسودۂ خاک ہے۔

☆☆☆

معلومات قائداعظمؒ

☆.....قائداعظمؒ کی والدہ کا نام مٹھی بائی تھا۔
☆.....آپ کی مادری زبان گجراتی اور آبائی وطن گجرات کاٹھیاوار ڈ تھا۔
☆.....''جناحؒ'' گجراتی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے ''دبلا پتلا''۔
☆.....آپ چار بہنیں اور چار بھائی تھے۔
☆.....آپ نے دو شادیاں کی تھیں۔ آپ کی بیویوں کے نام رتن بائی، ایمی بائی تھے۔
☆.....فریڈرک راک کے مشورے سے آپ کو لندن بھیجا گیا۔
☆.....اعتدال پسند ہندو رہنما گوکھلے نے آپ کو ہندو مسلم اتحاد کا سفیر قرار دیا۔
☆.....محمد علی جوہر اور وزیر علی نے آپ کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کا مشورہ دیا۔
☆.....قائداعظمؒ کو قیام پاکستان پر امریکی صدر ہنری ٹرومنٹ نے مبارک باد دی۔
☆.....آپؒ قیام پاکستان کے بعد 13 ماہ زندہ رہے۔

اخلاق کی قید

سمیع اللہ شاہ

ایک مرتبہ لوگوں نے کسی دانا سے کہا: ''کل فلاں شخص آپ کے بارے میں ایسی ایسی بری باتیں کہہ رہا تھا جو آپ کو سخت بدنام کرنے والی ہیں''

دانا نے جواب میں ان سے کہا: تم لوگ تو مجھ سے اچھی طرح واقف ہو، کیا تمہیں یقین آسکتا ہے کہ وہ درست ہیں؟؟ لوگوں نے کہا: ہرگز نہیں، لیکن ہر شخص تو اس بات سے واقف نہیں کہ اس کے سچ اور جھوٹ میں تمیز کر سکے۔ دانا نے کہا: میں حاکم نہیں کہ اس کو سزا دے سکوں، پس کوئی اور تدبیر ہی مناسب ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ بدزبان آدمی اس محفل میں پہنچ گیا۔

دانا نے اسے چادر پر بڑے ادب اور احترام کے ساتھ بٹھایا، اسے پنکھا جھلوایا، شربت پلوایا حتیٰ کہ اس کی خوب حاطر تواضع کی، اس کی مہمان نوازی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جب وہ آدمی بہت خوش ہو کر چلا گیا تو اس پر ان لوگوں نے دانا سے کہا: ''تم نے یہ کام بالکل عقل کے خلاف کیا کہ اس بدزبان آدمی کی اتنی مہمان نوازی کی، حالانکہ وہ آپ کی نسبت بری باتیں کیا کرتا ہے''

دانا نے بڑے احترام کے ساتھ عرض کیا: تم لوگ سمجھے نہیں کہ میں نے کسطرح اس کے دل کو اخلاق کے جیل خانے اور اس کی زبان کو ادب کی زنجیر میں قید کر لیا ہے۔ یہ پکڑ دو تین ملاقاتوں میں اور بھی مضبوط ہو جائے گی جس کے بعد اسے کسی بھی کے خلاف بری باتیں کہنے کی کبھی ہمت نہیں رہے گی

اخلاق ہی وہ بہترین چیز ہے جس پر ہمارے پیارے نبیؐ نے اپنے دشمنوں اور مکہ کے مشرکین کو صحابہ کرامؓ میں بدل ڈالا۔

اخلاق کے دائرے میں رہو کیونکہ یہ وہ ہیرا ہے جو ہر پتھر کو کاٹ سکتا ہے۔ اخلاق ہی دشمن کو دوست میں بدل دیتا ہے۔

اخلاق کے بارے میں حدیث شریف کا مفہوم کچھ یوں ہے: ''تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

☆☆☆

PakBooks.Site

اس کا طیارہ تباہ ہوگیا تھا اور وہ شدید زخمی تھا۔۔۔۔

دشمن ہوا باز

انتخاب: محمد اقبال گلشن

دنیا سو رہی تھی اور شیطان اپنے مکروہ فریب کا جال بن رہا تھا۔ رات کی تاریکی اس کی سیاہ کاریوں کے لیے پردہ تھی۔ وہ طلوعِ سحر سے پہلے پہلے کسی بڑے منصوبے کو بروئے کار لانا چاہتا تھا۔ رات پچھلے پہر میں داخل ہوگئی۔ بے شمار مسلح فوجیں اٹھیں، آہستہ آہستہ بڑھیں اور چوروں کی طرح پاکستان کی سرزمین میں داخل ہوگئیں۔ ٹینک آگ اگلنے لگے، توپیں گولے داغنے لگیں، بندوقیں گولیاں برسانے لگیں۔ سوئے ہوئے نہتے دیہاتی ہڑبڑا کر اٹھے۔ لاہور کو پناہ گاہ تصور کرتے ہوئے سب نے ادھر ہی کا رخ کیا۔

پاکستان کی سرحدوں کے محافظوں نے حملہ آوروں کو روکا۔ صبح ہونے تک سارے پاکستان میں شور مچ گیا کہ لڑائی چھڑ گئی ہے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ یہ 6 ستمبر 1965ء کی صبح تھی۔ بھارتی جنگی طیارے ہمارے نہتے شہریوں، بے خبر دیہاتیوں پر بموں کا مینہ برسانے لگے۔ پاکستان کے شہبازوں نے بھی جوابی کارروائی شروع کی اور جنگ کی ہولناکیاں زمین اور فضا پر مسلط ہوگئیں۔

اسی دوران میں ایک بھارتی طیارہ ایک پہاڑی کے دامن میں گرا۔ اس علاقے میں درختوں کی کثرت تھی۔ گھاس نے زمین پر زمرد کا فرش بچھا رکھا تھا۔ آبادی بہت کم تھی۔ زمین کی اونچی نیچی سطح پر کہیں کہیں کوئی جھونپڑی یا کچا مکان دکھائی دے جاتا تھا۔

بھارتی طیارے کے ہوا باز نے جہاز میں سے شعلے نکلتے ہوئے دیکھے، تو اپنے بچاؤ کے لیے نیچے چھلانگ لگا دی، مگر پیراشوٹ ٹھیک سے کھل نہ سکا اور وہ لڑھکنیاں کھاتا ہوا اس پہاڑی کے دامن میں ایک جھاڑی کے قریب آگرا۔ اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی تھی اور ایک بازو بھی بیکار ہوگیا تھا۔ وہ گرتے ہی بے ہوش ہوگیا۔

طیارہ اس سے کچھ فاصلے پر گرا اور جل کر راکھ ہوگیا۔ طیارہ گرنے سے زوردار دھماکہ ہوا، جنگل کی خاموشی ٹوٹ گئی اور غریب کے ایک مکان کی پرانی دیواریں گر گئیں۔ یہ مکان ایک غریب کسان کا تھا۔ اس کے بیوی بچے گھبرا گئے۔ بیوی نے کہا: ''ہائے اللہ!..... یہ کیا ہوا؟ کیا جنگ اس ویرانے میں بھی پہنچ گئی؟''۔

کسان نے بیوی کو تسلی دیتے ہوئے کہا: ''اگر موت آگئی ہے، تو بھاگ کر کہاں جائیں گے؟..... آؤ دیکھیں تو سہی کہ آخر ہوا کیا؟ اور کہاں ہوا؟''۔

غرض، وہ میاں بیوی اپنے بڑے بیٹے کے ساتھ اس آواز کے رخ پر چلے اور تھوڑی ہی دیر میں اس جلے ہوئے طیارے تک پہنچ گئے۔

''اتنا بڑا طیارہ اور جلا ہوا.....!'' کسان نے قریباً چیختے ہوئے کہا، ''بس، یوں سمجھو کہ یہ بھی دشمن کی لاش ہی ہے۔ ہمارے شہبازوں نے اسے مار گرایا ہوگا''۔ اس نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے گویا چلا کر کہا..... ''مگر دشمن ہوا باز کہاں گیا؟''۔

بیوی نے کہا: ''جل گیا ہوگا کمبخت..... ظالم نے ظلم کا بدلہ پالیا..... وہاں تو جلنا ہی تھا، یہاں بھی جل کر ہی مرا!''۔

میاں نے کہا ''طیارے کے اندر جلتا، تو کم سے کم جلی ہوئی لاش تو دکھائی دیتی، یہاں تو ہڈی تک کا نام و نشان نہیں..... میرا خیال ہے، وہ جلا نہیں ہوگا، شاید مرا بھی نہ ہو، ضرور کہیں کود گیا ہوگا..... یہ ہوا باز چھتری جیسی ایک چیز کے ذریعے سے ضرورت کے وقت چھلانگ بھی لگا دیتے ہیں۔ آؤ، ذرا ادھر اُدھر دیکھیں تو سہی۔''

تینوں نے ادھر ادھر تلاش شروع کردی۔ ایک جھاڑی کے قریب سے گزرے تو کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ آواز کے رخ پر چلے تو کچھ ہی فاصلے پر ہوا باز کو اوندھے منہ پڑا ہوا پایا۔

''زندہ ہے ظالم!..... تڑپ تڑپ کر مرے گا..... مرنے دو، دشمن کو..... آؤ گھر چلیں اور گری ہوئی دیوار کو ٹھیک کریں۔'' کسان نے کہا، لیکن ابھی قدم اٹھنے نہ پائے تھے کہ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس کے سینے میں ایک مسلمان کا دل تھا، جو چپکے چپکے اس سے

کہہ رہا تھا: ''بے شک یہ دشمن تو ہے، مگر اس وقت بے بس ہے۔ مرتے کو مارنا یا مرنے دینا مسلمان کی شان کے خلاف ہے..... اور ہمیں تو دشمن پر بھی رحم کرنے کا حکم ہے۔ انسانیت کا تقاضا یہی ہے کہ اس بے بسی کی حالت میں اس کی مدد کی جائے۔ اس کی زندگی کو بچانے کی کوشش کی جائے..... انسانیت تو دوست اور دشمن میں تمیز نہیں کرتی۔ اس وقت اس دشمن کی خدمت کرنا انسانیت کی خدمت کرنا ہے..... اور ہمارا دین ہمیں یہی سکھاتا ہے۔''

اتنے میں کسان کے بیٹے نے کہا..... ''اس دشمن کی موت پر ہمیں ایسی خوشی ہونی چاہیے، جیسی اس جلے ہوئے جہاز کو دیکھ کر ہو رہی ہے..... پڑا رہے یہیں مردار، گیدڑ اور بھیڑیے اس کی لاش کو چیریں، نوچیں، بھنبھوڑیں اور مزے اڑائیں.....!''۔

وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ باپ نے ایک بدلے ہوئے لہجے میں کہا..... ''یہ دشمن ہے، مگر انسان بھی تو ہے..... اس وقت اس کی حالت تو دیکھو، اس وقت یہ دشمن ہے نہ کچھ اور..... صرف ایک اَدھ موا انسان ہے..... کیا تم نے رحم دل آدمی اور کتے والی حکایت نہیں سنی؟''۔

بیٹے نے کہا: ''آپ سنا دیں نا ہمیں!''۔

باپ نے کہا..... ''ایک شخص جنگل میں سے گزر رہا تھا کہ اس کی نظر ایک کتے پر پڑی، جو کنویں کے کنارے پر پڑا ہوا تھا۔ پیاس کے مارے زبان منہ سے نکلی ہوئی تھی۔ راہگیر کو اس پر رحم آیا، مگر کنویں میں سے پانی نکالنے کے لیے وہاں ڈول نہ تھا اور نہ رسی ہی تھی۔ اس نے اپنے سر سے پگڑی اتاری۔ کلاہ کو ڈول بنا کر اس سے باندھا، کنویں میں ڈالا، پانی نکالا اور کتے کے آگے رکھ دیا۔ کتے نے پانی پیا، تو اس میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ اٹھا اور دم ہلا ہلا کر گویا اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنے لگا..... تو کیا ہم اس انسان کو کتے سے بھی کم تر خیال کریں اور اسے سسکتا ہوا چھوڑ دیں؟۔ اس وقت انسانیت کی خدمت کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنی چاہیے۔''

کسان کی بیوی اور بیٹے پر ان باتوں کا اثر ہوا۔ تینوں نے اس نیم مردہ دشمن ہوا باز کو اٹھایا اور بڑی مشکل سے اپنے گھر تک لے آئے۔ چند قطرے پانی کے اس کے حلق میں ٹپکائے، تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ بیوی نے جلدی سے چائے کی پیالی تیار کر کے اسے پلائی۔ وہ اس نے جوں توں پی لی، مگر پھر بے سدھ ہو کر لیٹ گیا۔

کسان نے اپنی بیوی سے کہا..... ''ہماری فوج یا پولیس گرے ہوئے طیارے کو دیکھنے ضرور آئے گی۔ ہوا باز کو وہاں نہ پایا، تو اس کی کھوج میں لگ جائے گی۔ ہم انسانیت کی خدمت کے لیے اسے یہاں لے آئے ہیں، مگر کہیں پکڑے ہی نہ جائیں!''

بیوی نے کہا..... ''واہ! اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے؟..... ہمارے فوجی اور پولیس والے بھی تو مسلمان ہیں۔ وہ بھی اس اسلامی ملک کے رہنے والے ہیں اور انسانیت کا احترام ان کے دلوں میں ہماری نسبت کچھ زیادہ ہی ہوگا۔''

میاں بیوی میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ پولیس وہاں پہنچ گئی..... طیارہ جلا ہوا تھا۔ مگر ہوا باز کا کہیں پتہ نہ تھا..... تلاش کرتے کرتے وہ لوگ جلد ہی کسان کے گھر تک پہنچ گئے۔

انہوں نے کسان سے پوچھا..... ''وہ خود کہیں نہیں چھپا، وہ میرے گھر کے اندر بے ہوش پڑا ہے۔ ہم اسے اٹھا کر یہاں لے آئے ہیں۔''

پولیس نے ہوا باز کو وہاں سے اٹھا کر جیپ میں ڈالا اور ہسپتال پہنچا دیا۔ وہاں ڈاکٹروں نے اس کا فوری طور پر علاج شروع کر دیا۔ اس ہسپتال میں جنگ میں پکڑے جانے والے اور بھی بہت سے زخمی دشمنوں کا علاج ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد دشمن ہوا باز کو ہوش آ گیا۔

اس نے حیرانی سے اِدھر اُدھر نگاہ ڈالی۔ بہت سے زخمی بستروں پر پڑے کراہ رہے تھے۔ مسلمان نرسیں اور ڈاکٹر بڑی دلسوزی اور محنت سے ان کی دیکھ بھال میں مصروف تھے..... گویا وہ سب زخمی دشمن ہیں، بلکہ ان کے اپنے ہی عزیز ہیں!

وہ حیران تھا کہ مسلمان عجیب قوم ہیں..... میدان جنگ میں دشمن اور ہسپتال میں غم خوار و غم گسار!

اس نے تو یہی کچھ سنا اور سیکھا تھا کہ ''مسلمان پر کبھی رحم نہ کرو۔ ہمسایہ مسلمانوں کو خوب تنگ کرو..... انہیں اتنا کمزور کر دو کہ آزادی کا خیال بھی ان کے ذہن میں باقی نہ رہے..... اور..... دشمن کو ختم کر دینا ہی بہتر ہے۔''

اسے یاد تھا کہ ہندو ''کالی ماتا'' کے قدموں میں دوسرے مذاہب کے بے گناہ لوگوں کا خون بہا کر دیوی کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اپنے سوا باقی سب کو اَچھوت سمجھتے ہیں۔

اسے معلوم تھا کہ اس کے ملک نے پاکستان پر رات کے اندھیرے میں حملہ بھی اسی نیت سے کیا تھا کہ پاکستانی مسلمانوں کا خون بہایا جائے اور پورے برصغیر پر اپنا تسلط قائم کر لیا جائے۔

وہ دیر تک سوچتا رہا۔ اسے حیرت تھی کہ مسلمانوں کے بارے میں اسے جو کچھ بتایا گیا تھا، وہ کس قدر غلط تھا!..... ان کے حسن سلوک نے اس کی آنکھوں پر پڑے ہوئے تعصب کے پردے کو چاک کر دیا تھا۔ پھر اسے خیال آیا کہ دشمن کا عالی ظرف ہونا بھی تو ممکن ہے، بشرطیکہ انسانیت کا احترام کرنا جانتا ہو۔

اگلی صبح تک وہ اسی اُدھیڑ بُن میں رہا۔ پھر اس نے دیکھا کہ ہسپتال میں تندرست مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کا ایک ہجوم سا جمع ہو گیا..... یہ سب پاکستانی مسلمان تھے، جو زخمیوں کے لیے خون کا عطیہ دینے آئے تھے۔ ان کے جسموں سے لیا گیا خون صرف مسلمان زخمیوں ہی کے لیے نہ تھا، بلکہ ہر زخمی انسان کے لیے تھا۔ اتنے میں ہندو زخمیوں کی آہیں اور کراہنے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ مسلمان ڈاکٹر انہیں دیکھ رہے تھے اور نرسیں ان کو دوائیں پلا رہی تھیں۔ ٹیکے لگائے جا رہے تھے۔ کمزور زخمیوں کو مسلمانوں کے، رضا کارانہ دیئے گئے خون کی بوتلیں لگائی جا رہی ہیں..... ساتھ ساتھ ان کی دلجوئی بھی کی جا رہی تھی۔

ان میں سے بعض کے چہروں پر وحشت کے آثار دیکھ کر بڑے ڈاکٹر نے کہا..... ''تم حیران کیوں ہو رہے ہو؟ بے شک تم میدان جنگ میں ہمارے دشمن تھے، مگر یہ میدان جنگ نہیں، ہسپتال ہے۔ یہاں تمہاری حیثیت صرف مجبور اور بے وطن انسانوں کی ہے، اور انسانیت کا احترام ہمارے نزدیک فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ ہم اپنے بھائی بہنوں کے خون سے تمہارے جسم کو توانائی دیں گے۔''

آخر جنگ ختم ہو گئی۔ زخمی دشمن تندرست ہو چکے تھے۔ وہ اپنے وطن واپس چلے گئے۔ ان کے ساتھ ہی وہ ہوا باز بھی اپنے وطن روانہ ہو گیا۔ یہ واقعہ برسوں پرانا ہو چکا ہے، مگر احترامِ آدمیت کا جو نمونہ دشمن ہوا باز نے یہاں دیکھا تھا، اس کی یاد شاید اب بھی اس کے دل میں تازہ ہو۔

(بحوالہ: جماعت ہشتم پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ۔ لاہور)

☆☆☆

پروفیسر ملیڈیا فاور۔ رومانیہ
پروفیسر آف سائیکوتھراپی اینڈ کونسلنگ

تمام پاکستانی بچوں کے لیے میری دعا ہے کہ
آپ کو اعلیٰ مقام اور علم حاصل ہو
اور آپ انسانیت اور خدا کے لیے برحق ثابت ہوں۔

Malidia
09-08-2018

پروفیسر ڈاکٹر فرخندہ منظور
لاہور
سربراہ شعبہ نفسیات
لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی
(سابق وائس چانسلر)

پاکستان کے پیارے بچو بعد آپ
پر فخر ہے میں آپ سب کو پیغام
دینا چاہتی ہوں کہ اپنے پیارے
وطن سے پیار کریں اور
محنت کو اپنائیں

Farrukhanzoor.

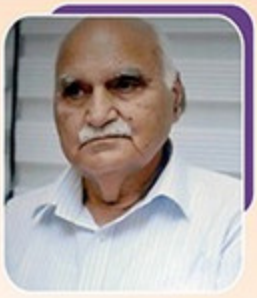

جمیل یوسف۔ اسلام آباد
شاعر۔ دانشور

جو ہو سکے تو اِسے حرزِ جاں بنا اے دوست
نہیں ہے دہر میں دولت کوئی، سخن کی سی

جمیل یوسف

یکم ستمبر 2018ء

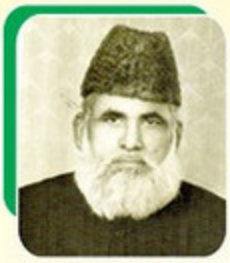

ملک محمد ایاز۔ لاہور
دانشور، مصنف اردو، پنجابی کتب

سب اپنے خیالوں کے مقابر میں پڑے ہیں
دے کس کی صدا کوئی یہاں کس کو پکارے
اے ابرِ ترے غم کی خبر دیں گے ہوائیں ہم
یہ ڈھلتا ہوا چاند یہ بجھتے ہوئے تارے

16.8.2018

PakiBooks.Site

فرح اکرم

قارئین کی منتخب تحریروں سے سجا رنگ رنگ سلسلہ

(نوٹ: اپنی تحریریں کاغذ کے ایک طرف اور برائے رنگ کاغذ پر صاف واضح لکھ کر بھیجا کریں)

دلچسپ معلومات اور رنگا رنگ تحریروں کا گلدستہ

نوٹ

پھول ساتھی کہکشاں کے لئے ہی معلومات، اقوال، کتابوں سے اقتباسات بھجوائیں۔ بار بار پرانی تحریریں بھجوانے سے گریز کریں۔ ورنہ۔۔۔۔ ہم وہی شائع کر دیں گے

مہکتے اقوال

O.....اپنے گناہوں کا احساس ہی توبہ ہے۔

O.....اگر آپ کا دل حسین ہے تو آپ بھی حسین ہیں۔

O.....وقت انسان کو وہ سبق سکھاتا ہے جو استاد بھی نہیں سکھا سکتا۔

O.....کسی کا راز چھپانا دانائی ہے۔

O.....گناہ کے بعد ندامت بھی توبہ کی شاخ ہے۔

(سحر ماہ نور، شیخوپورہ)

ماں کی ممتا ایک انمول نعمت

O ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔ (حدیث نبوی)

O محبت کی ترجمان کرنے والی کوئی چیز ہے تو وہ پیاری ماں ہے۔ (شیخ سعدیؒ)

O ماں کا ایسا پیار ہے جو کسی کے سیکھنے اور بنانے کا نہیں۔ (حکیم لقمان)

O ہمیشہ ڈرو کہ ماں نفرت فریاد سے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے۔ (بوعلی سینا)

O ماں کی محبت حقیقت کی آئینہ دار ہے۔ (مولانا حالی)

O مجھے پھول اور ماں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ (نادر شاہ)

O سخت سے سخت دل کو ماں کی پرنم آنکھوں سے موم کیا جاسکتا ہے۔ (علامہ اقبالؒ)

O میں زندگی کی کتاب میں ماں کے سوا کسی کی تصویر نہیں دیکھتا۔ (ڈاکٹر ایوگو)

O بچے کیلئے سب سے اچھی جگہ ماں کا دل ہے خواہ بچے کی عمر کتنی ہو۔ (شیکسپیئر)

O دنیا کی بہترین موسیقی ماں کی لوری کی آواز ہے۔ (جان نڑاویلا)

O اس وقت کو یاد کرو جب تم مجبور تھے اور تمہاری ماں کی نگاہیں تمہیں پیار سے دیکھتی تھیں۔

(ثروت یعقوب، لاہور)

خلیفہ وقت حضرت عمرؓ کا خوف

☆.....حضرت عمر فاروقؓ کی بیوی (عاتکہ) کہتی ہیں کہ عمرؓ بستر پر سونے کیلئے لیٹتے تو نیند ہی اڑ جاتی تھی۔ بیٹھ کر رونا شروع کر دیتے تھے۔ میں پوچھتی تھی ''اے امیر المومنین کیا ہوا؟''۔

وہ کہتے تھے ''مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کی خلافت ملی ہوئی ہے اور ان میں مسکین بھی ہیں، ضعیف بھی ہیں، یتیم بھی ہیں اور مظلوم بھی، مجھے ڈر لگتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ سے ان سب کے بارے میں سوال کریں گے۔ مجھ سے جو کوتاہی ہوئی تو میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جواب دوں گا''۔

سیدنا عمرؓ کہتے تھے: ''اللہ کی قسم اگر دجلہ کے دور دراز علاقے میں بھی کسی خچر کو راہ چلتے ٹھوکر لگ گئی تو مجھے ڈر لگتا ہے کہیں اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ سوال نہ کر دیں اے عمر، تو نے وہ راستہ ٹھیک کیوں نہیں کرایا تھا؟''۔

دلچسپ اور اہم معلومات

O دنیا میں سب سے زیادہ رکھا جانے والا نام ''محمد'' ہے۔

O شہد کی مکھی کو ''سرخ'' رنگ نظر نہیں آتا۔

O چیونٹیاں کبھی نہیں سوتیں۔

O کوئل ایک ایسا پرندہ ہے جو کبھی گھونسلہ نہیں بناتا۔

O اگر بچھو کے اردگرد آگ لگا دی جائے تو وہ خود اپنے سر کو ڈس لیتا ہے۔

O گھونگھا تین سال تک سو سکتا ہے۔

O ناشپاتی کا درخت تین سو سال تک پھل دے سکتا ہے۔

O مچھر کے 22 دانت ہوتے ہیں۔

O چھینک کو روکنے کی کوشش میں گردن یا دماغ کی شریان پھٹنے سے موت واقع ہو سکتی ہے۔

(شیراز عالم، ساہیوال)

دلچسپ معلومات

☆.....آئزک نیوٹن انتہائی نکما طالب علم تھا۔

☆.....دنیا کی سب سے پہلی ریل جارج سٹیفن نے بنائی۔ اس نے 17 سال کی عمر میں اپنا نام لکھنا سیکھا تھا۔

☆.....دنیا کا امیر ترین انسان بل گیٹس پڑھائی میں بہت کمزور تھا۔

☆.....تھامس ایڈیسن نے سینکڑوں چیزیں ایجاد کیں۔ وہ اپنی نالائقی پر سکول سے نکال دیا گیا۔

(سید طاہر اسلم ہاشمی، چونیاں)

ہاں میں آئی ایس آئی ہوں

☆.....میں پاکستان کی ہر گلی سے لے کر کفر کے ہر ایوان تک ہر جگہ موجود ہوں۔ مجھے بُرا بھلا ضرور کہو لیکن کہنے سے پہلے یہ ضرور دیکھ لو کہ تمہیں زخموں سے بچانے کیلئے مجھے کہاں کہاں زخم کھانے پڑتے ہیں۔

کبھی فرصت ہو تو دیکھنا میں نے تمہیں رلانے کی کوشش کرنے والوں کو کتنے آنسو دیئے ہیں۔

میں تھکا نہیں ہوں اور تمہارے دفاع کی خاطر میری جنگ میری ہر چلتی سانس کے ساتھ بڑھتی جا رہی ہے کیونکہ میں آئی ایس آئی ہوں۔

سلام آئی ایس آئی

(مرسلہ: محمد وقاص۔ لاہور)

ارشاد قائداعظمؒ

حضرت قائداعظمؒ طلبا کو قوم کا قیمتی سرمایہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے مختلف مواقع پر طلبا کی صحیح راہنمائی کرتے ہوئے انہیں نہایت قیمتی مشورے دیئے۔ ملاحظہ ہوں۔

''قوم کو اپنے جوانوں اور بالخصوص طلبا پر فخر ہے جو آزمائش اور ضرورت کے وقت ہمیشہ صف اول میں رہے۔ آپ قوم کے مستقبل کے معمار ہیں۔ ..... جو مشکل کام آپ کے سر پر کھڑا ہے اس سے نمٹنے کے لئے اپنی شخصیت میں نظم و ضبط پیدا کیجئے۔ مناسب تعلیم اور مناسب تربیت حاصل کیجئے۔ آپ کو پورا پورا احساس ہونا چاہیے کہ آپ کی ذمہ داریاں کتنی شدید اور زیادہ ہیں اور ان سے عہدہ برآ ہونے کیلئے ہر وقت تیار اور مستعد رہنا چاہیے''۔

''اس امر کی فوری اور اشد ضرورت ہے کہ ہمارے جوانوں کو سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں تعلیم دی جائے کیونکہ اس سے ہمارے مستقبل کی معاشی زندگی کا معیار بلند ہونے کی امید ہے۔ حصول تعلیم کے بعد لوگوں کو تجارت، کاروبار اور صنعت و حرفت میں داخل ہونا چاہیے۔ یاد رکھیں ہمیں دنیا کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا ہے۔ جو انتہائی تیزی سے خود کو بدلتی ہوئی چل رہی ہے۔

(ڈاکٹر عبدالعزیز چشتی۔ جھنگ)

بے نام

O.....سنا تو یہی ہے کہ خون تو ایک ہے۔ یا یہ کہ بھئی ''خون خون کو دیکھ کر جوش مارتا ہے'' لیکن مجھے بتاؤ یہ کون سے زمانے کی باتیں ہیں؟۔

اب تو خون گردش نہیں کرتا بلکہ 'مرتبہ'' گردش کرتا ہے۔ میں وہ خون کی اصل خوشبو کہاں سے لاؤں؟۔

یہ سوتیلے سگے رشتے کس نے بنائے؟۔

''اللہ نے؟ نہیں''۔

''یہ انسان ماہر ہے جمع تفریق کا''۔ اللہ تو کہتا ہے میں انسان کو اس کے عمل سے پہچانتا ہوں۔ پھر کیوں؟۔

اتنا فاصلہ اتنی دوری کیوں رشتوں میں؟۔

کیا احساس ہی ختم ہو گیا ہے۔

نہ جانے کیوں؟۔

(سلمٰی فیصل۔ اوچ شریف)

استاد کا رتبہ

''استاد کوئی بادشاہ نہیں ہوتا
مگر
عام انسان کو بادشاہ ضرور بنا دیتا ہے''

(سونیا کنول چوک اعظم' لیہ)

معلومات

☆ پاکستان کا ''مکلی قبرستان' ٹھٹھہ'' مسلمانوں کا سب سے بڑا قبرستان ہے۔

☆ فرانس کے اٹھارہ بادشاہوں کا نام ''لوئیس'' تھا۔

(ملکہ رُباب' لاہور)

وقت کی اہمیت

☆.....وقت کی اہمیت قیمتی ہے۔ زندگی کا بہترین تحفہ وقت ہوتا ہے جو ہم اپنے پیاروں کیلئے اپنی مصروفیت میں سے نکالتے ہیں۔

☆.....ایک سیکنڈ کی اہمیت کو جاننا چاہتے ہو تو اس سے پوچھو جو کسی حادثے سے بچ گیا

☆.....ایک منٹ کی اہمیت جاننا چاہتے ہو تو اس سے پوچھو جس کی ٹرین چھوٹ گئی ہو۔

☆.....ایک گھنٹہ کی اہمیت جاننا چاہتے ہو تو اس سے پوچھو جو کسی کا انتظار کر رہا ہو۔

☆.....ایک دن کی اہمیت جاننا چاہتے ہو تو اس سے پوچھو جس نے روزہ رکھا۔

☆.....ایک ہفتے کی اہمیت جاننا چاہتے ہو تو اس سے پوچھو جو ہسپتال میں داخل ہے۔

☆.....ایک مہینہ کی اہمیت جاننا چاہتے ہو تو اس سے پوچھو جس نے ماہ صیام ضائع کر دیا۔

☆.....ایک سال کی اہمیت جاننا چاہتے ہو تو اس سے پوچھو جو امتحان میں ناکام ہوا۔

(نثار عظیم انجم' وہاڑی)

آداب مسجد اور مسلمان کی ذمہ داریاں

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے جانے پر مسجد میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ یقیناً یہی لوگ فلاح پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحمتوں' برکتوں اور انعامات کی بارش فرماتا ہے مگر حقدار ٹھہرائے گئے وہ لوگ جو مسجد کے آداب کا خیال رکھتے ہیں۔ چند اہم نکات جن کا خیال رکھ کر ہم بہت سی نیکیاں کما سکتے ہیں۔

☆ جب اذان ہو رہی ہو تو مسلمانوں کو چاہیے کہ گفتگو ترک کر دیں اور توجہ سے اذان سنیں اور اس کا ساتھ ساتھ جواب دیں۔

☆ نماز باجماعت پڑھنے کی بھرپور کوشش کریں اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ مسجد میں لائیں اور خود ان کے نظم و ضبط کا خیال رکھیں۔

☆ موبائل فون بند کر کے مسجد میں جائیں۔

☆ بلاوجہ گفتگو سے پرہیز کریں۔ ضروری بات آہستہ آواز میں کریں تاکہ آپ کے ساتھ والے نمازی کو کوئی پریشانی نہ ہو۔

☆ وضو گھر سے کر کے اور سنتیں گھر میں ادا کر کے آئیں تو بہت افضل عمل ہے۔

☆ مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں اندر رکھے اور دعا پڑھے اور نکلتے وقت بایاں پاؤں باہر رکھے اور دعا پڑھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو ان راتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ کوئی کمی بیشی کے لئے اپنے رب کے حضور معافی کا طلب گار ہوں۔

(سید فرقان احمد ہاشمی' لاہور)

یہ تھا سچا مسلمان

☆.....1973ء میں جب عرب اسرائیل جنگ ہوئی تو سعودی عرب کے کنگ فیصل نے امریکہ سمیت مغربی ایشیا کے تمام ملکوں کو خام تیل کی سپلائی روک دی اور اس فیصلے سے ان ممالک میں کہرام مچا ہوا تھا۔ ایسے حالات میں کنگز (سابق امریکی ایڈوائزر نیشنل سیکورٹی کونسل) نے کنگ فیصل کو دھمکاتے ہوئے کہا کہ اگر سعودی نے بائیکاٹ نہیں ہٹایا تو امریکہ تیل کے کنوؤں پر بمباری کر دے گا۔ کنگ فیصل نے اسے جواب دیا۔

''تم اکیلے ایسے ہو جو بغیر تیل کے جی نہیں سکتے، چل نہیں سکتے۔ تمہیں پتہ ہے ہم ریگستان سے آئے ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد نے کھجور اور دودھ پر زندگی گزار دی تھی۔ ہم آسانی سے پیچھے جا سکتے ہیں اور دوبارہ ویسے ہی جی سکتے ہیں''۔

اور میری کایا پلٹ گئی

ایک مراکشی نوجوان جو مغربی ماحول میں پلا بڑا تھا۔ مسلمان ہونے کے باوجود اسلام کے ساتھ اس کا تعلق محض رسمی سا تھا۔ اسلامی تعلیمات کو اس نے کبھی اپنی زندگی کا حصہ نہیں بنایا۔ نماز بھی کبھی کبھار ہی پڑھتا تھا۔ نیکی اور بدی کے چکر میں وہ کم ہی پڑتا تھا۔ پھر یکا یک ایسا ہوا کہ اس کی کایا ہی پلٹ گئی۔ اگلے ہی لمحے وہ ایک بدلہ ہوا انسان تھا یہ کیسے ہوا۔ خود اس کی ہی زبانی سنئے۔

میں ایک مرتبہ ستائیس رمضان کو اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر ٹیلی ویژن پر حرم مکہ سے نشر ہونے والی نماز تراویح دیکھ رہا تھا۔ حرم پاک کا ماحول اور آئمہ حرمین کی دلنشین تلاوت نے ایک سماں باندھ دیا تھا۔ ہر لفظ دل و دماغ میں اترتا محسوس ہو رہا تھا۔ ایک آیت پر تو میں چونک ہی اٹھا اور میرے دماغ سے غفلت کے سارے بادل چھٹ گئے۔ امام صاحب بھی انتہائی پرسوز انداز میں اس آیت کو بار بار پڑھ رہے تھے۔ شاید انہیں بھی احساس تھا کہ مجھ جیسے کئی گناہ گاروں کی روحیں اس سے تازگی حاصل کر رہی تھیں۔

وہ آیت یہ تھی۔

ترجمہ:۔ (اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کہہ دیجئے (کہ اللہ فرماتا ہے) میرے ایسے بندو جنہوں نے (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ وہ بخشنے والا انتہائی مہربان ہے۔ (الزمر 53)

میں نے محسوس کیا کہ یہ آیت میرے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر گئی ہے۔ اس لمحے مجھے احساس ہوا کہ اللہ کی رحمت انتہائی وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ مجھے بھی اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے۔ جس لمحے میں نے اللہ کی طرف رجوع کیا میں نے ایسی راحت اور طمانیت محسوس کی کہ دنیا کی کوئی نعمت اس کا متبادل نہیں ہو سکتی۔

(انتخاب: عنبر ذکاء مغل۔ گوجرانوالہ)

اہم باتیں

☆ زندگی کے بارے میں اتنا نہیں سوچنا چاہئے کیونکہ جس نے زندگی دی ہے اس نے بھی تو کچھ سوچا ہوگا۔

☆ حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا آپ وقت کے امیر ہیں۔ لیکن آپ زمین پر کیوں بیٹھتے ہیں؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ ''جو زمین پر بیٹھتا ہے وہ کبھی نہیں گرتا''۔

☆ اگر ہارا ہوا انسان ہارنے کے بعد مسکرا دے تو جیتنے والا اپنی خوشی کھو دیتا ہے۔

☆ انسان کا سب سے بڑا بوجھ غصہ ہے۔

(آصف بوزدار.....میر پور ماتھیلو)

PakiBooks.Site

یوم دفاع

محمد سجاد کھوکھر

کچھ دن قوموں اور ملکوں میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ان اہم دنوں کو قومیں اور ملک اپنے ملک اور قومی تہوار کے طور پر بڑے جذبے سے مناتے ہیں۔ ایک ایسا ہی دن 6 ستمبر کو پاکستانی قوم ،یعنی ہم ہر سال یوم دفاع کے طور پر مناتے ہیں۔ پاکستان کے واہگہ کی سرحد پر جب لوگ دن بھر کے کام کاج سے تھکے ہارے گہری نیند سو رہے تھے اچانک توپوں کی گھن گرج نے جگا دیا۔ اصول جنگ یہ ہے کہ جس ملک سے جنگ کرنا ہو تو پہلے اعلان جنگ کیا جاتا ہے مگر بھارت نے مکاری کے ساتھ وار کیا۔ بھارت کا خیال تھا کہ پاکستانی قوم سو رہی ہے اور وہ اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب ہو جائیں گے۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ پاکستان کی نگہبان فوج پاک سرحدوں پر جاگ رہی ہے۔ شاید کہ وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ پاکستانی قوم اپنے وطن کے چپے چپے کا دفاع کرنا خوب جانتی ہے۔ ہماری قوم نے ان کے وار کا منہ توڑ جواب دیا۔ قوم کا ہر فرد چھوٹا ہو یا بڑا جوان ہو یا بوڑھا اپنے سر پر کفن باندھے اپنی بہادر فوج کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا تھا۔ ایمان اور اتحاد رکھنے والی قوم اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار تھی۔

بھارت کو اپنی زیادہ فوج اور جنگی ساز و سامان کی وافر مقدار ہونے پر گھمنڈ تھا۔ اس لئے ہم پر یہ جنگ مسلط کی۔ ہماری فوج کو جذبہ جہاد اور اللہ کی تائید و نصرت پر بھروسا تھا آخر کار 17 روز تک جاری رہنے والی اس جنگ میں بھارت کو منہ کی کھانی پڑی۔ ہماری افواج اور قوم نے اللہ کی مہربانی سے دشمن کے ہر محاذ پر دانت کھٹے کیے۔ جنگ کے دوران واہگہ کے محاذ پر ہماری بہادر فوج کے سپوت میجر راجا عزیز بھٹی اور میجر شفقت بلوچ نے بہادری کی تاریخ رقم کی اور دوسری طرف بی بی سی جیسے خبر رساں ادارے نے لاہور پر بھارتی فوج کے قبضے کی جھوٹی افواہ پھیلا دی۔

بھارت کو بمباں والا راوی بیدیاں لنک نہر کو پار کرنا تھا۔ راجا عزیز بھٹی نے اس محاذ پر دشمن کو ناکوں چنے چبوائے۔ ہمارے جوان سیسہ پلائی دیوار بن گئے۔ ہماری پاکستانی افواج نے دیدہ دلیری کے وہ جوہر دکھائے کہ ہماری قوم کا سر فخر سے بلند کر دیا۔

اپنی جان کا نذرانہ وطن کا دفاع کر کے پیش کرنے والے راجا عزیز بھٹی کو نشان حیدر جیسے اعزاز سے نوازا گیا۔ اس جنگ میں بری فوج کے ساتھ ساتھ پاک فضائیہ نے بھی نمایاں کارنامے سرانجام دیئے۔

سکواڈرن لیڈر محمد محمود عالم (ایم ایم عالم) نے اس جنگ کے دوران ناقابل یقین کارنامے سرانجام دیئے۔ انہو ں نے ایک ہی فضائی جھڑپ میں دشمن کے پانچ ہنٹر طیارے مار گرائے اور عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ انہیں دوبار ستارہ جرأت سے نوازا گیا۔ اس جنگ میں ہندوستانی فضائیہ کے ایک سو دس طیارے تباہ ہوئے۔

اس جنگ میں پاک بحریہ بھی کسی سے پیچھے نہ رہی۔ اس نے وطن عزیز کی سمندری حدود کی بڑی بہادری سے حفاظت کی۔ کئی گناہ دشمن کی بحری طاقت کا غرور خاک میں ملا دیا۔ یوں پاک فوج اور اس کے شانہ بشانہ کھڑی قوم نے ہمت اور جواں مردی کے ساتھ وطن کا دفاع کیا۔

پاکستان کے دفاع میں بری، بحری اور فضائی افواج نے اہم کردار ادا کیا۔

اس یاد کو تازہ کرنے کیلئے ہم ہر سال یوم دفاع مناتے ہیں اس روز ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر خصوصی پروگرام نشر ہوتے ہیں جبکہ اخبارات خصوصی ایڈیشن شائع کرتے ہیں۔ پوری قوم شہداء کی قربانیوں کو خراج عقیدت پیش کرتی ہے۔ اس روز ہم تجدید عہد کرتے ہیں۔ وطن کی خاطر ہم بڑی سے بڑی قربانی دینے سے دریغ نہیں کریں گے۔ ہم کسی بھی مشکل گھڑی میں اپنے وطن کا دفاع کرنے کے لئے پیچھے نہیں ہٹیں گے اور وطن عزیز کی عزت پر کوئی حرف نہیں آنے دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے جذبات کو سلامت رکھے اور پاکستان کو قائم و دائم رکھے۔ آمین

اے ارض وطن ہوں نہ اجالے یہاں جب تک
سورج تیری دہلیز پہ ہم دھرتے رہیں گے

☆☆☆

وطن کی خاطر ہم کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

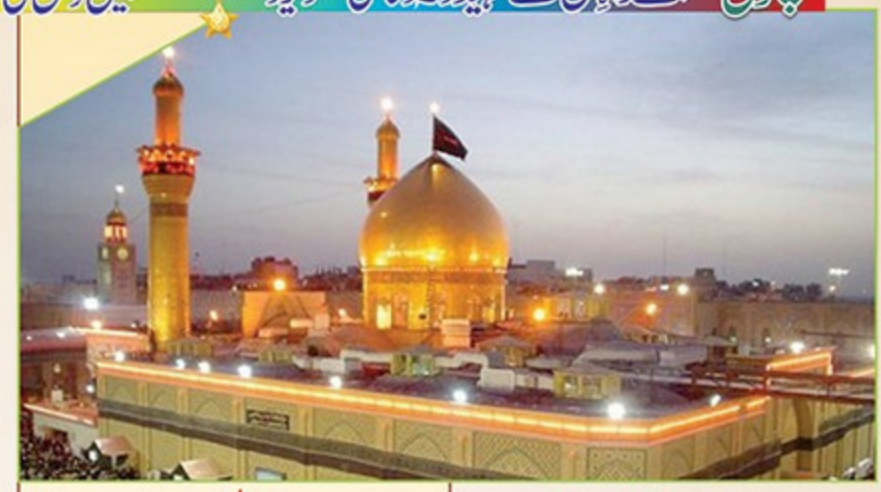

بیاد سید الشہدا

سیدنا حضرت امام حسینؓ

درس حیات تو ہے شہادت حسینؓ کی
حق ہے کہ دیں پناہ ہے قیادت حسینؓ کی
سر دے دیا اطاعت فاسق نہ کی قبول
مسلم ہے وہ جہاں میں شجاعت حسینؓ کی
کربل کے ریگزار میں جانا حسینؓ کا
سارے کا سارا سفر ہے عبادت حسینؓ کی
تیغوں کے سائے میں بھی ہوتی رہی نماز
یکتا و منفرد ہے اطاعت حسینؓ کی
کرب و بلا میں شان نبوت کا ہے ظہور
نیزے کی نوک پر وہ تلاوت حسینؓ کی
مشکل میں ساتھیوں کو اذن علیحدگی
دیکھی ہے کربلا میں شرافت حسینؓ کی
میدان کار زار میں خطبہ یادگار
مثل نبیؐ علیؓ ہے فصاحت حسینؓ کی
مومن کی جان دیدہ و دل فرش راہ ہیں
ہے آج بھی دلوں پر سیادت حسینؓ کی
سبط نبیؐ ہے جان علیؓ فاطمہؓ کا چین
عظمت نشاں ہے کیسی سعادت حسینؓ کی
حافظ کبھی جو غیر کے آگے جھکا نہیں
رہتی ہے اس کے حال پہ عنایت حسینؓ کی

حافظ محمد بخش سیالوی۔ محمدی شریف ضلع چنیوٹ

☆☆☆

سلام

بہ حضور امام عالی مقامؓ

چار سو ہیں امامؓ کی باتیں
سبط خیر الاناںؓ کی باتیں
منزل و راہ و گام کی باتیں
ارض کوفہ و شام کی باتیں
ذکر اپنوں کا اور غیروں کا
اذن، ہجرت، پیام کی باتیں
مرحلے دیں کہ پاسداری کے
خلد و کوثر کے جام کی باتیں
لب پہ قرآن سر تھا نیزے پر
شاہؓ کے اس قیام کی باتیں
ظلم سہتے رہے شہ کربلؓ
کی نہیں انتقام کی باتیں
فرش تا عرش جن کا چرچا ہے
حر سے ادنیٰ غلام کی باتیں
آج بھی ہیں فرات کے لب پر
اصغرؓ تشنہ کام کی باتیں
گفتگو اہل بیت کی گویا
درد ہائے دوام کی باتیں
پیروی حسینؓ کے آگے
ہیچ ہیں ننگ و نام کی باتیں
آفریں وجہ استقامت ہیں
شاہ عالیؓ مقام کی باتیں

رشید آفرین.....سیالکوٹ

☆☆☆

18 ذوالحج۔ شہادت سیدنا عثمانؓ

علم و حیاء عثمانؓ کی شان
صبر و رضا عثمانؓ کی شان
جھولیاں بھر بھر کے مال دیا
جود و سخا عثمانؓ کی شان
سینہ تھا کینے سے پاک
صدق و صفاء عثمانؓ کی شان
بیعت رضواں دھیاں میں لا
دیکھ ذرا عثمانؓ کی شان
ذوالنورین کے نسب سے
سب سے جدا عثمانؓ کی شان

انتخاب: محمد رفیق بابورا۔ چنیوٹ

☆☆☆

دین اسلام بچایا ہم نے

دین اسلام پہ ہی سر کو کٹایا ہم نے
اس کو دشمن کے ہے آگے نہ جھکایا ہم نے
میرے نانا تری امت پہ تھا ظالم قابض
تیر کھائے ہیں مگر اس کو بچایا ہم نے
ہمیں لوگوں نے بلایا کئی چٹھیاں لکھ کر
اس کے باوصف کسی کو نہ ستایا ہم نے
تشنگی میں علی اصغرؓ کا گلہ کاٹا گیا
اپنے ہی خون سے معصوم نہایا ہم نے
خوں چکاں لاشوں کو کاندھوں پہ اٹھایا اس روز
تیرا فرمان عبادت نہ بھلایا ہم نے
گر مسلط ہو کبھی اس پہ یزیدی لشکر
راستہ امت احمدؐ کو دکھایا ہم نے
ڈوب کر خوں میں جواں مردی و پامردی کا
سارے سنسار کو پیغام سنایا ہم نے
بازو عباسؓ کے کاٹے گئے بے دردی سے
یوں ترے دین کے بوٹے کو بچایا ہم نے
بے ردا زینبؓ و کلثومؓ بھی پابند ہوئیں
الغرض جو بھی تھا ہمراہ لٹایا ہم نے
عین پیکار میں قاسمؓ کو بیاہ کر شہزاد
حوصلہ کہتے ہیں کس کو یہ بتایا ہم نے

آصف شہزاد.....فیصل آباد

☆☆☆

PakiBooks.Site

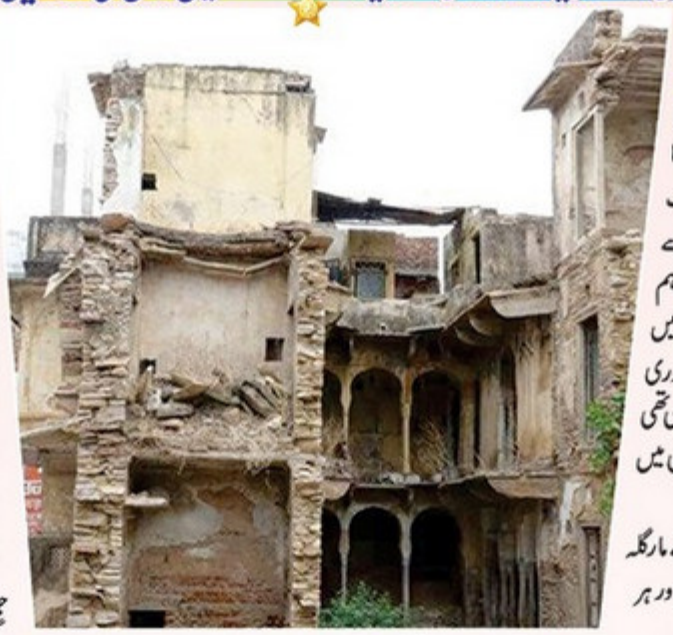

مزار کے قریب سے آنے والی آواز سن کر ہم گھبرا گئے۔۔۔۔

بہادری۔ایک عزم

ڈاکٹر شیما رہانی

اسلام آباد آئے ہم لوگوں کو ابھی صرف ایک ہفتہ ہوا تھا۔ ہمارے والد کا تبادلہ کراچی سے اسلام آباد کے ایک سرکاری دفتر میں ہوگیا جس کی وجہ سے اب ہم سب لوگ یہاں آ گئے تھے۔ ہم سب بھائی بہن بہت خوش تھے کیونکہ ہمیں یہ خوبصورت شہر بہت اچھا لگا تھا۔ یہ فروری کا مہینہ تھا اور خوب ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور اگر کسی وقت بارش ہو جاتی تو سردی میں بہت اضافہ ہو جاتا تھا۔

ہمارا گھر بھی بہت اچھی جگہ تھا۔ سامنے مارگلہ کی خوبصورت پہاڑیاں نظر آتی تھیں اور ہر جانب سبزہ ہی سبزہ تھا۔ ہمارا گھر جس گلی میں واقع تھا وہاں بس چند ہی گھر تھے، ہمارے گھر کے ایک جانب تو ہمسائے تھے مگر دوسری جانب ایک خالی پلاٹ تھا جس پر بہت بڑے اور اونچے اونچے درخت لگے تھے۔ یہ خوب گھنے تھے اور تعداد میں چھ تھے۔ جب ہم نے اپنے مالی بابا سے پوچھا کہ یہ بڑے بڑے درخت کس چیز کے ہیں تو انھوں نے بتایا کہ یہ لیچی کے درخت ہیں جو کہ بہت مزیدار میٹھا پھل ہوتا ہے۔

اس پلاٹ پر درخت اور سبزے کے علاوہ ایک بہت اہم چیز بھی تھی۔ وہ ایک جانب موجود چھوٹی سی چار دیواری تھی جس میں دور سے اندر کچھ خاص نظر نہیں آتا تھا۔ مگر سامنے والے بنگلے کے چوکیدار نے بتایا تھا کہ اس میں کسی کی قبر ہے جس کی وجہ سے ہی یہ پلاٹ آج تک خالی پڑا ہوا ہے اور اس پر کوئی مکان نہیں بنایا گیا ہے۔

ہم سب لوگ اس نئے شہر آ کر بہت خوش تھے۔ البتہ والد صاحب نے مجھے اور میرے بھائی کو سختی سے منع کر دیا کہ اُس مزار والی چار دیواری میں بالکل نہیں جانا ہے اور ہم نے بھی دل میں پکا کر لیا کہ ہم وہاں نہیں جائیں گے۔

میرا اور میرے بھائی کا کمرہ گھر میں اوپر والی منزل پر تھا جس کی ایک کھڑکی کا رُخ اُس پلاٹ کی جانب بھی تھا۔ ہم دونوں اکثر اُس کھڑکی سے اُس مزار کو پُرتجسس انداز میں دیکھتے رہتے تھے کیونکہ ہم نے مزار اور ویران مقبروں کے بارے میں عجیب عجیب کہانیاں سنی اور پڑھی ہوئی تھیں مگر ہم کو کچھ بھی عجیب محسوس نہیں ہوتا تھا۔

ایک رات جب ہم کھانے کے بعد کمرے میں آ کر آرام کرنے کے لئے لیٹ چکے تھے اور باہر خوب ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی تو اچانک کھڑکی کے باہر کی جانب سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کوئی ریڈیو پر کسی چینل کو لگانے کی کوشش کر رہا ہو مگر وہ لگ نہ رہا ہو عجیب گُر گُر گُر۔۔۔ کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے اپنے بھائی فہد سے پوچھا یہ کیسی آواز ہے۔ فہد نے کہا شاید کوئی اپنی گاڑی کے ریڈیو کو لگانے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ آواز پندرہ منٹ تک آتی رہی ہم نے کھڑکی سے دیکھا تو باہر اندھیرا تھا اور کوئی گاڑی بھی موجود نہ تھی۔ بہرحال آواز آنی بند ہوگئی۔ اور ہم آپس میں باتوں میں مگن ہو گئے اور ہمارا دھیان اس بات سے ہٹ گیا۔

اگلی شام کو ہمارے گھر میں کچھ مہمانوں کی دعوت تھی تو امی نے مجھ سے کہا فیصل تم پچھلی گلی میں جو مارکیٹ ہے وہاں کے تندور سے جا کر روٹیاں لا دو۔ میں امی سے پیسے لے کر گھر سے باہر آیا اور رک کر سوچنے لگا کہ میں گلی کے آگے سے پورا چکر لگا کر مارکیٹ جاؤں یا ساتھ والے پلاٹ پر بنی چھوٹی سی پگڈنڈی پر سے چلا جاؤں کیونکہ یہ راستہ چھوٹا ہے۔ یہ مغرب کے قریب کا وقت تھا۔ میں نے پلاٹ والے راستے سے جانے کا فیصلہ کیا اور اُس پگڈنڈی پر قدم رکھ دیئے میں اپنی دھن میں جا رہا تھا کہ مزار کے قریب سے گزرتے وقت میں نے ایک بار پھر وہی ریڈیو کی گُر گُر جیسی آواز سنی اور مجھے ڈر سا لگنے لگا اور میں نے فوراً مارکیٹ کی جانب تیزی سے قدم بڑھا دیئے۔

مگر اب میں روٹیاں لے کر واپس اُس پگڈنڈی سے آنے میں تھوڑا خوف محسوس کر رہا تھا لہٰذا میں اصل سڑک پر چل پڑا۔ جب میں اپنی گلی میں داخل ہونے والا تھا تو مجھے ایسا لگا جیسے کوئی میرے پیچھے پیچھے چل رہا ہو۔ اُس وقت مجھے ڈر محسوس ہو رہا تھا اس لئے میں تقریباً دوڑتے ہوئے اپنے گھر کے گیٹ میں داخل ہوگیا۔

رات کو میں نے یہ بات اپنے بھائی فہد کو بتائی تو اُس نے کہا کہ ایسا لگتا ہے جیسے اس مزار میں کوئی رہتا ہے۔ شاید کوئی ایسا شخص جو اس کی دیکھ بھال کرتا ہو۔ مگر ابھی تک ہم نے اُس کو دیکھا نہیں ہے اس لئے شاید تم زیادہ ڈر گئے تھے۔ میں نے بھی سوچا شاید یہی بات ہو۔ کل میں مالی بابا سے یا سامنے والے چوکیدار سے اس بارے میں پوچھوں گا۔

اگلے دن جب ہم اسکول سے آ چکے تھے اور اپنے لان میں کھیل رہے تھے تو اچانک گیٹ پر کھٹکا ہوا۔ امی نے کہا دیکھو کون ہے۔ جب فہد نے گیٹ کھولا تو وہاں ایک میلے کچیلے حلیے والی عورت ہاتھ میں چھوٹا سا ڈول لے کر کھڑی تھی اور اجازت مانگ رہی تھی کہ کیا وہ پینے کے لئے لان میں موجود نلکے سے پانی لے سکتی ہے، امی نے اجازت دے دی۔

جب وہ پانی لے رہی تھی تو ہم دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ایک طرف کھڑے ہو کر اُس کا جائزہ لے رہے تھے۔ وہ بہت میلے کپڑے پہنے ہوئے تھی اور پاؤں بھی مٹی کی وجہ سے کالے ہو رہے تھے، میں سوچ رہا تھا کہ یہ پانی تو لے رہی ہے مگر اس کو اپنے ہاتھ پاؤں دھونے کا

خیال نہیں آرہا۔

بہرحال وہ چلی گئی اور ہم اپنے کھیل میں لگ گئے۔ رات کو کھانے کی میز پر امی نے ابو کو بتایا کہ ایک عورت آئی تھی اور پانی لینا چاہتی تھی تو اس کو اجازت دے دی تھی۔ ابو نے کہا اچھا کیا۔ امی نے یہ بھی بتایا کہ یہ عورت اُس مزار پر رہتی ہے اور اس کی دیکھ بھال کا کام کرتی ہے، یہ بات امی کو ملازم نے بتائی تھی۔ میں اور فہد تو بڑے حیران ہوئے کہ یہ عورت مزار پر کیسے رہتی ہے اِس کو تو بہت ڈر لگتا ہوگا۔

مگر کچھ دن بعد بڑی عجیب بات ہوئی۔ میں دوپہر کو اسکول کے بعد ساتھ والے پلاٹ پر اپنے دوست عامر کے ساتھ کھڑا باتیں کر رہا تھا کہ ہم دونوں اس ریڈیو کی گُر گُر جیسی آواز پر چونک گئے۔ میرے دوست نے کہا یار یہ آواز تو اس چاردیواری میں سے آرہی ہے، تو میں نے اس کو بتایا کہ ہم یہ آواز پہلے بھی کئی بار سن چکے ہیں۔ یہاں ایک عورت رہتی ہے ہوسکتا ہے یہ ریڈیو اُس کا ہو اور وہ سنتی ہو۔ میرے دوست نے کہا کہ اُس نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک عورت کو اس مزار کے دروازے سے باہر مارکیٹ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس وقت یہاں کوئی موجود نہیں جو ریڈیو کو لگا رہا ہو۔

عامر نے کہا کہ ہم کو تھوڑا سا آگے جا کے دیکھنا چاہئے، مگر میں نے اُس کو یاد دلایا کہ ہمارے ابو نے ہم کو وہاں جانے سے منع کیا ہے۔ تو عامر نے کہا کہ اچھا تم یہاں رکو میں دیکھ کے آتا ہوں۔

اُس نے آہستہ آہستہ جا کر مزار کے دروازے پر موجود ٹاٹ کے پردے کو ہٹا کر اندر دیکھا تو اس کو کچھ خاص نظر نہیں آیا اندر بس اندھیرا سا تھا۔ وہ واپس آ گیا اور بتایا کہ وہاں تو کچھ نظر نہیں آرہا۔ اب ہم پلاٹ سے ہٹ کر گھر کے گیٹ کے پاس کھڑے ہوگئے مگر ہماری نظر مزار پر ہی تھی تھوڑی دیر میں وہی عورت واپس آ گئی اور مزار کے اندر چلی گئی۔ عامر بھی اب جا چکا تھا۔

میرے دل میں اب کچھ عجیب سا خیال آ گیا تھا کہ یہ ریڈیو کی آواز آخر ہے کیا؟ میں نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ بنایا کہ میں کسی طرح اس مزار کے اندر جا کر دیکھوں کہ آخر ماجرا کیا ہے؟

میں نے کچھ دن اس بات کا اندازہ لگایا کہ وہ عورت کس وقت مزار میں نہیں ہوتی اور وہ کتنے وقت کے لئے جاتی ہے جب مجھے معلومات ہوگئیں تو پھر ایک دوپہر کو جب وہ عورت اپنے معمول کے مطابق مارکیٹ گئی ہوئی تھی تو میں اپنے گھر سے نکلا اور اس مزار کی چاردیواری میں داخل ہوگیا۔ وہاں اندھیرا تھا مگر میں سب ساز و سامان کے ساتھ آیا تھا۔ میں نے اپنے بیگ سے چھوٹی سی ٹارچ نکالی اور روشن کر لی، میں نے دیکھا کہ چاردیواری کے ایک طرف کچھ اونچی سی جگہ ہے شاید یہی وہ قبر تھی۔ مگر اس پر نہ کوئی کتبہ تھا اور نہ ہی کوئی چادر اور نہ وہ قبر پکی تھی۔ اور دوسری جانب ایک خیمہ سا لگا تھا میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس خیمے میں داخل ہوا اور ٹارچ کی روشنی کی مدد سے دیکھنے لگا یہاں ایک میز پر عجیب و غریب آلات رکھے تھے اور اس کے پاس ہی کاغذ اور قلم بھی پڑا تھا۔ میں حیران ہوا کہ اس عورت کی حالت سے تو ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ یہ پڑھنا لکھنا بھی جانتی ہوگی۔ میز کے برابر میں ایک بستر موجود تھا جو اس عورت کے استعمال میں آتا ہوگا۔ میں نے اپنے بیگ سے ایک کیمرہ نکالا اور فوراً میز پر موجود آلات کی ایک دو تصویریں لیں اور کیمرہ بیگ میں رکھ کر خیمے سے باہر آ گیا اور اپنی گھڑی پر نظر ڈالی تو مجھے یہاں آئے ہوئے پندرہ منٹ ہو چکے تھے۔ اب مجھے فوراً واپس جانا چاہئے تھا کیونکہ وہ عورت اب واپس آنے والی تھی۔ میں مزار سے باہر آ گیا اور اپنی ٹارچ بند کر کے گھر کی طرف تیز تیز قدموں سے چل پڑا۔

مجھے یقین ہو چکا تھا کہ یہ عورت ضرور کوئی جاسوس ہے جو اس علاقے کی باتیں ضرور کہیں پہنچا رہی ہے۔ میں اب اس لئے بے چین تھا کہ یہ بات کس کو بتاؤں جو میری سب باتوں پر یقین بھی کرے اور میرا ساتھ بھی دے۔

بلآخر میں نے فہد کو بتایا اور اس کو یہ بھی کہا کہ میرے کیمرے میں ثبوت بھی ہے۔ فہد بھی سوچ میں پڑ گیا کہ اب کیا کریں کیونکہ یہ بہت ضروری تھا کہ ہم پولیس کو آگاہ کریں مگر ہمارے ابو نے ہم کو مزار میں جانے سے منع کیا تھا۔ آخرکار ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم یہ بات پولیس کو بتا دیتے ہیں اور ابو سے ہم معافی مانگ لیں گے کیونکہ ابو نے بھی دراصل ہماری حفاظت کے لئے ہی یہ حکم دیا تھا۔ مگر اس وقت ملک کی حفاظت زیادہ اہم ہے۔

اگلی صبح ہم اسکول گئے اور پھر جب دوپہر کو واپس آرہے تھے اور بس نے ہم کو اسٹاپ پر اُتارا تو ہم دونوں بھائی سیکٹر کے مرکز میں بنے پولیس اسٹیشن جا پہنچے اور وہاں موجود انسپکٹر صاحب کو تمام بات بتائی اور کیمرا بھی ان کے حوالے کر دیا۔

پولیس نے ہم سے کچھ معلومات لیں اور کہا کہ اب ہم گھر چلے جائیں اور وہ اپنے طور پر بھی معلومات حاصل کریں گے اور پھر کچھ کارروائی کریں گے۔ انسپکٹر صاحب نے ہم کو اس بات پر شاباش دی کہ ہم اپنے اردگرد سے باخبر رہتے ہیں اور کچھ بھی عجیب دیکھا تو پولیس کو اطلاع دی ہے۔

ہم دونوں گھر واپس آ گئے۔ شام کو جب ابو گھر آئے تو انہوں نے ہم دونوں بھائیوں کو آواز دی اور بلایا، ہم نے سوچا کہ ابو کو کہیں پتہ تو نہیں چل گیا۔ میں اور فہد ابو کے سامنے سر جھکا کر کھڑے ہوگئے، ابو سرزنش والی نظروں سے ہم کو دیکھ رہے تھے۔ بلآخر وہ بولے ”میں نے تم دونوں کو منع کیا تھا برابر والے پلاٹ پر بنے مزار میں جانے سے؟؟؟ مگر تم لوگ باز نہ آئے“۔

”ابو آپ ہم کو معاف کر دیں“۔ فہد اور میں نے ایک ساتھ ابو سے کہا۔

”معاف تو میں نے کر دیا ہے۔ مگر جب مجھے انسپکٹر صاحب کا فون آیا کہ آپ کے بیٹوں نے بہت اہم معلومات دی تھیں جس کی بنیاد پر ہم ایک غیر ملکی جاسوس کو پکڑنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ تو میں حیران رہ گیا تھا۔ مگر مجھے اس بات پر بہت غصہ بھی آیا کہ جب میں نے منع کیا تھا تو تم لوگ مزار کے اندر کیوں گئے۔ مگر انسپکٹر صاحب نے میرا غصہ یہ کہہ کر ٹھنڈا کر دیا کہ آپ کے بچوں نے ایک اچھا شہری ہونے کا فرض ادا کیا ہے۔ تو پھر میں نے تم لوگوں کی یہ حرکت معاف کر دی۔ مگر آئندہ۔۔۔!!!“۔

ہم دونوں ہم آواز ہو کر بولے۔ ”ابو جان ہم آئندہ آپ کی ہر ہدایت مانیں گے“۔

”اچھا یہاں آؤ میرے پاس“۔ اب ابو نے ہم کو پاس بلا کر گلے لگایا اور شاباش دی۔ ہماری امی جو دور کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھیں وہ بھی خوش ہوگئیں۔

ابو نے بتایا کہ ہم لوگوں کے لئے ایک خوش خبری ہے کہ پولیس کی مدد کرنے پر پولیس ہیڈ کوارٹر کی طرف سے ہم کو انعام دیا جائے گا جو کہ یوم آزادی پر ملے گا۔ یہ بات ابو کو انسپکٹر صاحب نے بتائی تھی۔

”ارے واہ!!“ میں اور فہد خوشی سے اُچھل پڑے اور ہماری دونوں بہنیں بھی خوش ہوگئیں۔ آج بہت خوشی کا دن تھا۔ ہمارے ماں باپ ہم کو فخر اور خوشی بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کہ اُن کے بیٹوں کی بہادری اور عزم نے پیارے وطن کو دشمن کی ایک چال سے محفوظ کر دیا تھا۔

☆☆☆

جغرافیائی سرحدوں کی طرح نظریاتی سرحدوں کی حفاظت بھی ضروری ہے۔

نظریاتی دفاع

مدیحہ ادریس مغل

حسن نے آرمی کا ٹیسٹ پاس کرنے کے لئے بہت کوششیں کی تھیں۔ صبح سویرے پوری کالونی کے چکر لگانا، جم میں گھنٹہ بھر ایکسرسائز کرنا، وزن کم کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ ٹیسٹ کے نصاب کو اچھی طرح سمجھنا اور ذہن نشین کرنا۔ اُس نے تو ہر ممکن کوشش کی تھی۔ ٹیسٹ کا ہر مرحلہ کامیابی سے عبور کرتے ہوئے وہ انٹرویو کے مرحلے میں ناکام ہوگیا تھا اور اب وہ آنکھوں میں آنسو لیے بابا جان کے پاس بیٹھا کہہ رہا تھا۔ آپ جانتے ہیں بابا جان! آرمی میرا جنون ہے، وطن کا دفاع کرنا میرا خواب ہے۔ میں سرحدوں پہ کھڑے ہو کر اپنے وطن کو دشمنوں سے بچانا چاہتا ہوں اور اب.....''۔ وہ سانس لینے کو رکا۔ ''اور اب..... میں کبھی ان شہداء کا حصہ نہیں بن سکتا جو اپنے لہو سے گل و لالہ اگاتے ہیں''۔

''بے شک وہ لوگ بہت عظیم ہوتے ہیں جو اپنے لہو سے وطن کی سرحدیں متعین کرتے ہیں، وطن عزیز کی سربلندی کی خاطر اپنی خواہشوں اور اپنی جانوں کی قربانی دیتے ہیں''۔ بابا جان دیوار پہ آویزاں اپنے شہید باپ کی تصویر کو دیکھتے ہوئے بولے۔ حسن ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتا ہوا کہنے لگا۔ ''میں بالکل اپنے دادا جان کی طرح بننا چاہتا ہوں، آپ خود ہی تو بتاتے ہیں کہ کس دلیری اور جانبازی سے انہوں نے سرد پہاڑوں پہ اپنے وطن عزیز کی سرحدوں کی حفاظت کی۔ اپنی چوکی پہ تن تنہا لڑتے ہوئے انہوں نے جان دے دی، لیکن دشمن کو ایک قدم آگے نہیں بڑھنے دیا۔ میں بھی سرحدوں کا محافظ بننا چاہتا ہوں''۔ وہ مایوس سی آواز میں بولا ''تم

اب بھی سرحدوں کی حفاظت کر سکتے ہو حسن''۔

''سچ میں بابا جان''۔ وہ پرجوش سا پوچھنے لگا۔ ''بالکل سچ میرے بیٹے''۔ بابا جان نے اس کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا اور بولے۔ ''حسن! تم جانتے ہو سرحدیں کتنی قسم کی ہوتی ہیں؟۔ سرحدیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ جغرافیائی اور نظریاتی سرحدیں۔ جغرافیائی سرحدوں پہ ہماری فوج کھڑی ہے اور اپنا فرض بخوبی نبھا رہی ہے۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ نظریاتی سرحدیں جو کہ اتنی ہی اہمیت کی حامل ہیں۔ وہاں بہت کم مجاہد کھڑے ہیں۔ نظریاتی سرحدوں میں وطن عزیز کی روایات، اسلامی تعلیمات، تاریخی و ثقافتی ورثہ اور دو قومی نظریہ شامل ہیں۔ دو قومی نظریے کی بنیاد پر ہمارا وطن وجود میں آیا تھا اور آج اسے ختم کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ہماری نئی نسل اسے اور اس کی اہمیت کو بھلائی جا رہی ہے اور جانتے ہو جغرافیائی سرحدوں کی شکست بہت جلد دوبارہ فتح میں تبدیل ہو سکتی ہے لیکن نظریاتی سرحدوں کی شکست کے بعد قوم ذہنی غلامی کا شکار ہو جاتی ہے۔ پھر چاہے اس قوم کا کوئی اثاثہ بھی چرا لیا جائے اسے فرق نہیں پڑتا۔ آج مسلمانوں کی درخشندہ تاریخ گم کی جا رہی ہے۔ ہماری ثقافت ایک باقاعدہ منصوبے کے تحت ختم کی جا رہی ہے۔ ہم اپنی علیحدہ شناخت برقرار رکھنے کے لئے علیحدہ ہوئے تھے لیکن آج ہمارے رسم و رواج، ہماری ثقافت پر دوسرے ممالک کی ثقافت کی گہری چھاپ ہے اور دکھ کی بات تو یہ ہے حسن کہ ہم جانتے بوجھتے بھی یہ سب کچھ خوشی سے کر رہے ہیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کی جائے۔ دو قومی نظریے کو پھر سے اجاگر کیا جائے، اپنے علمی ادبی تاریخی و ثقافتی اثاثوں کی حفاظت کی جائے۔ ان کا دفاع کیا جائے کیا تم نے مجید نظامی کو کبھی ہتھیاروں سے لیس دیکھا؟۔

''نہیں بابا جان''۔ ''لیکن سب انہیں ایک عظیم مجاہد کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جانتے ہو کیوں؟۔ کیونکہ وہ ساری زندگی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لئے ڈٹ کر کھڑے رہے۔ تم بھی عظیم مجاہد بن سکتے ہو میرے بیٹے''۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بات حسن کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ اب نئے جوش اور جذبے سے عظیم مجاہد بننے کا عہد کر رہا تھا۔

☆☆☆

تقریب میں چودھری غلام عباس، اعظم چودھری، چودھری لقمان جج، علی شیراز اور احسان شوکت بیٹھے ہیں۔

چودھری غلام عباس اور چودھری لقمان جج شانزہ شعیب کو شیلڈ اور نقد انعام دے رہے
اعظم چودھری، شعیب الدین، مرزا محمد صالح اور دیگر ہمراہ ہیں۔

انعامات حاصل کرنے والے طلبا و طالبات کا مہمانوں کے ساتھ گروپ فوٹو

میٹرک کے امتحانات میں ایک ہزار سے زائد نمبر لینے والے صحافیوں کے بچوں کے اعزاز میں سالانہ تقریب

PakiBooks.Site

لاہور پریس کلب نے میٹرک کے امتحانات 2018ء میں ایک ہزار سے زائد نمبر حاصل کرنے والے ممبران کے بچوں کے اعزاز میں ایک پروقار تقریب کا انعقاد کیا جس میں ڈبلیو بی ایم فاؤنڈیشن کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر چوہدری لقمان جج، ممتاز سیاستدان چوہدری غلام عباس، صدر پریس کلب اعظم چوہدری، سینئر نائب صدر مجتبیٰ باجوہ، نائب صدر شکیل سعید، خزانچی احسان شوکت، ممبران گورننگ باڈی شاہنواز رانا، علی شیراز، قیصر رشید بٹ اور سینئر صحافیوں نے شرکت کی اور بچوں کی حوصلہ افزائی کی۔ پریس کلب کی جانب سے بچوں میں تعریفی سرٹیفکیٹس، یادگاری شیلڈز اور پندرہ پندرہ ہزار روپے نقد دیئے گئے۔ تقریب کی نقابت ممبر گورننگ باڈی شاہنواز رانا نے کی۔ صدر پریس کلب اعظم چوہدری نے کہا کہ لاہور پریس کلب کو ان ہونہار بچوں پر فخر ہے، ایک ہزار نمبر لینا آسان کام نہیں ہے اس کیلئے طالبعلم کے ساتھ ساتھ والدین کی بھی انتھک محنت شامل ہے، انہوں نے کہا کہ گورننگ باڈی ممبرز کی فیملیز کے باہمی تعلق کو مزید استوار کروانے کیلئے مسلسل فیملی پروگرام منعقد کررہی ہے اور ہم پریس کلب کو فیملی کلب بنانے میں کامیاب رہے ہیں۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے چوہدری لقمان جج نے کہا کہ ان بچوں کو سلام پیش کرنا چاہئے جنہوں نے والدین کا سر فخر سے بلند کیا ہے انہوں نے امید ظاہر کی کہ آئندہ بھی یہ بچے مستقبل کے ہر میدان میں نمایاں رہیں گے۔ چوہدری غلام عباس نے کہا کہ آج بچوں کے ساتھ والدین بھی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے تعلیم کے ساتھ ساتھ بچوں کی تربیت اس انداز میں کی کہ آج وہ تعلیمی امتحان میں کامیاب ہوئے۔ میٹرک کے امتحانات میں نمایاں پوزیشن لینے والے بچوں میں روزنامہ وقت کے محمد شاہد نزیر کے بیٹے تنظیم شاہد نے 1086، دی نیوز کے اکمل بھٹی کے بیٹے فائز اکمل نے 1077، روزنامہ جنگ کے خضر حیات گوندل کی بیٹی رامین خضر نے 1049، ڈیلی ڈان کے منصور ملک کے بیٹے محمد قاسم منصور نے 1048، روزنامہ وقت کے پرویز السلام کی بیٹی افرا پرویز نے 1042، آپ نیوز کے زاہد گوگی کی بیٹی فضا زاہد نے 1040، لائف ممبر دین محمد درد کی بیٹی درثمین نے 1035، ڈیلی ڈان کے خالد حسنین کے بیٹے محمد اویس خالد نے 1034، نوائے وقت کے محمد شعیب مرزا کی بیٹی شانزہ شعیب نے 1023، سماء ٹی وی کے محمد لقمان کے بیٹے عبید حنان نے 1012، مرحوم ممبر حامد جاوید اور اے پی پی کی فوزیہ حامد کی بیٹی شیزہ حامد نے 1005 اور 24 نیوز کے سید اعجاز حیدر کے بیٹے سید ظفیر مہدی نے 1003 نمبر حاصل کئے۔

☆☆☆

طلبا و طالبات کو 15000 روپے نقد، شیلڈز اور تحائف دیے گئے۔

اتنے اعلیٰ نمبر حاصل کرنے والے بچے ہمارے لیے قابلِ فخر ہیں۔

سائنس کی دنیا

انجینئر ساجد انور ملک

''انجمن برائے تعلیم لاہور'' کے تعاون سے اس سلسلے میں قارئین کو سائنس کے متعلق معلومات بہم پہنچاتی ہیں۔ اور اہم سوالات کے جوابات ''پھول'' میں شائع بھی کئے جاتے ہیں تاکہ دوسرے پڑھنے والے بھی مستفید ہو سکیں۔ دلچسپ اور اہم سوال کرنے والے ساتھیوں کو بالترتیب 200,300,500 روپے کی کتب انعام میں بھجوائی جاتی ہیں۔ سوال بھجوانے والوں کو جواب انفرادی طور پر بذریعہ ڈاک بھی ارسال کئے جاتے ہیں۔

سوالات ''پھول'' کے پتے پر بھجوائیں۔

ہمراہ کوپن آنا ضروری ہے۔

فاطمہ فیصل..... بہاول پور

سوال :۔ نمونیہ کیا ہے۔ اس کی وجوہات اور علامات کیا ہیں؟۔

جواب :۔ پھیپھڑوں کی بیماری کا نام نمونیا ہے۔ ہمارے جسم میں دو پھیپھڑے موجود ہیں۔ جن کا کام سانس کے ذریعے لی گئی آکسیجن گیس کو خون میں شامل کرنا اور خون میں سے کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کو سانس کے ذریعے خارج کرنا چونکہ انسان کا سانس کے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے اس لئے اسے سانس لینا پڑتا ہے اور ہر قسم کے ماحول میں، ماحول کی آلودگی سے پھیپھڑوں میں بیماری پیدا ہوتی ہے۔ یہ بیکٹیریا وائرل یا فنگس ہو سکتی ہے۔ سردی لگنے سے بھی نمونیہ ہوتا ہے۔ یہ چھوت کی بیماری میں سے ایک ہے اور یہ ہوا کے ذریعے پھیلتی ہے۔

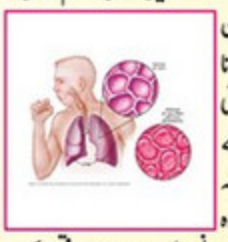

ایک سال سے کم عمر کے بچوں اور 5 سال کی عمر کے بچوں یا پھر 50 یا 60 سال کی عمر کے انسانوں میں یہ عام پائی جاتی ہے۔ نمونیہ کی علامات مختلف عمر کے لوگوں کے حوالے سے مختلف ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک سال سے کم عمر کے بچوں میں قے اور دست کی علامات ہوتی ہیں۔ پانچ سال کے بچوں میں سینہ کا درد، بخار، کھانسی اور بلغم ہو سکتے ہیں۔ بڑے لوگوں میں بخار، بلغمی کھانسی، پسینہ آنا، دماغی توازن وغیرہ اہم علامات سمجھی جاتی ہیں۔ نمونیہ کا اگر اول فرصت میں علاج نہ کرایا جائے تو یہ پھر جسم کے دوسرے اعضاء کو ناکارہ بھی کر دیتا ہے۔

محمد عبداللہ اعجاز .....میاں چنوں

سوال :۔ اگر ہم مقناطیس کو آزادانہ لٹکائیں تو اس کا ایک سرا ہمیشہ شمال کی طرف اور دوسرا جنوب کی طرف کیوں ہوتا ہے؟

جواب :۔ مقناطیس اس وقت مقناطیس بنتا ہے جب دھات یعنی ایک طاقتور مقناطیسی میدان میں رکھا جاتا ہے۔ لوہے کے مادے کے سالمے اس میدان سے متاثر ہو کر اپنے آپ کو بھی مقناطیس کی طرح دو قطبین یعنی شمال اور جنوب کے ساتھ ہم راہی (align) اختیار کر لیتے ہیں۔ مقناطیس کا بنیادی اصول ہے کہ ایک جیسے قطبین ایک دوسرے کو رفع کرتے ہیں اور مختلف قطبین ایک دوسرے کو قریب کرتے ہیں۔ یعنی شمال کے نزدیک شمال قطب لائیں تو ایک دوسرے کو پیچھے دھکیلیں گے Repel کریں گے اور مختلف قطبین یعنی شمال کے سامنے جنوب قطب لائیں تو وہ ایک دوسرے کو (Attract) چمٹ جاتے ہیں۔

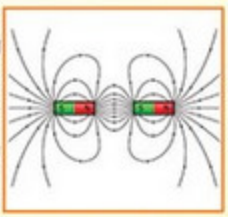

اب یہ دیکھیں کہ ہماری زمین کے اندر ایک قدرتی مقناطیس بنا ہوا ہے جس کی سمت شمالاً جنوباً ہے۔ اگر ہوا میں زمین کے اوپر آپ ایک مقناطیس آزادانہ لٹکائیں (کسی دھاگہ سے باندھ کر کسی سہارے کے ساتھ) تو وہ مقناطیس اپنے آپ کو مقناطیس اصول کے تحت شمالاً جنوباً ٹھہرائے گا۔ مقناطیس کا شمال زمینی جنوب کے ساتھ اور جنوب زمینی شمال کے رخ پر قدرتی مقناطیس کی دریافت نے ہی انسان کو مقناطیس کا استعمال اس کے اصول سے روشناس کروایا۔ مقناطیس قطب نما زمینی اور بحری سفر کے لئے کئی صدیوں سے انسانی خدمت کا کام انجام دے رہی ہے۔

محمد عمر پال..... جہلم

سوال :۔ Sonar کیا ہوتا ہے اور کیسے کام کرتا ہے؟۔

جواب :۔ Sonar مختلف آواز کی لہریں Sound waves پانی میں تیز اور بہتر طریقے سے سفر کرتی ہیں۔ آبدوزیں Sonar استعمال کر کے زیرِ آب محفوظ راستہ تلاش کرتی ہیں۔ اسی طرح زیرِ آب اشیاء کو ڈھونڈنے اور ان کی ہیت معلوم کرنے کیلئے بھی Sonar کا استعمال ہوتا ہے۔ آواز کی لہریں Pulses کی شکل میں transmitter سے بھیجی جاتی ہیں پھر ان کی Echo کو Receiver سے جمع کیا جاتا ہے اور تجزیہ کرا کے اس بات کا پتہ لگایا جاتا ہے کہ جس مقام سے لہریں واپس آئی ہیں وہ کتنا دور اور کس قسم کا ہے۔

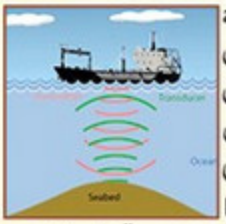

Sonar زیرِ آب ایک قسم کا Radar ہے۔ Radar کا استعمال فضا میں Sonar کا استعمال زیرِ آب ہوتا ہے۔ 1940ء سے انسان نے Sonar کی بابت علم حاصل کرنا شروع کیا اور پھر آہستہ آہستہ اس میں ترقی حاصل کی۔ زیرِ آب خزانوں کا پتہ لگانے کے لئے Sonar استعمال کیا جاتا ہے۔

سمندری مخلوق ڈولفن اور whale مچھلیاں بھی Sonar کا استعمال کر کے مواصلاتی رابطہ قائم کرتی ہیں اور اپنی سفر کے راستوں کا تعین کرتی ہیں۔ Sonar کے بغیر زیرِ آب سفر یا زیرِ آب جنگ نہیں کی جا سکتی۔

☆☆☆

6 ستمبر کے نام

اے راہ حق کے شہیدو وفا کی تصویرو
تمہیں وطن کی ہوائیں سلام کہتی ہیں
لگانے آگ جو آئے تھے آشیانے کو
وہ شعلے اپنے لہو سے بجھا لئے تم نے
بچا لیا ہے یتیمی سے کتنے پھولوں کو
سہاگ کتنی بہاروں کے رکھ لئے تم نے
تمہیں چمن کی فضائیں سلام کہتی ہیں
چلے جو گئے ہو شہادت کے جام پی کر تم
رسول پاکؐ نے بانہوں میں لے لیا ہوگا
علیؓ تمہاری شجاعت پہ جھومتے ہوں گے
حسینؓ نے ارشاد یہ کیا ہوگا
تمہیں خدا کی رضائیں سلام کہتی ہیں
جناب فاطمہؓ جگر رسولؐ کے آگے
شہید ہو کر کیا ماں کو سرخرو تم نے
جناب زینبؓ گواہی دیتی ہیں
شہید ورکھی ہے بہنوں کی آبرو تم نے
وطن کی بیٹیاں، مائیں سلام کہتی ہیں

انتخاب: اسداللہ طاہر۔ چھانگا مانگا

☆☆☆

شہدائے جنگ ستمبر 1965ء

ہے پیش نظر یہ کیا منظر
اک مرد مجاہد لڑ لڑ کر
با زخمی دل و با زخمی جگر
کہتا ہے سنو! یہ رہ رہ کر
لو جام شہادت پیتا ہوں
اب تا بہ قیامت جیتا ہوں
یہ جان تو آنی جانی ہے
یہ گویا ایک کہانی ہے
یہ دُنیا دار فانی ہے
اک دائم ذات ربانی ہے
اے پیکر جود و صدق و صفا
اے جانِ وفا! تسلیم و رضا!
یہ لالہ و گل یہ رنگ چمن
یہ سنبل و ریحاں، سرو و سمن
یہ ان کی مہک یہ ان کا پھبن
سب تیرا ہی صدقہ، تیری لگن
اے فخر وطن اے شان سپاہ!
با حکم خدا تو امر ہوا!

خواجہ محمد اصغر پرے۔ راولپنڈی

☆☆☆

گواہ اس پہ ہے چھ ستمبر مرا

فضائیہ مری سا نہیں دوسرا
گواہ اس پہ ہے چھ ستمبر مرا
کوئی جب بھی آئی ہے مشکل گھڑی
دکھائی ہے اس نے ہی جرأت بڑی
گواہ اس پہ ہے چھ ستمبر مرا
شب و روز یہ محو پرواز ہیں
مرے دیس کا مایہ ناز ہیں
گواہ اس پہ ہے چھ ستمبر مرا
دکھائے فضاؤں میں ایسے کمال
دیا اس نے دنیا کو حیرت میں ڈال
گواہ اس پہ ہے چھ ستمبر مرا
محفوظ ہیں ان کے دم سے حدیں
ورنہ مخالف تو آگے بڑھیں
گواہ اس پہ ہے چھ ستمبر مرا
یقین و عقیدہ ہے ایماں مرا
حامی و ناصر ہے اس کا خدا
گواہ اس پہ ہے چھ ستمبر مرا
خدا کی قسم گر فضائیہ نہ ہوتی
یہ پھر قوم غفلت کی ہی نیند سوتی
گواہ اس پہ ہے چھ ستمبر مرا

عاصم بخاری۔ میانوالی

☆☆☆

چھ ستمبر کا دن

بڑا ہی تلملاتا ہے بے چارہ چھ ستمبر کو
پٹا تھا اس قدر دشمن ہمارا چھ ستمبر کو
فتح لاہور کر لوں گا بڑا حسین سپنا تھا
مقدر میں مگر اسکے، رونا تھا تڑپنا تھا
ہوا نکل پٹھا اس کا غبارہ چھ ستمبر کو
ہمارے آشیانے کو بُری نظر سے تکتا ہے
بڑا مکار دشمن ہے ہمیشہ بغض رکھتا ہے
حلیہ ہم نے پھر اس کا بگاڑا چھ ستمبر کو
اسے رسوائی کا منظر اسی دن یاد آتا ہے
ہرا پھر زخم ہوتا ہے بڑا ہی سٹپٹاتا ہے
کھل جاتا ہے زخموں کا پٹارا چھ ستمبر کو
ہمیں کیسے ڈرائیں گی گیدڑ بھبکیاں اسکی
اسی کو کر گئیں رسوا ساری شوخیاں اسکی
ہوا کچھ اس طرح اُس کا کباڑا چھ ستمبر کو
بڑا ہی تلملاتا ہے بے چارہ چھ ستمبر کو
پٹا تھا اس قدر دشمن ہمارا چھ ستمبر کو

چوہدری عبدالخالق۔ لاہور

☆☆☆

ماہ ستمبر اور بھارت

جب ستمبر کا مہینہ اُسے یاد آیا ہوگا
بیشتر کھویا، بہت کم ہے جو پایا ہوگا
چھین لوں گا میں ہر اک آنکھ سے تعبیر کا خواب
دل میں یہ زعم لیے قدم بڑھایا ہوگا
جاننا تک نہ تھا ہر آنکھ یہاں جاگتی ہے
جاگتی آنکھوں سے کیا آنکھ ملا پایا ہوگا
جھانکتی ہوگی جو آنکھوں میں بہت صاف شکست
بدحواسی میں یو این او کو بلایا ہوگا
وہ تو کہتا تھا لکیروں میں میری ہار نہیں
ہر ستمبر نے اسے پہروں رلایا ہوگا
اس کو پانے کے جو سب خواب بنے رائیگاں تھے
آئینہ وقت نے جب اس کو دکھایا ہوگا
آگ اور پانی کبھی دیکھے ہیں یک جا ہوتے؟
ایک ہونے کا خیال اُس کو کیوں آیا ہوگا
ہاتھ ملتا تو بہت ہوگا وہ اکثر طیبہ
اپنے خوابوں کو جو شرمندہ تعبیر نہ پایا ہوگا

طیبہ وحید، بھیرہ وال

☆☆☆

سلمیٰ صفی

سیاہ رات کی خاموشی اپنے پَر وادی کے بلند و بالا پہاڑوں پر پھیلائے ایک ہیبت طاری کیے ہوئے تھی۔ سنگلاخ پہاڑ خاموشی سے آسمان سے اُبھرتے ہوئے سیاہ نقطوں پر نظر جمائے ہوئے تھے۔ آہستہ آہستہ وہ نقطے بڑے ہوتے گئے اور اب بڑے بڑے پیراشوٹ زمین پر تھے۔ فضائیں حیرت زدہ تھیں کہ یہ وادی جہاں دن کی روشنی میں کوئی قدم نہیں رکھتا تھا وہاں رات کی تاریکی کو چیرنے والے یہ کون تھے؟

پیراشوٹ سمیٹے جا چکے تھے اور خاموش قدم جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ جی دار پاک آرمی کے جوان تھے۔ جو کیپٹن زوار کی قیادت میں دُشمن کو سبق سکھانے آئے تھے۔ جو کئی مرتبہ پیٹھ پر وار کر کے فرار ہو جاتا تھا۔ اِس جنگل سے چند کلومیٹر دُور دُشمن کی چوکیاں تھیں۔ بھارتی فوج کی بزدلانہ کارروائیوں سے کتنے ہی معصوم لوگوں کی جان چلی گئی تھی۔ اب اُسے بتانا ضروری ہو گیا تھا کہ اس وطن کے بیٹے ابھی زندہ ہیں۔ کیپٹن زوار نے درختوں کے ایک جُھنڈ کے نیچے سب سپاہیوں کو اکٹھا کیا اور اگلا لائحہ عمل ترتیب دینے لگے۔

☆.....☆.....☆

کچھ سپاہی درختوں پر چڑھ کر دُوربین کی مدد سے دُشمن کی حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ باقی جنگل کے چاروں طرف جائزہ لے رہے تھے۔ ”سر دُشمن کی چوکیوں میں ہلچل مچ گئی۔ ہے لگتا ہے ہماری اطلاع اُن تک پہنچ گئی ہے“۔ ایک سپاہی نے درخت پر بیٹھے بیٹھے ہی اطلاع دی۔ کیپٹن زوار نے سپاہی کی اطلاع پر باقی تمام لوگوں کو اکٹھا کیا اور تیزی سے ہدایات دینے لگا۔ ”سر میں نے ہر طرف سے جائزہ لیا ہے۔ اس جنگل کے دو طرف تو بلند پہاڑ ہیں جبکہ پُشت پر نالہ ہے۔ اِن تین اطراف سے تو دُشمن ہم تک نہیں پہنچ سکتا۔ اب واحد راستہ یہ سامنے کی طرف سے ہے جہاں اِس جنگل کا اختتام ہو رہا ہے اور آگے میدان ہے“۔ سپاہی ظرب خان نے تفصیل سے آگاہ کیا۔

”تو اس کا مطلب ہے ہمیں سامنے کی طرف سے اقدامات کرنے ہوں گے“۔ کیپٹن زوار نے میدان

وہ پہاڑوں پر اُتر کر دشمن کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے کہ.....

PakiBooks.Site

کامیاب حکمتِ عملی

کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ ”وہ ٹھیک ہے سر..... لیکن کُھلے میدان میں ہم اپنا دفاع کیسے کریں گے؟“۔ ظرب خان نے سوال اُٹھایا۔ کچھ دیر کے لیے کیپٹن زوار نے سوچا، آس پاس دیکھا اور پھر مُسکرا دیا۔ ”خان تم دیکھنا ہم دُشمن کے سامنے کھڑے ہوں گے اور وہ ہمیں تب بھی دیکھ نہیں پائے گا اور جب دیکھے گا تو اگلا سانس نہیں لے پائے گا“۔ کیپٹن زوار کی آنکھوں کی چمک کچھ کرنے کا جذبہ لیے چمک رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

بھارتی چوکیوں پر کُھلبلی مچی ہوئی تھی۔ سب تیزی سے حملے کی تیاریوں میں مگن تھے۔ پاکستانی فوج کی اطلاع ملتے ہی اُنہوں نے حملے کی تیاری شروع کر دی۔ ”شنکر..... کچھ پتا چلا کہ اُن کا پڑاؤ کدھر ہے؟“۔ بھارتی افسر نے اپنے ماتحت سے پوچھا۔ اُس نے فوجیوں کے جنگل میں اُترنے کی اطلاع دی۔ ”یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ یہاں تک پہنچیں ہم جنگل میں ہی اُن کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔“

افسران نے باہمی مشورے سے ایک دستہ اور اسلحہ تیار کیا اور جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔

☆.....☆.....☆

آدھی رات بیت چکی تھی۔ بھارتی فوج ہمیشہ کی طرح اسلحہ کے بل بوتے پر ایک تفاخر کے ساتھ آ رہی تھی گویا وہ دُشمن کو ایک لمحے میں ختم کر دے گی۔ مگر یہ کیا میدان تو خالی تھا..... میدان کے اختتام پر چند درختوں کے سوا کچھ نہ تھا۔

بھارتی سپاہی بھاگتے ہوئے جنگل میں داخل ہوئے اور اس فوج کو تلاش کرنے لگے جس کی اطلاع انہیں دی گئی تھی، مگر فوج تو کیا وہاں ایک سپاہی بھی نہ تھا۔ کیپٹن زوار کی عقابی نگاہیں بھارتی دستے پر تھیں اور جیسے ہی وہ قریب پہنچا اس نے پورے جوش سے نعرہ تکبیر کہا اور دُشمن پر ہلہ بول دیا۔

☆.....☆.....☆

بھارتی فوج حیران و پریشان تھی کہ خالی جنگل سے گولیاں کیسے برس سکتی ہیں۔ ایک ایک کر کے سپاہی زمین پر گرتے جا رہے تھے انہیں لگا کہ ایک بڑی فوج ہے جو ہر جانب سے اُن پر حملہ کر رہی ہے اور اگلے آدھے گھنٹے میں بھارتی فوجیوں کی لاشیں جا بجا گری ہوئی تھیں۔ ان کے دل ایک دہشت کے زیرِ اثر تھے۔ ایک مرتبہ پھر پاک فوج نے دُشمن کے علاقے میں گھس کر انہیں دھول چٹائی۔ اس شکست کے بعد بھارتی فوجی اپنی چوکیوں پر بھی اپنے قدم نہ جما سکے اور چھوڑ کے بھاگ گئے۔ صبح کا سورج نکلنے پر انہی چوکیوں پر پاکستان کا پرچم لہرا رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

کیپٹن زوار کا منصوبہ کامیاب رہا تھا۔ ایک ایک سپاہی نے ہر درخت کو مورچہ بنا لیا تھا۔ دُشمن واقعی اپنے سامنے ہونے کے باوجود انہیں نہیں دیکھ پایا تھا۔ مشن کی کامیابی پر سب بہت خوش تھے۔ اب دُشمن یقیناً کافی عرصے تک ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت بھی نہیں کرے گا۔

سو جاؤ عزیزو کہ فصیلوں پہ ہر اِک سمت
ہم لوگ ابھی زندہ و بیدار کھڑے ہیں
پاک فوج زندہ باد

☆☆☆

تمہیں وطن کی ہوائیں سلام کہتی ہیں

محمد شعیب مرزا

پاکستان کی عسکری تاریخ درخشندہ روایات اور تابناک ابواب سے بھری ہوئی ہے۔ وطن عزیز کی سلامتی، تحفظ اور دشمنوں کے عزائم کو خاک میں ملانے کیلئے پاکستان کی بری، بحری اور فضائی افواج نے قابل فخر کارنامے انجام دیتے ہوئے شاندار تاریخ رقم کی اور ضرورت پڑنے پر وطن کے دفاع کیلئے اپنی جانوں کے نذرانے بھی پیش کئے۔ ذیل میں پاکستان کی مسلح افواج کے سربراہوں کے تعارف پیش کئے جارہے ہیں تاکہ قوم خاص طور پر نئی نسل اپنے ان محافظوں اور محسنوں سے متعارف ہوسکے۔ اس وقت جب پاکستان واحد مسلم ایٹمی قوت ہے اور عالمی طاقتیں متحد ہوکر اس قلعہ اسلام کو نقصان پہنچانے کیلئے سازشیں کررہی ہیں ہمیں امید ہے کہ ہمارے یہ سپہ سالار حضرت خالد بن ولید، صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم اور ٹیپو سلطان کی طرح ہر اسلام اور پاکستان دشمن کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملادیں گے کیونکہ..... تم ہو پاسباں اس کے

جنرل زبیر محمود حیات

چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی

جنرل زبیر محمود حیات نے 24 اکتوبر 1980ء میں پاک فوج میں کمیشن حاصل کیا۔ ان کا تعلق آرٹلری رجمنٹ سے ہے۔ وہ فورڈسل اوکلاہاما امریکہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ ان کے والد میجر جنرل محمود اسلم حیات اور دو بھائی لیفٹیننٹ جنرل عمر محمود حیات اور میجر جنرل احمد محمود حیات نے بھی پاک فوج میں خدمات انجام دیں۔ جنرل زبیر محمود حیات نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی اسلام آباد کے بھی گریجوایٹ ہیں۔ انہیں کمانڈ سٹاف اور انسٹرکشنل عہدوں پر کام کا بھی وسیع تجربہ ہے۔ وہ بطور بریگیڈئر انفنٹری ڈویژن کی قیادت بھی کر چکے ہیں اور کور ون کے چیف آف سٹاف بھی رہے۔ اس کے علاوہ اسٹریٹجک پلان ڈویژن کے ڈائریکٹر جنرل بھی رہ چکے ہیں۔ جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی کے چیئرمین کے عہدے پر تقرری سے پہلے وہ جی ایچ کیو میں چیف آف جنرل سٹاف کے عہدے پر فائز تھے۔ ملٹری آپریشنز ڈائریکٹوریٹ اور ملٹری اسمبلی جنس ڈائریکٹوریٹ کی براہ راست سربراہی چیف آف سٹاف کے پاس ہی ہوتی ہے۔

28 نومبر 2016ء کو انہیں چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی مقرر کیا گیا۔ ان کی خدمات کے اعتراف میں ان کو ہلال امتیاز اور نشان امتیاز کے اعزاز مل چکے ہیں۔ امید ہے وہ بدلتی ہوئی عالمی اور خطے کی صورت حال کے پیش نظر پاکستان کی بقا اور سلامتی کے لئے نمایاں خدمات انجام دیں گے۔

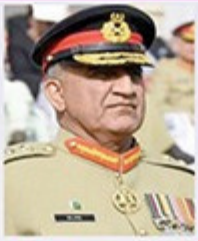

چیف آف آرمی سٹاف جنرل قمر جاوید باجوہ

جنرل قمر جاوید باجوہ 11 نومبر 1960ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محمد اقبال باجوہ بھی پاک فوج میں لیفٹیننٹ کرنل تھے جن کا سروس کے دوران ہی 1967ء میں کوئٹہ میں انتقال ہوا۔ قمر جاوید باجوہ نے ایف جی سرسید کالج اور گورڈن کالج راولپنڈی سے انٹرمیڈیٹ تک جبکہ اعلیٰ تعلیم کینڈین آرمی کمانڈ اینڈ سٹاف کالج کینیڈا، نیول پوسٹ گریجوایٹ سکول کیلی فورنیا امریکہ اور نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی پاکستان سے حاصل کی۔ 20 اکتوبر 1980ء کو سولہویں بلوچ رجمنٹ سے کیریئر کا آغاز کیا پھر سولہویں بلوچ رجمنٹ کے کمانڈنگ آفسر مقرر ہوئے۔ 2007ء میں اقوام متحدہ کی امن فوج کے بریگیڈ کمانڈر کی حیثیت سے کانگو میں فرائض انجام دیئے۔ 2009ء میں میجر جنرل کے عہدے پر ترقی پائی اور گلگت بلتستان کے فورس کمانڈر مقرر ہوئے۔ اگست 2013ء میں لیفٹیننٹ جنرل بنے۔ اگست 2011ء میں انہیں ہلال امتیاز ملٹری کے اعزاز سے نوازا گیا جبکہ دسمبر 2016ء میں ان کی خدمات کے اعتراف میں انہیں نشان امتیاز دیا گیا۔ 14 اگست 2013ء سے 22 ستمبر 2015ء تک آپ انتہائی اہم سمجھی جانے والی کور رحیم کی کمانڈ بھی کر چکے ہیں۔ 22 ستمبر 2015ء سے 29 نومبر 2016ء تک آپ بطور انسپکٹر جنرل آف دی ٹریننگ اینڈ ایجوکیشن خدمات دیتے رہے۔ 2017ء کو انہیں پاک ترک دفاعی تعلقات کے فروغ کے حوالے سے ترکی کا ایوارڈ دیا گیا۔

جنرل قمر جاوید باجوہ کے خاندان کا تعلق گکھڑ منڈی گوجرانوالہ سے ہے۔ آپ جٹ برلاس سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے دو بیٹے ہیں۔ آپ کو تاریخ سے دلچسپی ہے۔ کرکٹ کے شوقین ہیں۔ آپ نے ہر موقع پر پیشہ وارانہ مہارت اور عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ آپ کی صلاحیتوں کے اعتراف میں 29 نومبر 2016ء کو اس وقت کے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے آپ کو پاک فوج کا سربراہ مقرر کیا۔ آپ پاک فوج کے سولہویں سربراہ ہیں۔ آپ پاک فوج کے جوانوں کا حوصلہ بلند رکھنے کے لئے لائن آف کنٹرول کے علاوہ دیگر مقامات کا دورہ کرتے ہیں۔ پاکستان کو دہشت گردی سے پاک کرنے کے لئے آپ نے فروری 2017ء میں آپریشن ''خیبر فور'' کا آغاز کیا۔ ''ردالفساد'' اور جولائی 2017ء میں آپریشن ''خیبر فور'' کا آغاز کیا۔ ہمیں امید ہے کہ اپنی خاندانی روایات پر عمل کرتے ہوئے پاکستان کی جغرافیائی ہی نہیں نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کو بھی یقینی بنائیں گے اور اپنی پیشہ وارانہ صلاحیتوں اور مہارت کی بنا پر پاکستان کو مستحکم، محفوظ اور صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ بنائیں گے۔

ائر چیف مارشل مجاہد انور خان

ائر چیف مارشل مجاہد انور خان 23 دسمبر 1962ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے پی اے ایف کی ڈی جی پی برانچ میں دسمبر 1983ء میں کمیشن حاصل کیا۔ وہ ائیر وار کالج، نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی کمانڈ اینڈ سٹاف کالج اردن سے فارغ التحصیل ہیں۔ انہوں نے اعزازی شمشیر اور بیسٹ پائلٹ ٹرافی اور چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی گولڈ میڈل بھی حاصل کیا۔ وہ کوالیفائیڈ فلائنگ انسٹرکٹر ہیں۔ ان کی اعلیٰ خدمات پر انہیں ہلال امتیاز (ملٹری) ستارہ امتیاز اور تمغہ امتیاز سے بھی نوازا جاچکا ہے۔ ان کی خدمات کے پیش نظر 19 مارچ 2018ء کو پاک فضائیہ کا چند رہواں سربراہ مقرر کیا گیا اور ائیر ہیڈ کوارٹر اسلام آباد میں چینج آف کمانڈ کی پروقار تقریب میں انہوں نے پاک فضائیہ کی کمان سنبھالی۔

ائیر چیف مارشل مجاہد انور خان کئی قسم کے طیارے اڑانے کی تربیت حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں ایف 16، ایف 6، ایف ٹی -5 ٹی-37 اور ایم ایف آئی 17 وغیرہ شامل ہیں۔ اس سے قبل وہ پاک فضائیہ میں کئی اہم عہدوں پر خدمات انجام دے چکے ہیں۔ امید ہے وہ پاک فضائیہ کی درخشندہ روایات کے مطابق وطن عزیز کی فضائی سرحدوں کے تحفظ کو یقینی بنائیں گے اور کسی بھی قسم کی جارحیت کی صورت میں دشمن کو منہ توڑ جواب دیں گے۔

چیف آف نیول سٹاف ایڈمرل ظفر محمود عباسی

چیف آف نیول سٹاف ایڈمرل ظفر محمود عباسی 1978ء میں پاک بحریہ سے منسلک ہوئے۔ انہوں نے پاکستان نیول اکیڈمی اور رائل نیول کالج برطانیہ سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ 1981ء میں بطور لیفٹیننٹ پاکستانی بحریہ کی آپریشنز برانچ میں کمیشن حاصل کیا اور اعزازی شمشیر سے بھی نوازے گئے۔

انہوں نے امریکہ اور رائل آسٹریلین نیول کالج سے بھی اعلیٰ تربیت حاصل کی۔ انہیں کمانڈ اینڈ سٹاف کا وسیع تجربہ حاصل ہے۔ وہ کمانڈر پاکستان فلیٹ، کمانڈر کوسٹ اور کمانڈر لاجسٹکس کے عہدوں پر فرائض انجام دے چکے ہیں۔ انہوں نے ڈپٹی چیف آف نیول سٹاف (آپریشنز) کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔ وہ کثیر ملکی ٹاسک فورس 150 کی کمان بھی کر چکے ہیں۔ 7 اکتوبر 2017ء کو انہوں نے چیف آف نیول سٹاف کی حیثیت سے پاک بحریہ کی کمان سنبھالی۔ ان کی اعلیٰ خدمات پر انہیں حکومت پاکستان کی طرف سے نشان امتیاز (ملٹری)، ہلال امتیاز (ملٹری)، ستارہ امتیاز (ملٹری) کے علاوہ سعودی حکومت کی طرف سے چیف آف جنرل سٹاف آف رائل سعودی آرمرڈ فورسز نے 13 مارچ 2018ء کو انہیں ''سعودی عربیہ کنگ عبدالعزیز میڈل آف ایکسیلینس'' کے اعزازات سے نوازا گیا۔ ان کی شاندار خدمات کے پیش نظر توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ پاک بحریہ کی شاندار روایات کو قائم رکھتے ہوئے پاکستان کی بحری سرحدوں کو ناقابل عبور بنائیں گے اور وطن عزیز کے دشمنوں کے ناپاک عزائم کو ناکام بنائیں گے۔

ستمبر 1965ء کی جنگ کے حیرت انگیز واقعات

PakiBooks.Site

عاطف فاروق

دشمن نے میلی آنکھ سے پاکستان کی طرف دیکھا۔ رات کی تاریکی میں گیدڑ کی طرح پاکستان کی پیٹھ پر وار کرنے کی کوشش کی جس پر ہمارے جوانوں نے اپنی طاقت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے اتنے بڑے کارنامے دکھائے کہ رہتی دنیا تک دوبارہ ایسے واقعات کبھی نظر نہیں آئیں گے۔ ستمبر 1965ء کی جنگ میں کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے جو نہ صرف انسان کو ورطہء حیرت میں ڈال دیتے ہیں بلکہ جوشِ ایمانی کو بھی تقویب بخشتے ہیں۔ چند ایمان افروز اور حیرت انگیز واقعات ذیل میں دیئے جارہے ہیں۔

یہ جذبے سلامت رہیں

6 ستمبر کو ریڈیو پاکستان سے ایوب خان کی تقریر نشر کی گئی جس کا خلاصہ یہ تھا: ”لا الہ الا اللہ کے ماننے والوں پر بھارت نے حملہ کردیا ہے۔ میری قوم کے ہم وطنو! جنگ شروع ہوچکی ہے، اٹھو اور دشمن پر ٹوٹ پڑو۔“

بس پھر کیا تھا، پوری قوم نعرہء تکبیر لگاتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئی۔ 17 دن جنگ جاری رہی۔ ان 17 دنوں میں ملک میں کوئی چوری ڈکیتی نہ ہوئی، رشوت بند ہوگئی، ٹرینیں وقت پر چلنے لگیں۔ پاک فوج کے جوانوں کا یہ حال تھا کہ وہ شہر میں کچھ خریدنے کیلئے آتے تھے تو پورا شہر ان کو تحفے دینے کیلئے امڈ آتا تھا۔ پھل اور بسکٹ کے ڈبے ان کی گاڑیوں میں پھینک دیئے جاتے تھے۔ فوجی جوان خریداری کے غرض جب دکانداروں کو پیسے دیتے تو وہ لوگ رونے لگ جاتے تھے کہ ہماری توہین نہ کرو، تم ہمارے بیٹے ہو، ہماری عزت کا دفاع کررہے ہو۔ ماؤں، بہنوں نے اپنے زیور، رضائیاں، طلائیاں جتنا کچھ ان کے پاس تھا سب کچھ پاک فوج کی مدد کیلئے روانہ کردیا۔

جرأتوں کی بے مثال داستان

جس وقت بھارت لاہور پر حملہ آور ہوا اس وقت لاہور کے محاذ پر صرف ایک کمپنی تعینات تھی جس میں صرف 150 لوگ شامل تھے۔ جبکہ بھارت بھاری نفری کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا۔ اس کے باوجود بھی ہمارے 150 جوانوں نے 12 گھنٹے تک دشمن کو روکے رکھا تاکہ ہماری پچھلی فوجوں کو موقع مل جائے کہ وہ دفاع کو مضبوط کرلیں۔ صرف 150 افراد کا 12 گھنٹے تک دشمن کی بھاری نفری کو روکے رکھنا کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔

فضائی تاریخ کا ایک منفرد ریکارڈ

بھارت نے 6 ستمبر کو سرگودھا کی نہایت اہم ائیربیس پر بھرپور حملہ کیا۔ پہلے ہی روز ایم ایم عالم نے F-86 سیبر سے بھارت کے 2 طیارے تباہ جبکہ تین کو زبردست نقصان پہنچایا۔ 7 ستمبر کے حملے میں ایم ایم عالم نے صرف چار منٹ اور تیس سیکنڈ میں 5 بھارتی ہنٹر طیاروں کو گرا کر بین الاقوامی فضائی تاریخ کا عالمی ریکارڈ قائم کردیا جو آج تک نہیں توڑا جاسکا۔ ایم ایم عالم نے اس جنگ میں مجموعی طور پر 9 طیارے تباہ کئے جبکہ 3 کو نقصان پہنچایا۔ جبکہ پاک فضائیہ نے ان سترہ دنوں میں بھارت کے 110 طیارے تباہ کئے جبکہ پاکستان کے صرف 19 طیارے ملک پر قربان ہوئے۔

لیڈنگ فرام دا فرنٹ کی عظیم مثال

ستمبر 1965ء کی جنگ میں ایئر مارشل نور خان، چیف آف ایئر سٹاف تھے۔ اس وقت پاکستان کے پاس بمبار طیاروں کی کمی ہوگئی تو منصوبہ یہ بنایا گیا کہ C1-30 ایئر کرافٹ جس کا کام کھانا اور دوسری اشیاء پہنچانا ہوتا ہے کو بمبنگ کیلئے استعمال کیا جائے۔ یہاں نور خان صاحب کی دلیری اور جرأت دیکھیں کہ انہوں نے کہا کہ یہ ایئر کرافٹ نہیں جائے گا جب تک میں خود نہ دیکھ لوں کہ یہ فیصلہ ہمارے پائلٹ کیلئے کتنا خطرناک ہے۔ لیڈنگ فرام دا فرنٹ کا یہ جذبہ دنیا کے کسی دوسرے ملک میں نہیں پایا جاتا۔ اور اس طرح نور خان صاحب اس پہلی فلائٹ میں جو سب سے خطرناک فلائیٹ تھی جس میں وہ C1-30 ایئر کرافٹ میں بم رکھ کر لے گئے اور خود ایئر چیف نے اسے فلائی کیا۔

ناقابل یقین گولہ باری

جنگ کے دوران ایک سیکٹر پر پاک فوج کو توپوں کی ضرورت پڑی کیونکہ دشمن کے ٹینکوں کا دباؤ پیادہ فوج کے مورچوں پر بہت بڑھ چکا تھا۔ مسئلہ یہ درپیش تھا کہ دشمن کے ٹینک ہماری توپوں کی آخری حد سے بھی 2 یا 3 کلومیٹر دور پوزیشن میں تھے جہاں ہماری توپوں کے گولے نہیں پہنچ سکتے تھے۔ صورتحال کشیدہ تھی اگر بھارتی ٹینکوں کو خاموش نہ کیا جاتا تو سیالکوٹ کا پورا سیکٹر دشمن کے قبضے میں آجاتا۔ افسروں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرکے دشمن کے ٹینکوں کی جانب گولہ باری کی تو اگلے مورچوں سے نعرہ ء تکبیر کی صدائیں آنے لگیں اور پیغام ملا کہ گولے دین دشمن کے ٹینکوں کے بیچ گر رہے ہیں۔ یہ بھی ایک عجیب معجزہ تھا کیونکہ نہ اس سے پہلے کبھی کسی توپ نے اتنا دور فائر کیا تھا اور نہ آج تک اس کے بعد کسی توپ نے اتنا دور فائر کیا۔

نبی اکرم ﷺ کی زیارت

1965ء کی جنگ کے دوران یہ واقعہ کئی اخبارات میں شائع ہوا جسے ممتاز مفتی نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب 1965ء کی جنگ شروع ہوئی تو مسجد نبوی ﷺ میں کئی افراد نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت فرمائی اور دیکھا کہ آپ ﷺ جنگی لباس میں غزوہ ء بدر کے شہداء کے ساتھ پاکستان کے دفاع کیلئے تشریف لے جا رہے ہیں۔

اللہ رب العزت کی مدد

جنگ کے دوران دشمن کے طیارے کے ایک پائلٹ کو گرفتار کیا گیا جسے راوی کے پل کو تباہ کرنے کا ٹاسک دیا گیا تھا۔ جب اس سے پوچھ گچھ ہوئی کہ تم نے پل تباہ کیوں نہیں کیا تو اس نے بتایا کہ مجھے ایک پل تباہ کرنے کا حکم ملا تھا جبکہ مجھے فلائیٹ کے دوران چھ، چھ پل نظر آرہے تھے، میں کس کس کو تباہ کرتا۔ اسی طرح بری فوج کے گرفتار شدہ دشمنان نے بھی پوچھا کہ آپ کی گھوڑوں والی فوج کون تھی جن کے سفید لباس تھے اور ان کی تلواروں سے شعلے نکل رہے تھے۔ دشمن کے پائلٹوں نے بھی اس چیز کا اقرار کیا ہے کہ ہم بم گراتے تھے مگر وہ پھٹتے ہی نہیں تھے اور ناکارہ ہوجاتے تھے۔ راولپنڈی پر 40 بم گرائے گئے جن میں سے صرف 4 بم ہی پھٹے اور وہ بھی ویرانے میں۔

ٹینکوں کی دوسری بڑی جنگ

دوسری جنگ عظیم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ سیالکوٹ میں لڑی گئی تھی۔ یہ ایسا موقع تھا کہ ایک افسر نے کمانڈ دی کہ ہائی ایکسپلوسیو شیل نکال دو کیونکہ اب توپ اور ٹینک کی براہ راست لڑائی شروع ہونے والی ہے۔ یہ ایسا موقع ہوتا ہے کہ اس کے بعد آر یا پار ہوتا ہے۔ ٹینک میں چونکہ بہت سی خصوصیات ہوتی ہیں مثلاً ٹینک حرکت کرسکتا ہے جبکہ توپ ایک جگہ پر رکی ہوتی ہے تو ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ نے دھند بھیج دی اور دھند کی وجہ سے دشمن کے ٹینک رک گئے۔ یوں اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے دشمن پر خوف طاری کرتا رہا۔

''بوکاٹا''

جنگ کے دوران جب دشمن کے طیارے لاہور پر بمباری کے لئے آتے تھے تو ہمارے شاہین ان کا پیچھا کرتے تھے تو ایسے میں لوگ اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھ جاتے اور دشمن کے طیاروں پر جو توتے یا جو چیز ان کے ہاتھ میں ہوتی تھی پھینکتے تھے۔ لوگ چھتوں پر چڑھ کر نعرہ ء تکبیر لگا رہے ہوتے تھے اور جب لوگوں کی آنکھوں کے سامنے دشمن کا طیارہ گرایا جاتا تو لوگ بلند آواز سے ''بوکاٹا'' کے نعرے لگانا شروع کردیتے۔

ایم ایم عالم کی فرض شناسی

رمضان المبارک میں دوپہر کو گرمی کے وقت جہاں دوسرے پائلٹ ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں سو رہے ہوتے تھے تو اس وقت ایم ایم عالم اپنے جہاز پر بیٹھ کر گنز کا نشانہ سیدھا کر رہے ہوتے تھے تاکہ کبھی فائر کرنے میں ان کی گولی ضائع نہ ہوجائے۔ جنگ میں بارہا ایسا ہوتا کہ پائلٹ جہاز اڑاتا اور ساری گولیاں فائر کردیتا لیکن دشمن کا ایک بھی جہاز نہ گرتا جبکہ ایم ایم عالم کے پاس جو طیارہ تھا F-86 سیبر، اس میں صرف پندرہ سیکنڈ کی گولیاں ہوتی تھیں اور 15 سیکنڈ کی گولیوں میں 5 جہاز مار گرانا اسی وقت ممکن تھا جب فائر کرن ے کی ایکوریسی 100 فیصد ہو اور یہ اعزاز دوپہر کی گرمی میں بھی آرام کی بجائے کام کرنے والوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔

1965ء کی جنگ اور عالمی میڈیا کی ہرزہ سرائیاں

جنگ کے دوران سارا عالمی میڈیا بھارتی فوج کے حق میں لکھ رہا تھا۔ جنگ کے دوران اخبار بمبئی کے ایک نامہ نگار نے لکھا:

''میں اس وقت لاہور کے ایک سبزہ زار میں بیٹھا ہوا ہوں اور لاہور ریلوے اسٹیشن پر ترنگا لہرا رہا ہے، انارکلی میں بھارتی سپاہی شاپنگ کررہے ہیں۔''

بی بی سی سے خبر نشر ہوئی کہ بھارت کا لاہور پر قبضہ ہوچکا ہے۔ 6 ستمبر کو وائس آف امریکہ نے خبر نشر کی کہ بھارتی فوج نے لاہور کا مکمل کنٹرول سنبھال لیا ہے۔ کچھ ہی دنوں بعد میڈیا نے فوراً اپنا پینترا بدلا اور حقیقت پسندی کا رخ کیا۔ 9 ستمبر کو نیو یارک ٹائمز نے لکھا:

''بھارتی فوج کسی جگہ پاکستانی فوج کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہی۔''

10 ستمبر کو واشنگٹن پوسٹ نے خبر شائع کی: ''پاکستانی فوج نے چند ہی روز میں بھارت کو ذلیل و رسوا کردیا ہے۔'' ٹاپ آف نیوز نے لکھا: ''بھارتی ایئر فورس کے مقابلے میں پاکستان ایئر فورس کا نقصان نہ ہونے کے برابر ہے۔'' 16 ستمبر کو ٹائمز آف انڈیا نے سرخی لگائی:

''جس غیض و غضب سے دشمن لڑ رہا ہے اس کے سامنے انڈین آرمی کا پاکستان میں داخل ہونا آسان نہیں۔ یہ عظیم سپاہیوں کی منظم اور بہادر فوج ہے۔''

آم کی باتیں

ڈاکٹر چوہدری تنویر سرور

پیارے دوستو! میں آم ہوں مجھے کئی ناموں سے پکارا جاتا ہے مثلاً سندھڑی، لنگڑا، چونسہ، الماس، فجری، گولا، دوسہری اور انور رٹول قابل ذکر ہیں۔ میری یہ تمام اقسام پاکستان کی ہر مارکیٹ میں بآسانی مل جاتی ہیں کیونکہ میں بہت زیادہ میٹھا، رسیلا، خوش رنگ اور ذائقہ دار بھی ہوں اسی لئے

مجھے پھلوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ یہ تو آپ سب بھی جانتے ہیں اور میری خوب تعریف بھی کرتے ہیں۔ جب بھی موسم گرما کا آغاز ہوتا ہے تو میں آم کے درختوں پر بور کی شکل میں لگ جاتا ہوں اور جیسے جیسے گرمی بڑھتی ہے میں بھی بڑا ہوتا چلا جاتا ہوں۔ پھر میں کچھ ماہ میں کیری کی شکل اختیار کر لیتا ہوں کچھ لوگ مجھے کیری کی شکل میں بھی توڑ لیتے ہیں کیونکہ وہ اس سے میرا اچار بناتے ہیں اور مزیدار شربت بھی تیار کرتے ہیں۔ جسے آپ چٹخارے لے لے کر کھاتے اور پیتے ہیں۔ لیکن جیسے جیسے گرمی کا زور بڑھتا ہے تو میں پک کر تیار ہو جاتا ہوں۔ اب مجھے کسان درختوں سے توڑ کر پیٹیوں میں پیک کر کے منڈی میں فروخت کر دیتا ہے۔ منڈی سے عام دکاندار اور ٹھیلے والے مجھے خرید کر آپ کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں۔ یوں آپ میرے رسیلے، میٹھے، خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہونے کی وجہ سے بھرپور مزے لے لے کر کھاتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ گھر کے تمام

مزیدار ہی نہیں صحت کے لیے بھی مفید ہوتے ہیں۔

لوگ مجھے بہت پسند کرتے ہیں۔ مجھے کھانے کے علاوہ کئی میٹھوں کے ساتھ بھی استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے آپ لوگ بڑے شوق سے ملک شیک بنا کر پیتے ہیں۔

میں پاکستان کے علاوہ دنیا بھر میں مشہور ہوں۔ میری لذت کی وجہ سے مجھے نہ صرف یورپ بلکہ مڈل ایسٹ کے ممالک میں بھی پسند کیا جاتا ہے اسی لئے مجھے جرمنی، ناروے، ہالینڈ، سنگاپور، ہانگ کانگ، ملائشیا، مسقط، عمان، سعودی عرب اور یو اے ای میں بھی برآمد کیا جاتا ہے۔ ان ممالک میں فروخت سے میرے ملک پاکستان کو بہت زیادہ زر مبادلہ حاصل ہوتا ہے اور یوں یہ پیسے آپ کی تعلیم اور صحت پر خرچ کئے جاتے ہیں۔ اس لئے میں کسان بھائیوں اور حکومت سے اپیل کرتا ہوں کہ میری پیداوار بڑھانے کے لئے کسانوں کو آسان قرضے فراہم کئے جائیں اور کھادوں کی قیمتوں میں کمی لائی جائے۔ اس کے علاوہ مجھے سنڈی اور موسم کی شدت سے بچانے کے لئے جدید تحقیق کی جائے تاکہ میں پاکستان کے علاوہ دنیا بھر میں پسند کیا جاؤں۔

بہت سے لوگ مینگو پارٹی بھی کرتے ہیں جس کی وجہ سے میں بھی خوش ہوتا ہوں کہ میری مقبولیت کتنی زیادہ ہے کہ لوگ میرے نام سے مینگو پارٹی مناتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں میں سب کی خوشیوں میں برابر کا حصہ دار ہوں جہاں میری اتنی زیادہ مقبولیت ہے وہاں میرے بہت سارے فوائد بھی ہیں۔ یقیناً آپ میرے فوائد جاننا چاہتے ہوں گے کیونکہ آم تو آپ کھاتے ہی ہیں لیکن اس کے فوائد سے ناآشنا ہیں۔ ایسے افراد جن کا وزن کم ہو وہ مجھے ضرور کھایا کریں۔ ان کے وزن اور خون میں اضافہ ہو جائے گا۔ میرا مزاج گرم تر ہے اس لئے جن افراد کے معدے کمزور ہوں وہ مجھے کھانے کے بعد کچی لسی کا استعمال ضرور کریں۔ میں ام الامراض قبض کے لئے بھی شفایابی کا ضامن ہوں۔ مجھے کھانے سے آپ کے بال تندرست اور مظبوط ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ موٹے ہیں اور اپنا وزن کم کر رہے ہیں وہ مجھے استعمال نہ کریں۔ یا پھر کبھی کبھار ایک بار کھا لیا کریں۔ ہاں ایک بات اور کہ مجھے کھانے والوں پر بڑھاپا دیر سے آتا ہے۔ کتنی مزے کی بات ہے کہ آپ جوان رہتے ہیں اس لئے مجھے ضرور کھایا کریں تاکہ آپ صحت مند اور تندرست رہیں۔ مجھ میں شامل اینٹی آکسیڈنٹ آپ کی آنتوں، گلے اور خون کو کینسر سے محفوظ رکھتا ہے۔ مجھے استعمال کرنے سے آپ کا نظام انہظام درست رہتا ہے۔ مجھ میں وٹامن ای کے علاوہ پوٹاشیم اور فائبر کی موجودگی دل کے لئے مفید ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نزلہ و زکام جیسی وبائی بیماری سے بھی بچے رہتے ہیں۔ خاص طور پر ایسے افراد جن میں خون اور آئرن کی کمی ہو وہ مجھے ضرور کھایا کریں۔ اس کے علاوہ بچوں اور بوڑھوں کے لئے بھی میں فائدہ مند ہوں۔ دوستو! مجھے امید ہے کہ میری باتیں آپ کو بہت اچھی لگی ہوں گی۔ اور میں یعنی آم تو آپ کو اچھا لگتا ہی ہوں۔

☆☆☆

بجلی قومی دولت ہے

اسے احتیاط سے خرچ کریں

ضائع نہ کریں

PakiBooks.Site

سید کلیم الدین

چند ہی سال پہلے کی بات ہے۔ حیدرآباد میں سلطان شاہی جیسے گنجان علاقے میں رہنے والی ایک بچی کچھ زیادہ ہی اونچے خواب دیکھا کرتی تھی۔ اس کے خواب اس قدر اونچے ہوتے کہ اس کی سہیلیاں سن کے ہنس دیتیں۔ ہنسنے کی ہی تو بات تھی۔ کہاں ایک

وہ ہندستان کی پہلی مسلمان خاتون پائلٹ ہیں۔

فضاؤں کی شہسوار سلویٰ فاطمہ

پسماندہ علاقے کے غریب باپ کی بیٹی اور کہاں ہوائی جہاز کی اڑان۔ مگر بچی کے سر میں سودا سمایا ہوا تھا اور اسے کامل یقین تھا کہ ایک دن ضرور ہوائی جہاز اڑائے گی۔ پائلٹ بنے گی۔ ماں باپ بھی حیران تھے۔ کہ بہت سمجھاتے، بیٹی یہ ناممکن خواب دیکھنا چھوڑ دو۔ حقیقت کی دنیا میں واپس آجاؤ۔ اور وہ کرو جو کر سکتی ہو۔ مگر بچی بضد تھی کہ مجھے پائلٹ ہی بننا ہے، میں پائلٹ بن سکتی ہوں اور میں ایک دن پائلٹ بن کر دکھاؤں گی۔ چارو ناچار والدین اسے لے کر جناب زاہد علی خاں مدیر سیاست کے پاس لے آئے کہ اس بچی پر ہوائی جہاز اڑانے کا بھوت سوار ہے۔ اس کا علاج کریں۔ بھوت اتاریں۔ مگر یہ کیا؟۔ زاہد علی خاں بجائے بچی کا بھوت اتارتے الٹا اسی کی حمایت اور حوصلہ افزائی کرنے لگے کہ بیٹی تم اپنا عزم قائم رکھو تم انشاءاللہ ضرور پائلٹ بنو گی۔ جی ہاں زاہد علی خان نے اس کو اور اس کے ماں باپ کو بھرپور امداد کا یقین دلایا اور تمام اخراجات کا انتظام جو تقریباً 18 لاکھ ہوتے تھے اپنے ادارے اور دیگر ذرائع سے پورے کروادیا۔

پانچ سال بعد ایک معمولی آمدنی والے بیکری ملازم اشفاق احمد کی سیدھی سادھی برقع پوش بیٹی سیدہ سلویٰ فاطمہ ایک لائسنس یافتہ پائلٹ بن گئی۔ بادلوں کی ہمرکابی کے دیرینہ خواب کی تعبیر نکل آئی۔

سلویٰ! ہم تم پر بے پناہ فخر کرتے ہیں۔ تم حیدرآباد ہی نہیں ہندوستان کی پہلی مسلمان پائلٹ ہو۔ اللہ تم کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ترقی کی مزید منزلیں تم سے طے کروائے۔

مسلمان بچے ذہانت اور محنت میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ مگر سب مسلمان بچے اتنے خوش قسمت نہیں ہوتے کہ سب کو زاہد علی خاں جیسا کوئی سرپرست مل جائے۔ ہماری ملت میں ٹیلنٹ کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اگر ملت اسلامیہ کے دیگر بااثر اور ثروت مند لوگ بھی اسی طرح نئی نسل کی تعلیم و ترقی کی فکر کریں تو آج ہماری کچی بستیوں میں، فاقہ کش گھرانوں میں کئی سلویٰ فاطمائیں موجود ہیں جو آسمان علم و ترقی میں اڑان بھرنے کے لئے پر تول رہی ہیں۔

ملتفت ہی نہیں ہیں سنگ تراش،
ورنہ شہکار ہر چٹان میں ہے۔

کرن جاوید
شعبہ ابلاغیات
گورنمنٹ فاطمہ جناح کالج چونا منڈی لاہور

خوشی کی کوئی بھی تقریب میٹھے کے بغیر ادھوری سمجھی جاتی ہے چاہیے عید کا موقع ہو. شادی بیاہ کا یا کسی کے گھر بچے کی پیدائش ہو. میٹھا پر خوشی کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے. ہمارے ملک میں میٹھے کو بے پناہ اہمیت دی جاتی

میٹھے کے بغیر خوشیاں ادھوری

ہے. اب آپ سوچ رہے ہونگے کہ میں کس میٹھے کی بات کر رہی ہوں، کیک کی، چاکلیٹ کی، یا مختلف ٹافیوں کی تو نہیں جناب میں بات کر رہی ہوں ہماری لزیزہ اور عمدہ دار اپنی میٹھایوں کی جن میں گلاب جامن، چم چم، جلیبی، برفی، لڈو سہرفرست ہیں. یہ میٹھائیاں ہماری روایت کا حصہ ہیں. جن کا استعمال ہمارے ملک میں تمام میٹھی چیزوں میں بڑھ کر کیا جاتا ہے. شادی بیاہ کی تقریب میں اگر مہمانوں کو گلاب جامن پیش نہ کیے جائیں تو شادی کی تقریب ادھوری لگتی ہے. جیسی جہاں عید کے موقع پر خوب استعمال کی جاتی ہے. وہیں دودھ میں بھگو کر اس کو ناشتے کے طور پر بھی استعمال کی اجاتا ہے. بچے کی پیدائش پر تح لڈو ٹکلی محلوں اور رشتے داروں میں تقسیم کیے جاتے ہیں تا کہ تمام لوگ خوشیوں میں شریک ہوسکیں. حال تو یہ ہے کہ مغربی ممالک سے لوگ ہمارے ملک میں آکر مٹھائیاں بڑے شوق سے کھاتے ہیں اور کچھ حضرات تو ان کو پیک کروا کر اپنے ہمراہ اپنے ملک بھی لے جاتے ہیں. ہمارے ملک میں جہاں برگر، شوارما اور مختلف فاسٹ فوڈ لوگوں میں مقبول ہیں اسی طرح مختلف روائتی مٹھائیاں بھی لوگوں کو بے حد پسند ہیں. خوشی کی تقریب میں تو ان مٹھائیوں کا استعمال کیا ہی جاتا ہے. مگر اگر ورلڈ کپ میں ہماری ٹیم کسی میچ میں ہار جائے تو اس غم کو بھلانے کے لیے بھی ان مٹھائیوں کا استعمال کیا جاتا ہے. مٹھائیاں جہاں خوشیوں کو بڑھاتی ہیں وہیں ان کا استعمال شوگر کے مرض میں مبتلا لوگوں کو اعتوال سے کرنا چاہیے. کیونکہ زیادہ مٹھائیاں خوشیوں کے ساتھ ساتھ اُن کی شوگر کو بھی بڑھا سکتی ہے.

PakiBooks.site

پھول انسائیکلوپیڈیا

محمد فرحان اشرف

حسن عابدی

اردو کے معروف شاعر اور صحافی حسن عابد حسین عابدی (سید حسن عسکری عابدی) 7 جولائی 1929ء کو ظفر آباد ضلع پونچھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اعظم گڑھ اور الہ آباد میں تعلیم حاصل کی اور 1948ء میں ہجرت کر کے پاکستان آ گئے جہاں انہوں نے پہلے لاہور اور پھر کراچی میں اقامت اختیار کی۔ لاہور کے قیام کے دوران 1955ء میں انہوں نے روزنامہ آفاق سے اپنی صحافتی کیریئر کا آغاز کیا بعد ازاں وہ فیض احمد فیض کی ادارت میں نکلنے والے مشہور جریدے لیل و نہار سے وابستہ ہو گئے۔ لیل و نہار کے بند ہونے کے بعد وہ کراچی آ گئے جہاں انہوں نے روزنامہ مشرق اور اخبار خواتین میں خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں انہوں نے روزنامہ ڈان میں ادبی اور ثقافتی کالم لکھنے کا سلسلہ شروع کیا جو ان کی وفات تک جاری رہا۔ حسن عابدی کی تصانیف میں کاغذ کی کشتی اور دوسری نظمیں، نوشت نے، جریدہ اور فرار ہونا حروف کا شامل ہیں۔ ان کی وفات سے کچھ عرصہ قبل ان کی یادداشتیں جنوں میں جتنی بھی گزری کے نام سے اشاعت پذیر ہوئیں۔ 6 ستمبر 2005ء کو حسن عابدی کراچی میں انتقال کر گئے۔

خردبین

خردبین ایک بصری آلہ ہے جس کی مدد سے زیرِ مطالعہ شے کی ظاہری جسامت بڑھائی جاتی ہے۔ مرکب عدسہ بذات خود ایک سادہ خردبین ہے۔ یہ چھوٹے طول ماسکہ کا ایک دوہرا عدسہ ہوتا ہے۔ جب کسی شے کو عدسے اور اس کے نقطۂ ماسکہ کے درمیان رکھا جاتا ہے تو اس کی سیدھی اور اصل سے بڑی

شبیہ نظر آتی ہے اس طرح کی شبیہ مجازی ہوتی ہے کیونکہ اسے حقیقی شبیہ کے برعکس کسی پردے پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ مرکب خردبین دو یا دو سے زیادہ دوہرے محدب عدسوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ عدسے ایک کھوکھلی نالی کے سروں میں لگائے جاتے ہیں۔ زیرِ مشاہدہ جسم کے نزدیک واقع عدسہ خارجی عدسہ کہلاتا ہے۔ مشاہدہ کرنے والے کی آنکھ کا نزدیکی عدسہ چشمہ کہلاتا ہے۔ عدسے چڑھا سلنڈر ایک سکروگیج پر اس طرح رکھا جاتا ہے کہ اس کا فاصلہ زیرِ مطالعہ شے سے کم یا زیادہ ہو سکتا ہے۔ خردبین کی ایجاد مختلف ممالک میں بیک وقت ہوئی۔ مثال کے طور پر گیلیلیو نے اپنی اس ایجاد کا اعلان 1610ء میں کیا۔ لیون ہک نے اس میں بہتری پیدا کی۔

دودھیا راستہ

دودھیا راستہ یا ملکی وے وہ کہکشاں ہے جس میں ہمارا سورج اور اس کے گرد گھومتے سیارے شامل ہیں۔ یہ کہکشاں رات کے وقت آسمان سے ایک سے دوسرے افق تک روشنی کی ایک چوڑی پٹی کے طور پر نظر آتی ہے۔ اگرچہ ملکی وے کہکشاں ظاہری طور پر ساکن نظر آتی ہے لیکن اصل میں یہ اپنے مرکز کے گرد گھوم رہی ہے۔ کائنات کے تقابل میں دیکھا جائے تو یہ 590 کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے حرکت کر رہی ہے۔ اس کی گردش کی وجہ سے سورج بھی کہکشانی مرکز کے گرد گھومتا ہے اور دو سو چالیس کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے دو سو تیس ملین سالوں میں اپنا تقریباً گول مداری چکر پورا کر لیتا ہے۔ ہماری کہکشاں میں تقریباً دو سو تا چار سو بلین ستارے شامل ہیں۔ یہ ستارے ایک تھالی کی شکل میں مرتب ہیں جس کا مرکز کوئی بارہ ہزار نوری سال قطر کا ہے۔ کہکشانی تھالی کے گرد چھ مرغولہ نما بازو ہیں جن میں سے چار بڑے اور دو چھوٹے ہیں۔ کہکشانی مرکز سے سورج کا فاصلہ دو تہائی نصف قطر کے برابر ہے جو تقریباً 28000 نوری سال بنتا ہے۔

دھات

دھاتیں ایسے کیمیائی عناصر ہیں جنہیں الیکٹران دے کر مثبت آئن بنانے کی اہلیت، حرارت اور برقی رو گزرنے دینے کی صلاحیت اور سطح کی چمک جیسے عمومی خصائص کی وجہ سے انہیں دیگر عناصر سے الگ شناخت کیا جا سکتا ہے۔ معلوم عناصر کا تقریباً دو تہائی دھاتوں پر مشتمل ہے۔ قدیم ترین معلوم دھاتیں، تانبا، قلعی، لوہا، سیسہ، سونا، چاندی اور پارہ ہیں۔ مختلف دھاتوں میں سختی، تار پذیری، ورق پذیری، شکل بدلنے کی مزاحمت، کثافت اور نقطۂ پگھلاؤ جیسے خصائص کا فرق پایا جاتا ہے۔ سخت ترین عنصری دھات کرومیم ہے جب کہ نرم ترین سیزیم ہے۔ تانبا، سونا، پلاٹینم اور چاندی کا شمار زیادہ تار پذیری کی حامل دھاتوں میں ہوتا ہے۔ زیادہ تر دھاتیں ورق پذیر ہیں۔ اس اعتبار سے سونا، چاندی، تانبا، قلعی اور ایلومینیم سرفہرست ہیں۔ لیتھیم، پوٹاشیم اور سوڈیم نام کی تین عنصری دھاتوں کی کثافت ایک گرام فی مکعب سینٹی میٹر سے بھی کم ہے۔ اس طرح یہ دھاتیں پانی سے ہلکی ہیں۔ کثافت کے اعتبار سے اوسمیم، اریڈیم، پلاٹینیم، سونا، ٹنگسٹن، یورینیم، ٹینٹلم، پارہ، ہیفنیم، سیسہ اور چاندی سرفہرست ہیں۔

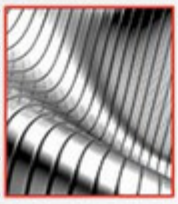

ڈاکٹر وزیر آغا

اردو کے نامور نقاد اور شاعر ڈاکٹر وزیر آغا 18 مئی 1922ء کو ضلع سرگودھا میں وزیر کوٹ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ انہوں نے گورنمنٹ کالج جھنگ سے گریجویشن اور گورنمنٹ کالج لاہور سے ماسٹرز کیا اور 1956ء میں پنجاب یونیورسٹی سے اردو ادب میں طنز و مزاح کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کیا۔ 1960ء سے 1963ء تک وہ مولانا صلاح الدین احمد کے جریدے ''ادبی دنیا'' کے شریک مدیر رہے اور ان کے انتقال کے بعد 1966ء میں انہوں نے ''اوراق'' جاری کیا۔ ان کی تصانیف میں تنقیدی مضامین کے مجموعے نظم جدید کی کروٹیں، تنقید اور احتساب، نئے مقالات، نئے تناظر، معانی اور تناظر، تنقید اور مجلسی تنقید، دائرے اور لکیریں، تنقید اور جدید اردو تنقید، انشائیے کے خدوخال، ساختیات اور سائنس، معنی اور تناظر اور امتزاجی تنقید کا سائنسی اور فکری تناظر، یک موضوعی کتب میں اردو ادب میں طنز و مزاح، اردو شاعری کا مزاج، تخلیقی عمل، تصورات عشق و خرد... اقبال کی نظر میں، مجید امجد کی داستان محبت، غالب کا ذوق تماشا، کلچر کے خدوخال اور دستک اس دروازے پر کے نام سرفہرست ہیں۔ ان کے کئی شعری مجموعے بھی شائع ہوئے۔ 7 ستمبر 2010ء کو ڈاکٹر وزیر آغا لاہور میں وفات پا گئے۔

☆☆☆

سیدہ نرجس فاطمہ

اور وہ سب باری باری اپنی کہانی سنا رہے تھے.....!

میں بھی تو پکارا جاؤں گا.....

وہ ایک بڑا سا سرسبز قطعہ تھا جہاں تا حدِ نگاہ لوگ ہی لوگ نظر آ رہے تھے۔ ایک طرف بہت اونچا سا چبوترہ تھا جو تیز روشنی میں ڈوبا تھا۔ اتنی تیز روشنی کہ وہاں نگاہ اٹھ ہی نہ سکتی تھی اور وہاں سے نیچے قدرے فاصلے پہ چند بچے کھڑے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے عدالت لگی ہو..... کوئی حساب ہو رہا ہو۔

اچانک ہی ایک گونج دار آواز آئی تھی۔ جو شاید کارروائی شروع کرنے کا پیغام تھا۔ ان بچوں میں سے ایک سات سالہ بچہ آگے بڑھا۔ وہ گھنگریالے بھورے بالوں والا..... سرخ و سفید گالوں اور سبز آنکھوں والا پیارا سا بچہ تھا مگر ہاں اس کی پیشانی پہ زخم تھا جہاں سے خون بہہ کر اس کے گالوں اور چہرے پہ پھیلا ہوا تھا۔

اس بچے سے ٹھہرے ہوئے لہجے میں پوچھا جانے لگا۔

نام: فریدون

وطن: شام

اُمت: محمدی

وجہِ شہادت: بمباری

''فریدون کہیے..... جو کہنا ہے'' آواز گونجی۔

فریدون نے چہرہ اٹھایا اور دھیمے لہجے میں بولنا شروع کیا:

'' میں حلب میں رہتا تھا ہم سب بہت خوش تھے۔ ہمارے گھر میں صرف خوشیوں کے قہقہے گونجتے تھے۔ بابا ہمارے لیے تحفے لاتے تھے۔ امی کھانا بناتی تھیں۔ میرے بابا کہتے تھے ''بیٹا..... اپنی ساری باتیں اللہ سے کہا کرو۔ وہ ہر تکلیف دور کر دیتا ہے۔ وہ امید دیتا ہے ..... روشنی دیتا ہے۔''

اور پھر ایک دن بابا کو کسی نے گولی مار دی۔ ان کا چہرہ خون سے بھرا تھا جب ان کی لاش گھر میں آئی میں اور میری بہن بہت ڈر گئے تھے۔

پھر حلب کے حالات خراب ہوئے تو ہم نے وہ شہر چھوڑ دیا۔ راستے میں ہم ایک کیمپ میں ٹھہرے اور وہ ایک رات..... وہ ایک رات..... جب کیمپ میں آگ لگ گئی تھی..... ہر طرف چیخیں تھیں..... وہ آگ میری بہن کو لے گئی..... ہاں..... مگر میں اور امی بچ گئے تھے مگر کیسے زندہ رہے تھے..... زندہ مگر خاموش..... سانسیں بتاتی تھیں کہ ہم زندہ ہیں۔ میں اور امی ایک دوسرے سے بات نہیں کر پا رہے تھے۔ بات کرنے کو رہا ہی کیا تھا اور پھر ایک دن جب ہم اسکول میں ٹھہرے تھے تو بمباری ہوئی اور کہانی ختم ہو گئی۔ میری بھی اور امی کی بھی .....! یہ میرے ہاتھوں میں میری ماں کا خون ہے..... میں ان کا چہرہ صاف کر رہا تھا''۔

وہ بچہ فردین اپنی داستان سنا کر ہٹ رہا تھا اور بہت سے لوگوں کے درمیان وہ بھی دم سادھے ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ جیسے کوئی بڑی سی اسکرین ہو جہاں کارروائی دکھائی جا رہی ہو۔

اب ایک اور بچے کو پکارا گیا تھا..... وہ سرخ پھولے ہوئے گالوں والا پیارا سا کشمیری بچہ تھا جو بہت سنبھل سنبھل کے چل رہا تھا۔

''میں اس دربارِ انصاف میں بس ایک واقعہ سنانا چاہتا ہوں۔ یہ کشمیر کی وادی کا ایک منظر ہے۔ وہاں پہاڑ کے دامن میں فصل کی کٹائی کے بعد کھیت میں بچے کھیل رہے تھے..... بھاگ رہے تھے..... قہقہے لگا رہے تھے اور پاس ہی ایک بڑی سی چٹان تھی جہاں ایک بچہ بیٹھا حسرت سے بچوں کی آوازیں اور قہقہے سن رہا تھا۔ ان کے بھاگنے کی آوازیں اس کے دل کو تکلیف کے احساس سے بھر رہی تھیں۔ کبھی وہ بھی یوں ہی بھاگا کرتا تھا اور پھر ایک دن پیلٹ گنوں نے اس کی آنکھوں سے ساری زندگی چھین لی۔ اس کی آنکھوں سے نور کھینچ لیا گیا تھا۔ اور روزانہ وہ بچہ اداسی سے اپنی اندھی آنکھوں کے ساتھ بچوں کے بھاگنے اور کھیلنے کی آوازیں سنا کرتا تھا۔

وہ بچہ میں تھا! اور میری آنکھوں سے زندگی کھینچ لی گئی تھی''۔

اور اب روہنگیا کی ایک بچی ''نور کلیمہ'' اپنی کہانی سنا رہی تھی۔ وہ کھلتی ہوئی گندمی رنگت اور روشن آنکھوں والی پیاری سی بچی تھی۔

''جب سپاہی ہماری بستی کے مسلمانوں کو چن چن کے مار رہے تھے اس وقت ہر طرف افراتفری پھیلی تھی..... میں ایک ٹوٹی ہوئی دیوار کے پیچھے چھپ گئی اور جب باہر نکلی تو اپنے گھر والوں کے مردہ وجود دیکھ کے میں چیخی ..... بہت روئی..... ''میں کیوں بچ گئی'' میں ہراساں ہو کر بس یہی سوچ رہی تھی۔ بچنے والے مسلمانوں کو اکٹھا کیا گیا اور قافلے کی صورت ملک سے نکالنے کی تیاری ہوئی۔

مجھے رابعہ خاتون نے اپنے ساتھ رکھ لیا۔ وہ میری رشتہ دار تھی۔ اس نے بھی اپنے گھر والوں کو کھو دیا تھا..... بس

اس کا ایک بھائی بچا تھا۔ وہ خود صرف اٹھارہ سال کی تھی مگر میرا اور اپنے چھوٹے بھائی کا بڑوں کی طرح خیال رکھ رہی تھی۔ کبھی خود روتی اور کبھی ہمیں چپ کرواتی۔ مجھے وہ بے بسی آج بھی یاد ہے دکھ کیسے چھوٹوں کو بڑا بنا دیتا ہے نا.....!

پھر ہم نے اپنا برما چھوڑ دیا! ہم نے جان سے پیارا وطن چھوڑ دیا..... میں نے اپنا گھر کھو دیا..... ماں باپ..... میرے بھائی ..... میری بہن..... میری سہیلیاں، درختوں کے نیچے میرا جھولا ..... اور ماں کے ہاتھوں سے بنی ہوئی میری گڑیاں..... میں نے سب کھو دیا تھا! بس میں اپنا دکھ نہیں کھو سکی اور آنسو بھی.....!''

☆☆☆

اور اب وہ باہمت سی ..... چمکتی آنکھوں میں عزم لیے فلسطینی بچی ''ھدیٰ الریاتی'' آگے بڑھی۔ اس کے گال سرخ و سفید اور آنکھیں بھوری تھیں۔

ھدیٰ کہہ رہی تھی:

''یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہمارا پیارا وطن فلسطین ہم سے چھن رہا تھا۔ غزہ آگ اور لہو میں جل رہا تھا۔ ہم پتھروں سے احتجاج کرتے تھے اور بدلے میں گولیاں کھایا کرتے تھے.....!

اور پھر ایک دن جب سورج طلوع ہوا تو خون آلود محسوس ہوا اور وجہ تب پتہ چلی جب وہ اسرائیلی سپاہی آئے اور میرے بابا کو ساتھ لے گئے۔ ہم سب بہت چیخے ..... روئے ..... مگر انہوں نے ہماری ایک نہ سنی۔ بابا نے ایک حسرت بھری نگاہ گھر پہ ڈالی، ہمیں افسردگی سے دیکھا پھر مسکرائے اور دلاسہ دیا، حوصلہ دیا اور چلے گئے اور پیچھے بس ہم رہ گئے۔ میں، امی، میرا چھوٹا بھائی، میری چھوٹی بہن اور بابا کی یادیں ..... ہر طرف یادیں تھیں ..... وہ ہر طرف مسکراتے ہوئے نظر آتے۔ کبھی درختوں کے ساتھ جھولا باندھتے ہوئے اور پھر آواز بلند کرتے ہوئے۔

''ھدیٰ! جلدی آؤ جھولا تیار ہے۔ راویہ اور ابراہیم کو احتیاط سے بٹھانا ..... وہ چھوٹے ہیں'' پھر ایک اور بھی آواز گونجی:

''ھدیٰ یہ دیکھو میں تمہارے اور راویہ کے لئے کیا لایا ہوں۔ یہ بھوری آنکھوں اور بھورے بالوں والی گڑیا ہے۔ یہ بالکل تمہارے جیسی ہے ھدیٰ ..... میں نے اسے دیکھا تو محسوس ہوا جیسے ھدیٰ چھوٹی سی گڑیا بن کر یہاں آ گئی ہو اور میں یہ خرید لایا۔''

بابا کی اور بھی بہت سی آوازیں صبح و شام ہمارے گھر میں گونجا کرتیں۔ میں اور امی بابا سے ملنے جایا کرتے تھے۔ کبھی وہ لوگ ہمیں بابا سے ملنے دیتے اور کبھی ہم مایوس لوٹ آتے۔

اور جب میں نے جیل میں بابا کو دیکھا۔ اللہ اللہ مجھے رونا آ رہا تھا! آزادی کا خواب دیکھنے والی چمکتی پرعزم آنکھیں ویران تھیں۔ ان کے ہونٹوں کے پاس لہو جما تھا اور چہرے پہ جا بجا زخم اور نیل کے نشان تھے۔ میں بابا کے اتنے زخم دیکھ کے کیسے چپ تھی اور مرہم پٹی کیوں نہیں کر رہی تھی ..... گھر میں بابا کو جب چوٹ لگتی تو میں فوراً بھاگتی اور فرسٹ ایڈ بکس لے آتی اور بابا مسکرا دیتے اور بابا تو مجھے دیکھ کر اب بھی مسکرا رہے تھے مگر میں ان کے زخموں پر مرہم نہیں رکھ رہی تھی۔ میں چیخ کے رونا چاہتی تھی مگر آنسو صرف خاموشی سے بہہ رہے تھے۔ بابا نے ہاتھ بڑھا کے میرے آنسو صاف کئے، مسکرائے اور بولے:

''بابا کی جان! کیوں بابا کو تکلیف دیتی ہو۔ آپ بڑی ہو۔ صبر کرنا۔ راویہ اور ابراہیم کا بھی خیال رکھنا۔ وہ تو ابھی چھوٹے ہیں انہیں بابا کے بغیر جینا سکھانا۔''

''بابا..... آپ گھر آ جائیں گے نا!'' میں نے کیسی امید بھری نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔ بابا صرف خاموش سا مسکرائے اور بولے ''انشاء اللہ! میں ضرور آؤں گا بس دعا کرنا ھدیٰ۔ راویہ اور ابراہیم کو بھی کہنا'' میرا دل چاہا بابا کو کسی جادو کی چھڑی سے چھوٹا سا بنا دوں اور پھر اپنے بیگ میں ڈال کے سب سے چھپا کے گھر لے آؤں اور پھر جادو کی چھڑی سے بڑا کر دوں مگر میں ایسا نہ کر سکی ایسا تو صرف کہانیوں میں ہوتا ہے نا.....!

اس دن بابا کے سامنے تو میں چپ رہی مگر گھر آتے ہی چیخیں مار کے روئی اور پھر ایک دن بابا گھر آ گئے۔ جیسا کہ انہوں نے کہا تھا۔ مگر وہ چل کے نہیں آئے۔ انہیں اٹھا کر لایا گیا تھا۔ وہ ہمیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئے تھے۔ ہمیں روتا ہوا چھوڑ کر بغیر ہمارے آنسو پونچھے..... اور پھر ہم ہنسنا کبھی نہیں سیکھ سکے.....!

اور اب ایک پاکستانی بچہ ''ہادی'' آگے بڑھا۔ ہادی سفید رنگت اور بڑی آنکھوں والا دراز قد سا بچہ تھا۔ اس نے بولنا شروع کیا:

''میرا وطن پاکستان تھا وہاں ہر طرف خوشیاں تھیں..... سرعام لہو نہیں بہایا جاتا تھا اور پھر کچھ گروہ اٹھ کھڑے ہوئے، لوگوں کو سرعام دھماکوں سے مارنے لگے، وہاں کی گلیاں خون آلود ہو گئیں چراغ بجھنے کے قریب ہو گئے۔

مگر پھر پاک فوج اپنے لوگوں کو بچانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے چراغ بجھنے سے بچا لیے۔ پاک سپاہی قربان ہوتے گئے اور ان کے لہو سے چراغ جلتے گئے۔ وہ اپنے لوگوں کو بچانے لگے۔

میرے بابا پاک فوج میں تھے اور مجھے سب باتیں بتایا کرتے تھے۔ ان دنوں بابا کی تقرری پشاور میں تھی اور میں وہاں سکول میں پڑھتا تھا۔ ایک دن ہم سکول گئے۔ ہم اپنی کلاس میں تھے جب وہ آ گئے۔ وہ پاک فوج سے بدلہ لینے آئے تھے۔ ان کے بچوں کو مارنے آئے تھے کیونکہ پاک فوج نے انہیں اپنا وطن جلانے سے روکا تھا اور پھر انہوں نے ہمیں بے دردی سے مارنا شروع کیا، ہم پر گولیاں چلائیں، ہمیں دیواروں سے چنا، ہمارا لہو دیواروں پر نقش و نگار بناتا گیا اور وہ ہمیں مارتے رہے، ہماری کاپیاں خون آلود ہو گئیں اور ان پہ موجود الفاظ چمکنے لگے..... ستاروں کی طرح.....

ہمارے لہو کے چھینٹے ان پر بھی پڑے مگر انہیں ذرا احساس نہ ہوا کہ ہم ابھی چھوٹے ہیں ..... ڈر رہے ہیں۔ گھر میں ہماری امی اور بابا ہمارا انتظار کر رہے ہیں .....اور بس پھر ہر طرف لہو پھیلتا گیا..... پھیلتا گیا!

☆.....☆.....☆

وہ خواب سے ہڑبڑا کر اٹھا..... اُف..... اُف..... کیسا دردناک خواب تھا نا..... جیسے روزِ حشر برپا تھا اور سب بچوں سے ان کی کہانی سنی جا رہی تھی۔ اس نے تیزی سے پاس پڑے جگ سے گلاس میں پانی انڈیلا اور جلدی سے پی گیا، وہ بہت خوفزدہ تھا۔

وہاں ہر ایک کو پکارا جا رہا تھا اور پوچھا جا رہا تھا کہ اس نے کیا کیا؟۔ اس نے دنیا میں کیا کیا؟۔ اور جب اسے پکارا جائے گا کہ اس نے دنیا میں اپنی ذمہ داری نبھائی تھی کیا؟۔ اس نے ان بچوں کے لئے کیا کیا؟۔ اس نے اپنے وطن کیلئے کیا کیا؟۔ تو وہ کیا جواب دے گا، اور جواب حاصل کرنے کیلئے وہ اُٹھ کھڑا ہوا ..... وضو کیا..... جائے نماز بچھائی اور دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے:

''یا اللہ! میرے مہربان خدا مجھے توفیق دے کہ میں اپنے حصے کا چراغ جلا سکوں''۔ اس کے دماغ میں بس زخمی بچوں کی پکار تھی اور رخسار آنسوؤں سے تر تھے..... سب کچھ ہی آنسوؤں میں گڈمڈ ہو رہا تھا..... سب کچھ.....!!!

☆☆☆

پھول آرٹ گیلری

بچے پینسلز کے ساتھ اپنی پاسپورٹ سائز تصاویر بھی بھجوا سکتے ہیں
لائنوں والے صفحے پر تصویر بنا کر نہ بھیجیں
A/4 سائز سے بڑی تصویر نہ بھجوائیں

عائشہ تقدیس۔ راولپنڈی

محمد بلال آصف، محمد حیدر آصف۔ احمد پور شرقیہ

سلمان یوسف۔ علی پور

محمد عبداللہ نواب۔ شاہکوٹ

لائبہ اشتیاق۔ سیالکوٹ

عائشہ طالب۔ گوجرانوالہ

دانش توقیر۔ گوجرانوالہ

اسد اللہ ناصر۔ بہاولپور

مسکراہٹیں

(محمد عبید الرحمٰن۔ لڈن)

PakiBooks.Site

سحر ضیاء

سائنس

اُستاد:۔ ثابت کرو گرمی سے چیزیں پھیلتی ہیں اور سردی سے سکڑتی ہیں۔
شاگرد:۔ جناب گرمی میں چھٹیاں پھیل کر لمبی ہو جاتی ہیں اور سردیوں میں سکڑ کر صرف چند دنوں کی رہ جاتی ہیں۔

(محمد سلمان فرید، محمد نعمان فرید۔ محمدی شریف)

پائلٹ

ماں اپنے پڑھاکو بیٹے کو: میرا بیٹا بڑا ہو کر کیا بنے گا؟۔
بیٹا: میں بڑا ہو کر جنگی جہاز کا پائلٹ بنوں گا۔
ماں: مجھے کیسے پتا چلے گا کہ میرا بیٹا جہاز چلا رہا ہے۔
بیٹا: ماں! جب میں گھر کے اوپر سے گزروں گا تو ایک بم پھینک دوں گا۔

(رقیہ حافظہ۔ محمدی شریف)

بجلی

ایک بے وقوف پر بجلی کا تار گر گیا۔ وہ تڑپ تڑپ کر مرنے ہی والا تھا کہ اسے یاد آ گیا کہ دو دن سے تو بجلی ہی نہیں ہے۔

معلومات

چھوٹا بھائی بڑے بھائی سے: بھائی جان! منیجر کسے کہتے ہیں؟۔
بڑا بھائی: تمہیں اتنا بھی معلوم نہیں۔ لاؤ میری ڈکشنری میں بتا دوں۔

کام

دکان کا مالک نئے ملازم سے: تمہیں ہمارے منشی نے کام سمجھا دیا ہے نا؟۔
نیا ملازم: جی ہاں انہوں نے مجھے سمجھا دیا ہے کہ میں آپ کو دکان کی طرف آتا دیکھوں تو انہیں جگا دیا کروں۔

بے بس

اُستاد (شاگرد سے): بے بس کے معنی بتاؤ؟۔
شاگرد: جس کے پاس بس نہ ہو اسے بے بس کہتے ہیں۔

مسخرہ

بادشاہ نے درباری مسخرے کے آتے ہی کہا: اچھا ہوا تم آ گئے اس وقت میرا دل کسی مسخرے سے گفتگو کرنے کا چاہ رہا تھا۔
مسخرہ: بادشاہ سلامت میں بھی یہی سوچ کر آپ کے پاس آیا ہوں۔

اچھی نوکری

ایک شخص نے اپنے دوست سے کہا: سنا ہے امجد کو بڑی اچھی نوکری ملی ہے۔
دوست نے جواب دیا: ہاں بھئی بہت اچھی نوکری ہے جسے چاہے اوپر پہنچا دیتا ہے جیسے چاہئے نیچے۔
پہلا دوست (حیرانی سے): اچھا یہ کونسی نوکری ہے؟۔
دوسرے دوست نے جواب دیا: لفٹ آپریٹر کی۔

شکایت

ڈاکٹر نے مریض سے پوچھا: جی جناب کیا شکایت ہے آپ کو؟۔
مریض (منہ بناتے ہوئے)۔ جناب! مجھے شکایت نہیں بخار ہے۔

انتظار

ایک ٹیچر نے ٹریفک کا اشارہ توڑ دیا۔ پولیس والے نے روکا۔
ٹیچر: براہ مہربانی مجھے جانے دو، میں ایک ٹیچر ہوں۔
پولیس آفیسر: میں نے اس موقع کا سالوں سے انتظار کیا ہے!!۔
اس کاغذ پر ایک ہزار بار لکھیں۔
آئندہ میں ٹریفک قوانین کی پابندی کروں گا۔

باپ

باپ: یہ دروازے پر گندے ہاتھوں کے نشان تمہارے ہیں؟۔
پپو: نہیں ابو جی میں تو پاؤں مار کر دروازہ کھولتا ہوں۔

چاند پر پہلا قدم

پروفیسر: چاند پر پہلا قدم کس نے رکھا تھا؟۔
پپو: نیل آرم سٹرونگ نے۔
پروفیسر:۔ بالکل صحیح اور دوسرا؟۔
پپو: دوسرا بھی اسی نے رکھا تھا کوئی لنگڑا تھوڑی تھا وہ؟۔

جواب

ماں (بیٹے سے): آج اسکول سے جلدی کیوں آ گئے؟۔
بیٹا: کیونکہ پوری کلاس میں صرف مجھے ہی ایک سوال کا جواب معلوم تھا۔
ماں: اچھا! وہ سوال کیا تھا؟۔
بیٹا: پرنسپل کو چاک کا ٹکڑا کس نے مارا؟۔

مچھلی

ایک آدمی پانی میں ڈوب رہا تھا کہ اس کے ہاتھ میں مچھلی آ گئی۔ آدمی نے مچھلی کو باہر پھینکتے ہوئے کہا: میں تو ویسے ہی ڈوب رہا ہوں، تمہیں تو بچا لوں۔

خاص واقعہ

استاد: جلدی سے بتاؤ نپولین کس سن میں پیدا ہوا؟۔
پپو: جناب 1769ء میں۔
استاد: شاباش! اور 1778ء میں کیا خاص واقعہ پیش آیا تھا؟۔
پپو: جناب! نپولین نو سال کا ہو گیا تھا.....

☆☆☆

پھول بڑا مقبول
انعامات کی برسات

سائنس کی دنیا

سوال .....

.....

.....

نام.....ولدیت:.....

مکمل پتہ .....

.....فون نمبر.....

صفحہ بتایئے

یہ ہیں صفحات کے نمبر:

1-.....2-.....3-.....4-.....5-.....

نام .....ولدیت:.....

مکمل پتہ .....

.....فون نمبر.....

جوابات کوئز کی دنیا

1.....2.....3.....

4.....5.....

نام.....ولدیت:.....

مکمل پتہ .....

.....فون نمبر.....

زبردست جملہ

جملہ۔ .....

.....

نام .....ولدیت:.....

مکمل پتہ .....

.....فون نمبر.....

پھول فورم

تصویر

نام۔ .....

تاریخ پیدائش۔ .....

مشاغل۔ .....

مستقبل کے ارادے۔ .....

''پھول'' نے آپ میں کیا تبدیلی پیدا کی۔ .....

مکمل پتہ۔ .....

.....فون نمبر.....

جوابات دارالسلام کوئز

نام:.....ولدیت:.....

مکمل پتہ:.....

.....

.....فون نمبر.....

(جوابات الگ کاغذ پر لکھ کر کوپن کے ہمراہ بھجوائیں)

بہترین کہانی

کہانی .....مصنف.....

نام:.....ولدیت:.....

مکمل پتہ:.....

.....فون نمبر.....

PakiBooks.Site

- ہر سلسلے کیلئے الگ الگ کوپن پُر کرنا اور ہر کوپن میں نام و مکمل پتہ لکھنا ضروری ہے۔ فون نمبر لکھنا ضروری نہیں۔ • کوپن کاٹ کر الگ الگ کر کے بھجوائیں البتہ تمام کوپن ایک ہی لفافے میں بھجوائے جاسکتے ہیں۔
- کوپن ہر ماہ کی 10 تاریخ تک مل جانے چاہئے ورنہ قرعہ اندازی میں شامل نہیں کئے جائیں گے۔ • جوابات کیلئے کوپن پر جگہ کم ہو تو الگ صفحہ استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن کوپن ہمراہ بھجوانا ضروری ہے۔

بچوں اور بڑوں کے لئے معیاری کتب کا مرکز
مکتبہ تعمیر انسانیت
غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

پاکستان میں بچوں کے لیے معیاری دری کتب کے حوالے سے قابل اعتماد نام
بابر بکڈپو۔ گوہر پبلشرز اردو بازار لاہور
فون نمبر: 37358161

صفحہ بتایئے انعام پایئے

تحریر: نمرین طاہر

آمنہ اعجاز (آزاد کشمیر)، رانا ماجد سلیم (بھکر)، عنیزہ امین راجہ (چکوال)، حنا نذیر (اوکاڑا)، حماد (ملتان)، حنین بٹ (ظفروال)، سید محمد معین المصطفیٰ عزیز (بورے والا)، محمد احمد (لاہور)، نثار عظیم انجم (وہاڑی)، شاز سعید، محمد ارسلان رضا (لودھراں)، عبداللہ مدنی (بہاولپور)، عبدالسبحان احمد (مظفر گڑھ)، محمد ذیشان بابر (خانیوال)، لاریب فاطمہ (میانوالی)، زنیرہ حبیب (ملتان)، رائے سلمان حفیظ (پاکپتن)، کاشف نعیم (فتح جنگ)، محمد بلال منشاء (.)، حیان مرزا (حیدر آباد)، جویریہ طاہر (لاہور)، کائنات کلیم (صادق آباد)، داؤد حسین (پاکپتن)، ستارہ ندیم (رحیم یار خان)، عبدالمتین احمد (مظفر گڑھ)، آنسہ کرن (وہوا)، نیئر سلطانہ (راولپنڈی)، شفق نور (راولپنڈی)، ملک محمد احسن (راولپنڈی)، محمد عدنان اشرف (ہارون آباد)، محمد فرحان اشرف (ہارون آباد)، محی فاطمہ (ہارون آباد)، تسنیم فاطمہ (فیصل آباد)، محمد فرحان عطاء (ملتان)، محمد طلحہ محمود (خانیوال)، مبینہ (قصور)، عائشہ ندیم (رحیم یار خان)، محمد طیب رضا (بہاولپور)، عبداللہ امجد (خانیوال)، وجیہہ شہباز (بورے والا)، محمد طارق عاصم (جڑانوالہ)، کشمالہ اعجاز (مظفر آباد، آزاد کشمیر)، عائشہ طارق (گجرات)، محمد شاہد محمود (خوشاب)، مصباح اکرام (کبیر والہ)، عرشمان عابد (بھکر)، محمد حمزہ، عروج فاطمہ (بہاولنگر)، مصباح فاطمہ درانی (چھانگا مانگا)، ذیشان علی (اوکاڑہ)، مقدس حسین (بھکر)، محمد حارث (سرگودھا)، حافظہ علیشہ اشتیاق (پسرور)، ادینہ عزیز (میانوالی)، اریشہ امین (چکوال)، ایمن کائنات (ڈیرہ غازی خان)، نعمان رحمانی (صادق آباد)، سونیا کنول (لیہ)، عنیزہ امین (چکوال)، محمد عمران (خانیوال)، شازیہ ہاشم (قصور)، سید طاہر اسلم ہاشمی (قصور)، مصباح فردوس (نارووال)، محمد عبداللہ چغتائی (چیچہ وطنی)، طلیبہ ملک (گجرانوالہ)، ضحی نجیب (بہاولپور)، جویریہ (ننکانہ صاحب)، رومائشہ مریم (اٹک)، مریم ملک (گوجرانوالہ)، ارم سعدیہ کھتری (سجاول)، عائشہ بانو (سیالکوٹ کینٹ)، عفت علی، عائشہ غزالی (جہلم)، ابیحہ عزیز (میانوالی)۔

انعامات کی برسات

صفحہ بتایئے

1- آمنہ اعجاز.....مظفر آباد
2- رانا ماجد سلیم.....بھکر
3- عنیزہ امین راجہ.....چکوال
4- حنا نذیر.....اوکاڑہ
5- حماد.....ملتان

صفحہ بتایئے۔ درست جوابات

(i) 11 (ii) 22 (iii) 24 (iv) 54 (v) 63

دارالسلام کوئز

1- محمد ارسلان رضا.....لودھراں
2- عائشہ ندیم.....رحیم یار خاں
3- بانیہ نور.....راولپنڈی
4- انمول حمید.....پشاور
5- صدف علی.....ننکانہ صاحب

دارالسلام کوئز۔ درست جوابات

(1) ایک یہودی تھا (ii) بیت المقدس میں (iii) 25 نومبر 1952ء (iv) میر تقی میر (v) ارشمیدس

زبردست جملہ

1- مریم ملک.....گوجرانوالہ
شاد کیوں کر نہ ہوں خوشبو کے جھونکے میں ہم
ہے میرے جذبات دل کا ترجماں چودہ اگست
2- سیدہ معصومہ فاطمہ.....فیصل آباد
میرا دل پاکستان، میری جان پاکستان
میرے رب کا ہے انعام پاکستان
3- زرفشاں رسول.....پاکستان
دل کے آئینے میں ہے بنیاد پاکستان
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی
4- حفصہ جاوید.....ملتان
دل تو کیا ہے جاں بھی کر دی تیرے نام
سلام، سلام، سلام، پاکستان
5- ضحی مریم.....مظفر گڑھ
میرے گلشن کی مٹی میں لعل یمن
چاند میری زمین پھول میرا وطن

تین بہترین کہانیاں

اول: روشن دیے۔ لکھاری: سیدہ نرجس فاطمہ
دوم: بٹوا نکا۔ لکھاری: منزہ اکرم
سوم: آزادی کی قیمت۔ لکھاری: حرا لاشاری

مسرت کلانچوی، نذیر انبالوی اور عارف عثمان اس مقابلے میں شامل نہیں ہوتے

کوئز کی دنیا

1- محمد قمر الزمان.....خوشاب
2- انعم فاطمہ.....وانڈن
3- زبیدہ امین.....گجرانوالہ
4- ندا بتول.....پسرور
5- تانیہ خرم.....اسلام آباد

کوئز کی دنیا کے درست جوابات

(i) ملکہ نور جہاں نے (ii) کوہ سیاہان (iii) 20 جولائی 1969ء کو (iv) گوجرہ (v) مرغ فردوس (برڈ آف پیراڈائز)

اگست 2018ء میں شائع ہونے والے زبردست جملہ کی تصویر

مقابلے میں حصہ لینے والے تمام نگاری اپنی تحریروں کے شروع میں واضح طور پر مقابلے کا نام لکھا کریں اور تحریر کے آخر میں انعام یافتگان اپنا مکمل پتہ، والد کا نام اور فون نمبر بھجوائیں۔ نامکمل پتہ ہونے کی صورت میں انعامات نہیں بھجوائے جائیں گے۔ انعامات اعلان کے دو ماہ بعد بھجوائے جاتے ہیں۔

کوئز کی دنیا

1- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارک کے آخری غزوہ کا نام بتایئے؟۔
2- کس مشہور ریاضی دان کا اصلی نام بوعلی حسن ہے؟۔
3- کارڈیوگراف سے کیا چیز ریکارڈ کی جاتی ہے؟۔
4- پرندوں کی دنیا کا چنگیز خاں کون سا پرندہ ہے؟۔
5- ایفل ٹاور کہاں واقع ہے؟۔

اس ماہ کے جملے

1- ایک مسلمان کلمہ حق کی سربلندی کے لیے تمام دنیا کا چیلنج قبول کرسکتا ہے۔
2- ہمارے گھر کی چھت پر جنات آتے ہیں۔
3- تم اکیلے ہو جو بغیر تیل کے جی نہیں سکتے۔
4- پوری قوم شہداء کی قربانیوں کو خراجِ عقیدت پیش کرتی ہے۔
5- پاک سپاہی قربان ہوتے گئے اور ان کے لہو سے چراغ جلتے گئے۔

صفحہ بتایئے انعام پایئے

اوپر جو پانچ جملے دیے گئے ہیں وہ ''پھول'' کے مختلف صفحات پر موجود ہیں۔ وہ پانچ جملے تلاش کریں اور ''پھول'' میں موجود کوپن پر ان صفحات کے نمبر لکھ کر 10 تاریخ تک بھجوادیں اور بچوں کے لئے دلچسپ اور سبق آموز کہانیاں شائع کرنے والے ادارے ''بچوں کا کتاب گھر'' کی طرف سے قرعہ اندازی کے ذریعے پانچ خوش نصیبوں کو ملیں گی 200 روپے کی کتب ہر ماہ۔

جوابات ماہنامہ ''پھول'' 23 کوئنز روڈ لاہور کے پتے پر بھجوائیں۔

بچوں کے لیے تعلیمی، تربیتی اور تفریحی خوب صورت کتابوں کا با اعتماد مرکز
بچوں کا کتاب گھر
32G ہادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور
0335-1620824

نیشنل کالج آف آرٹس میں خطاطی کی ورکشاپ

PakiBooks.Site

خورشید عالم گوہر قلم

حسب روایت اس موسم گرما میں بھی این سی اے میں خطاطی کی ورکشاپ ہوئی۔ جس میں کافی تعداد میں طلبا وطالبات نے شرکت کی۔ خطاطی کی یہ ورکشاپ اس طرح بھی فائدہ مند ہوتی ہے کہ اس میں وہ طلبا و طالبات شرکت کرتے ہیں جو پہلے سے اس فن سے ناآشنا ہوتے ہیں اور انہیں اسلام کے اس عظیم فن سے نہ صرف روشناس کرایا جاتا ہے بلکہ انہیں اس فن کی مشق بھی کرائی جاتی ہے جو ان کے لئے زندگی کے نئے راستے متعین کرتی ہے اور ان کا رجحان اسلامی فنون کی طرف ہو جاتا ہے۔ موجودہ دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوان نسل کی اخلاقی و روحانی قدروں کی طرف رہنمائی کی جائے۔ اس سلسلے میں شہزاد تنویر دل و جان سے اس ورکشاپ کے لئے کوششیں کرتے ہیں۔ خطاطی کی اس ورکشاپ میں طلبا وطالبات پوری دلچسپی سے تاریخی اسباق اور خطاطی کے جملہ امور کی مشق کرتے ہیں۔ اس چھ روزہ ورکشاپ میں طلبا وطالبات نے باقاعدہ خطاطی کے علم کو بھی مختصر طور پر سمجھنے کی کوشش کی اور ایک رسم الخط کی مشق کر کے اپنے فن پارے تخلیق کیے۔ جنہیں بہت پسند کیا گیا۔ اور اس سلسلے میں شہزاد تنویر ڈپٹی رجسٹرار نے فرداً فرداً طلبا وطالبات سے ملاقات کی اور ان سے ورکشاپ کے بارے میں بات چیت کی اور اُن سے ورکشاپ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔

خورشید عالم گوہر قلم نے ڈاکٹر مرتضیٰ جعفری کی قیادت میں تربیت دی۔

بلاشبہ خطاطی وہ فن ہے کہ جو مسلمانوں کے دلوں میں قرآن کریم اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو اُجاگر کرتا ہے۔ اور فن خطاطی کی تربیت اور ورکشاپس بلاشبہ دلوں میں اسلامی فنون، نظریہ پاکستان اور قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے افکار کو پروان چڑھاتی ہیں۔ اس اسلامی مملکت پاکستان جس کی بنیاد ہی اسلام پر رکھی گئی ہے اس میں خطاطی جیسے عظیم فن سے پہلو تہی کر کے کون سا کارنامہ سرانجام دیا جا رہا ہے حالانکہ پوری دنیا میں خطاطی کو سراہا جاتا ہے۔ یہ نہ صرف فن ہے بلکہ پاکستان کی شناخت بھی ہے۔ اردن، ترکی اور ایران میں خطاطی کو جس طرح قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ راقم الحروف نے محسوس کیا ہے کہ ہمارے نوجوانوں میں خطاطی سے آگاہی حاصل کرنے کا جذبہ عروج پر ہے اور وہ چاہتے بھی ہیں کہ ان کی مکمل رہنمائی کی جائے اور یہی حاصل زندگی ہے کہ جس میں اخلاق، کردار اور اسلام و قرآن سے محبت، اسی میں نجات بھی ہے اور علوم سے آگاہی بھی.....!!!

اسلامی فنون سے آگاہ کیا جاتا ہے، خطاطی نظریہ پاکستان کو بھی اُجاگر کرتی ہے۔

لیے لادین اور ملحدانہ سوچ رکھنے والے افراد خطاطی سے بہت دور بھاگتے ہیں۔ اس ورکشاپ میں بھی طلبا وطالبات نے قرآن کریم کی آیات کو خط ثلث، کوفی اور نستعلیق میں لکھا اور انہوں نے اس سلسلے میں کینوس، وصلی اور کاغذ کو بھی استعمال کیا۔ کینوس پر اکریلیک رنگ اور آئل رنگ استعمال کئے گئے جب کہ وصلی اور کاغذ پر سیاہی اور رنگین روشنائیوں کو استعمال کیا گیا۔

نیشنل کالج آف آرٹس کے موجودہ پرنسپل ڈاکٹر مرتضیٰ جعفری اس سلسلے میں گہری دلچسپی لیتے ہیں اور اُن کی کوشش ہے کہ اسلام کے اس عظیم فن کو آگے بڑھائیں اور نوجوان نسل کو پوری طرح اس عظیم فن سے روشناس کرائیں۔ وہ شروع سے ہی اس سلسلے میں ایک سالہ ڈپلومہ پروگرام کے لئے سرگرم عمل رہتے ہیں۔ اب اُن کی کوشش ہے کہ وہ اس فن لطیف کو نئی جہتوں اور نہایت اعلیٰ اصلاحات کے ساتھ آگے بڑھائیں۔

یہ امر باعث حیرت ہے کہ آزاد

☆☆☆

نام..... محمد سجاد۔تاریخ پیدائش..... 14-9-2002 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... اچھے دوست بنانا۔ارادے..... وکیل بن کر مظلوموں کی خدمت کرنا (سچ بتائیں)۔تبدیلی..... مطالعہ کا شوق پیدا کیا۔پتہ..... چکوال۔

☆☆☆

نام..... لاریب ایمان۔تاریخ پیدائش..... 7-9-2007 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... کہانیاں پڑھنا۔ارادے..... ڈاکٹر بننا۔تبدیلی..... مطالعہ میں اضافہ ہوا۔پتہ..... پنڈی بھٹیاں (یہاں دانے بھوننے والی بھٹیاں لگی ہوئی ہیں؟)۔

نام..... محمد یاسین۔تاریخ پیدائش..... 24-9-2003 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... مطالعہ۔ارادے..... پڑھ لکھ کر ملک کی خدمت کرنا (دیکھتے ہیں)۔تبدیلی..... مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔پتہ..... لیہ۔

☆☆☆

نام..... طیبہ فاطمہ۔تاریخ پیدائش..... 18-9-2010 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... ہوم ورک کے بعد کارٹون دیکھنا۔ارادے..... ٹیچر بننا اور قرآن پاک حفظ کرنا (آپ تو بہت اچھی ہیں)۔تبدیلی..... والدین کی فرمانبرداری۔پتہ.....

نام..... محمد ثاقب۔تاریخ پیدائش..... 25-9-2008 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... پھول پڑھنا۔ارادے..... جنرل بننا (جنرل ناج؟)۔تبدیلی..... املا درست کی۔پتہ..... سیالکوٹ

☆☆☆

نام..... اقراء نذر۔تاریخ پیدائش..... 01-09-2006 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... کام اور کام۔ارادے..... ڈاکٹر (نہیں بننا)۔تبدیلی..... اعتماد پیدا کیا۔پتہ..... لندن۔

☆☆☆

نام..... مقدس حسین۔تاریخ پیدائش..... 1-9-1995 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... پھول پڑھنا۔ارادے..... اینکر بننا (وقت ٹی وی میں جگہ رکھ لیں آپ کے لیے؟)۔تبدیلی..... ایک اچھا انسان بنایا۔پتہ..... بھکر۔

☆☆☆

نام..... آمنہ احسن۔تاریخ پیدائش..... 16-9-2017 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... کھیلنا۔ارادے..... پڑھنا۔تبدیلی..... ابھی ایک سال کی ہوں (اللہ آپ کو صحت اور خوشیوں کے ساتھ ایک سو سال کی کرے)۔پتہ..... کھڈیاں خاص، قصور۔

☆☆☆

نام..... محمد سعد اللہ۔تاریخ پیدائش..... 12-9-2004 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... مصوری کرنا' مطالعہ۔ارادے..... فوجی بننا ہے (بن جائیں۔ہم نے کب روکا ہے)۔تبدیلی..... مطالعہ کا شوق پیدا کیا۔پتہ..... پسرور، سیالکوٹ۔

☆☆☆

نام..... اطہر وارث۔تاریخ پیدائش..... 23-9-2007 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... پڑھنا۔ارادے..... ڈاکٹر بننا (آپ بھی بن جائیں جی)۔تبدیلی..... کتابیں پڑھنے کی۔پتہ..... لندن۔

☆☆☆

نام..... عائشہ امجد۔تاریخ پیدائش..... 03-9-1999 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... مطالعہ' پینٹنگ۔ارادے..... ڈاکٹر (؟؟؟؟؟)۔تبدیلی..... والدین کی فرمانبرداری۔پتہ..... آلہ آباد، ضلع قصور۔

☆☆☆

نام..... کشف ایوبی ازل۔تاریخ پیدائش..... 8-9-2008 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... کھیل کود میں مصروف رہنا (پڑھ بھی لیا کریں)۔ارادے..... ٹیچر بننا (پروفیسر)۔تبدیلی..... تھوڑی بہت۔پتہ..... واں بھچراں، میانوالی۔

☆☆☆

عائشہ عبدالواسع
محمد جواد
ایمن صبا
لاریب ایمان
محمد سجاد
آپ "پھول" پڑھتے ہیں۔آپ ہمارے لئے اہم ہیں۔آپ بھی "پھول فورم" میں شریک ہو سکتے ہیں۔اپنا تعارف اور تصویر شائع کرنے کے لئے کوپن پُر کر کے اپنی پاسپورٹ سائز تصویر کے ہمراہ بھجوا دیں اور آپ کو کرنا ہوگا۔۔۔۔ صرف اپنی باری کا انتظار۔ باری آنے پر آپ کا تعارف ضرور شائع ہوگا۔"پھول
پھول فورم
پڑھتے رہئے۔ اس کے آئندہ کسی بھی شمارے میں آپ کے لئے ہوگا سرپرائز
☆☆☆
نوٹ
پھول ساتھیوں! پھول فورم کے لئے صاف، واضح اور پاسپورٹ سائز تصویر بھجوائیں۔ ورنہ آپ کا کوپن شائع نہیں کیا جائے گا۔
محمد توثیق
کوثر خالد
محمد طلحہ محمود
طیبہ فاطمہ
محمد یاسین

نام..... ایمن صبا۔تاریخ پیدائش..... 13-9-2007 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... کھانا پکانا، کڑھائی کرنا (یہ تو بڑی اچھی بات ہے)۔ارادے..... ائیر فورس جوائن کرنا۔تبدیلی..... مطالعہ کا شوق پیدا کیا۔پتہ..... بہاول پور۔

☆☆☆

نام..... محمد جواد۔تاریخ پیدائش..... 29-9-2011 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... ڈرائنگ کرنا۔ارادے..... جج بننا۔تبدیلی..... والدین کا ادب کرنا سیکھا (کرتے رہنا)۔پتہ..... بہاول پور۔

☆☆☆

نام..... عائشہ عبدالواسع۔تاریخ پیدائش..... 23-9-2006 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... سیر و سیاحت۔ارادے..... ٹیچر بننا (گرمیوں کی چھٹیاں تو پھر سیر و سیاحت میں ہی گزارا کریں گی)۔تبدیلی..... مطالعہ کا شوق۔پتہ..... کراچی۔

☆☆☆

نام..... محمد طلحہ محمود۔تاریخ پیدائش..... 14-9-2003 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... کرکٹ کھیلنا۔ارادے..... S.S.G کمانڈو بننا (انشاء اللہ عزوجل)۔تبدیلی..... تبدیلی آ رہی ہے (سنا ہے اب آ چکی ہے)۔پتہ..... مخدوم پورہ، پہوڑاں

☆☆☆

نام..... کوثر خالد (توبہ۔آپ یہاں بھی)۔تاریخ پیدائش..... 11-9-1962 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل..... بچے پڑھانا (اسی لیے وہ فیل ہو جاتے ہیں)۔ارادے..... اگلے جہان کی سیر (گرمیوں کی چھٹیوں میں ہی چلی جاتیں)۔تبدیلی..... دنیا و فیہا سے بے خبر کر دیتا ہے (پھول پڑھتی ہیں یا لسی پیتی ہیں)۔پتہ..... جڑانوالہ، فیصل آباد۔

☆☆☆

نام..... محمد توثیق۔تاریخ پیدائش..... 24-9-2001 (سالگرہ

پھول کتاب گھر

تبصرے کے لئے دو جلدوں کا آنا ضروری ہے

مدثر مرزا

اچھی کتابوں کا انتخاب اور
والدین کے لئے ایک مسئلہ ہوتا ہے ہم
آپ کی مشکل آسان کئے دیتے ہیں۔ ہم ہر ماہ آپ کے
لئے بہترین کتابوں کا انتخاب پیش کریں گے۔
خود پڑھئے دوسروں کو تحفہ دیجئے

نام کتاب: حج بیتی
مصنف: ناصر بشیر
قیمت:-/500 روپے۔ ناشر: کتاب ورثہ، غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور۔
فون 4377794 - 0333

ناصر بشیر مشہور شاعر، نثر نگار، اُستاد، کالم نگار اور اچھے دوست ہیں۔ ان کی شاعری کا مجموعہ قبولیت کی سند پا چکا ہے۔ وہ روزانہ ایک اخبار میں غزل لکھتے تھے پھر روز انہوں نے ایک نعت لکھنا شروع کی۔ یہ کام مشکل بھی تھا اور نازک بھی۔ لیکن انہوں نے خوب نبھایا اور پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ جن کی نعت کہی جائے وہ نہ نبھائیں۔ لہٰذا ان کو بلاوا آ گیا یعنی نعت کو شرف قبولیت حاصل ہو گیا۔ عمرے کی سعادت کا احوال انہوں نے ''پہلی پیشی'' کے نام سے ایک کتاب میں لکھا۔ پہلی پیشی بھی قبول ہوئی اور انہیں حج کی سعادت بھی حاصل ہو گئی۔ حج کی سعادت کا تفصیلی ذکر انہوں نے ''حج بیتی'' میں کیا ہے۔ یہ عشق کے سفر کی داستان ہے جو قلم سے نہیں بلکہ دل سے لکھی گئی ہے اور اسے دل سے ہی پڑھیں گے تو روحانی لطف محسوس کریں گے۔ کتاب کے مطالعہ سے حج کے طریقہ کار، روحانی تسکین اور ادبی چاشنی بھی حاصل ہو گی۔ یقین نہ آئے تو کتاب پڑھ کر دیکھ لیں۔

نام کتاب: عشق کی نگری (سفرنامہ حج بیت اللہ)
مصنفہ: شمیم عارف
قیمت:-/150 روپے۔ ناشر: زیڈ ٹو اے پبلشر، وکٹوریہ پارک دی مال لاہور

شمیم عارف ایم اے اسلامیات کر کے ایک سرکاری سکول میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتی رہیں اور پھر ملازمت چھوڑ کر گھریلو امور انجام دینے لگیں۔ لعہ، مصوری، شاعری اور فلاحی کاموں میں مصروف رہتی ہیں۔ 2017ء میں ان کی دلی مراد بر آئی اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس روحانی سفر کی روداد انہوں نے انتہائی ذوق و شوق اور عشق و محبت سے تحریر کی ہے۔ اپنے احساسات و جذبات اور تجربات کو انہوں نے اس مختصر کتاب میں سمو دیا ہے جس کا مقصد حرمین شریفین اور حج کے بارے آگاہی فراہم کرنا، کم علمی یا ناتجربہ کاری کی وجہ سے پیش آنے والی مشکلات سے آگاہ کرنا اور اس روحانی سفر کی تجلیات اور برکات سے پڑھنے والوں کو بھی بہرہ مند کرنا ہے۔ کتاب میں تصاویر بھی شامل کی گئی ہیں۔

نام کتاب: شہداء وطن
مصنف: ایم آر شاہد
قیمت:-/600 روپے۔ ناشر: تعمیر پاکستان پبلی کیشنز، کمرہ نمبر 16، دوسری منزل، ڈیوس ہائٹس 38 ڈیوس روڈ لاہور۔ فون 6310044 0300

ایم آر شاہد معروف محقق ہیں۔ پاکستان کے مشاہیر کے حوالے سے ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ ان کتابوں کی انفرادیت کی وجہ سے ان کتابوں کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان کی نظریں پاکستان بھر میں آسودۂ خاک نامور ہستیوں کے حوالے سے تحقیق پر جمی ہیں۔ اس حوالے سے انہوں نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں جن کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے انہیں سول اعزاز سے بھی نوازا ہے۔ زیر نظر کتاب میں انہوں نے وطن عزیز کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے والے شہداء کے حالات زندگی اور شہادت کے واقعات بیان کیے ہیں۔ ان میں نشان حیدر پانے والے، 48-1947ء کے شہداء، ستمبر 1965ء کی جنگ کے شہدا، 1971ء کی جنگ کے شہدا، کارگل اور سیاچن کے شہداء، سانحہ بہاولپور کے شہداء وغیرہ کے حالات شامل کئے ہیں۔ پاکستان کے بری، فضائی اور بحری افواج کے تمام شہداء کے حالات کتاب میں شامل ہیں۔ یوں انہوں نے وطن کے شہداء کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ہمارے مستقبل کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے والوں سے واقفیت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔ تعلیمی اداروں اور پبلک لائبریریوں میں اس کتاب کا ہونا بہت ضروری ہے تاکہ نئی نسل میں ان شہدا کے حالات سے حب الوطنی اور جذبہ جہاد پیدا ہو۔

نام کتاب: میں ہوں عمران خان
مصنف: فضل حسین اعوان
قیمت:-/750۔ ناشر: دعا پبلی کیشنز الحمد مارکیٹ اُردو بازار لاہور۔ فون 37233585 042-

فضل حسین اعوان معروف صحافی، تجزیہ نگار، کالم نویس اور نوائے وقت ایڈیٹوریل بورڈ کے رکن ہیں۔ ان کے کالم کافی مقبول ہیں۔ ان کی پانچ کتابیں شائع ہونے کے بعد مقبولیت کی سند حاصل کر چکی ہیں۔ زیر نظر کتاب میں پاکستان کے نومنتخب وزیراعظم عمران خان کی زندگی کے ابتدائی معاملات، تعلیم، کرکٹ، شوکت خانم ہسپتال، شادیوں، طلاقوں، الزامات، عزم و ہمت اور پختہ ارادوں، سیاست میں آمد، ناکامیوں، کامیابیوں، مقبولیت اور آخر کار 2018ء میں انتخابات میں نمایاں کامیابی کے بعد حکومت میں آنے تک کے حالات و واقعات تاریخی حوالوں کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔ اب جبکہ عمران خان پاکستان کے وزیراعظم بن چکے ہیں اس کتاب کی افادیت

میں مزید اضافہ ہوگیا ہے کہ کس طرح ایک نوجوان عملی زندگی میں اپنے پختہ عزم سے تمام تر مخالفتوں کے باوجود کامیابیوں کی سیڑھیاں چڑھتا جاتا ہے اور ایک دن ملک کے سب سے بڑے اور اہم منصب پر فائز ہوجاتا ہے۔ اس کتاب میں پرعزم جدوجہد کرنے والے عمران احمد خان نیازی کی سرگزشت اور اس پر لگائے گئے الزامات کا جواب دیا جارہا ہے ہر نوجوان کو جو زندگی میں کوئی کارنامہ انجام دینا چاہتا ہے اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

نام کتاب: بھلیاں یاداں
مصنف: ملک محمد ایاز
قیمت: 300 روپے۔ ناشر: میراں جی پبلشرز۔ 774- بی فیز V۔
ڈیفنس لاہور فون 0321-9405808

ملک محمد ایاز اردو اور پنجابی زبان کے کے معروف مصنف اور محقق ہیں۔ بزرگان دین سے ان کو خاص لگاؤ ہے۔ خود بھی علم و معرفت کی کئی منزلیں طے کر چکے ہیں۔ تحقیق اور تصوف ان کے خاص موضوعات ہیں۔ ان کی کتابیں پر چول' انوار اولیاء لاہور' پندھ حرمین شریفین دا' خیالوں کے مقابر' ہانگ کانگ دی یاترا' حق دی راہ کو کافی پذیرائی مل چکی ہے۔ زیر نظر کتاب ان کی یادوں پر مشتمل ہے۔ ان کا تعلق چونکہ امرتسر سے تھا اس لئے اس کتاب میں امرتسر' جلیانوالہ باغ' امرتسر کی مشہور ہستیاں' امرتسر کے بزرگان دین' امرتسر کی مشہور مساجد اور تحریک پاکستان کے اکابرین' تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے حوالے سے تاریخی واقعات اپنی یادداشت کے مطابق قلم بند کئے ہیں۔ امرتسر اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ کتاب تحفے سے کم نہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی شائع ہونا چاہیے تاکہ پڑھنے والوں کے مزید وسیع حلقے تک یہ کتاب پہنچ سکے۔

نام کتاب: پراسرار تحریر
مصنف: غلام رسول زاہد
قیمت: 350 روپے۔ ناشر: بچوں کا کتاب گھر۔ ہادیہ حلیمہ سنٹر' غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون۔ 0300-4611953

غلام رسول زاہد ڈی آئی جی کے عہدے پر فائز ہیں لیکن لکھنے پڑھنے کا شوق انہیں بچپن سے ہے۔ یہ شوق انہیں اپنے ورثے میں ملا تھا۔ بے شمار کہانیاں اور ناول پڑھے۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران بھی انہیں اچھے اساتذہ کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی حاصل رہی۔ 1980ء میں انہوں نے ایک ناول لکھا اور ایک ناشر کو دے آئے۔ ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب وہ ناول شائع ہوگیا اور انہیں اس کا کچھ معاوضہ بھی ملا۔ ''پراسرار تحریر'' ایک جاسوسی اور مہماتی ناول ہے جو 1857ء کی جنگ آزادی کے پس منظر میں لکھا گیا ہے۔ یہ ناول ایسا ہے کہ اگر آپ اس کو پڑھنا شروع کردیں تو ختم کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔

نام جریدہ: بک ڈائجسٹ
مدیر اعلیٰ: مظہر سلیم مجوکہ
قیمت: 400 روپے۔ ناشر: کتاب ورثہ۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون۔ 0333-4377794

مظہر سلیم مجوکہ بڑے ادب دوست اور متحرک انسان ہیں۔ علم و ادب کے فروغ کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ کتاب ورثہ کے تحت کتابیں شائع کرتے ہیں۔ گزشتہ پندرہ سال سے وہ ''بک ڈائجسٹ'' کی اشاعت جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس کا اجرا معروف محقق سید قاسم محمود نے کیا تھا۔ مجوکہ صاحب نے ان کے مشن کو جاری رکھا ہے۔ وہ اس مجلے کے ذریعے قارئین کو معیاری ادب فراہم کررہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ نوجوان ادیبوں کی حوصلہ افزائی بھی کرتے ہیں۔

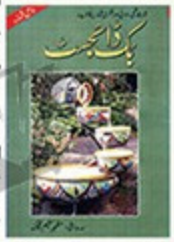

زیر نظر خاص شمارے میں حمد' نعت' نظمیں' غزلیں' افسانے' مضامین' تراجم اور کتابوں پر تبصرے بھی شامل ہیں۔ سرکاری اور نجی اداروں کو ایسے ادبی جرائد کی سرپرستی کرنی چاہئے تاکہ علم و ادب کا یہ سفر جاری رہے۔

نام کتاب: تحفہ
مصنف: شکور احسن
قیمت: 60 روپے۔ ناشر: پراپلی کیشنز مندرہ گوجر خان۔ فون 0333-5646004

''تحفہ'' میں بچوں کے لئے لکھی گئی کہانیاں شامل ہیں۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے' آزادی بڑی نعمت ہے' عقلمند وزیر' بابا عارف کا فیصلہ' بابا ظہور کی عقلمندی' بے ایمانی سے ملے پریشانی' جھگڑے کا اختتام' پرانی دوستی سب سے اچھی' تحفہ' والدین کی نصیحت' یہ جھوٹ بہتر ہے۔ ان کہانیوں کے نام ہیں جو اس کتاب میں شامل ہیں۔ مصنف شکور احسن کا کہنا ہے کہ بچہ ہونا درحقیقت زندگی کے بکھیڑوں سے بے نیازی کا دوسرا نام ہے۔ یہی بے نیازی تصوف میں صوفی کے باطنی سفر کا نہایت درجہ ہے۔ میری یہ کہانیاں درحقیقت اپنے اندر کے بچے کی بازیابی کی ایک کوشش ہیں۔

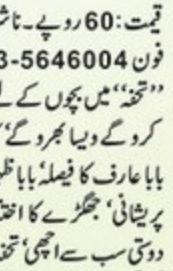

نام کتاب: پاگل خانہ (افسانے)
مصنف: نیر اقبال علوی
قیمت: 600 روپے۔ ناشر: بک ہوم۔ 46 مزنگ روڈ لاہور فون 37245072

نیر اقبال علوی معاشرے کے نبض شناس ہیں۔ وہ معاشرتی ناہمواریوں کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ اس سے قبل ان کے افسانوں کے پانچ مجموعے عالم سوز و ساز' جہان رنگ و بو' سلسلہ روز و شب' ہنگامہ رنگ و صورت' ہم..... اور مضامین کا مجموعہ نواہائے شوق شائع ہو کر منفرد شناخت حاصل کر چکے ہیں۔ زیر نظر مجموعہ پاگل خانہ میں اٹھارہ افسانے شامل ہیں۔ ان کے تمام افسانے سوچ کے در وا کرتے ہیں۔ خود کو اور معاشرے کو تبدیل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اپنی تہذیب' ثقافت' ادب' اخلاقیات کے پیراہن میں باوقار اور خوشگوار زندگی گزاریں۔ وہ نفرت' حسد' انتقام کے بجائے پیار محبت' شائستگی اور لطافت کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ اسی لئے وہ مسلسل لکھ رہے ہیں۔ اپنی آواز معاشرے کے تمام طبقات تک پہنچا رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ لوگوں کو فرحت و انبساط مہیا کرنے کے لئے کہانیاں تخلیق نہیں کرتے بلکہ ضمیر بیدار کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ ہمیں بھی ان کی آواز کے ساتھ اپنی آواز ملانی چاہئے۔

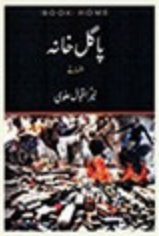

نام کتاب: احتجاجی دھرنا
مصنف: ڈاکٹر محمد جاسر آفتاب
قیمت: 600 روپے۔ ناشر: علم و عرفان پبلشرز 40، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔ فون 37352332

ڈاکٹر محمد جاسر قصور کے ایک گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے شعبہ ویٹرنری سائنسز کی ڈگری لی اور مختلف اداروں میں خدمات انجام دینے کے علاوہ کالم نگاری ان کا شوق ہے۔ اس کتاب میں ویٹرنری ڈاکٹرز ایسوسی ایشن کے قیام' اس کی سرگرمیوں' اس کے تحت ہونے والے احتجاجی دھرنوں' کامیابیوں' ناکامیوں' مفاد پرستی اور ایثار و قربانی کی روداد شامل ہے۔ اس حوالے سے ان کے شائع ہونے والے اخباری کالم بھی کتاب میں شامل ہیں۔ یہ کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔

☆☆☆

PakiBooks.Biz

ماحولیاتی آلودگی اور انسانی صحت

ڈاکٹر فوزیہ سعید

آج دنیا بھر میں اس بات کا اعتراف کیا جارہا ہے کہ ہم جتنی تیزی سے ترقی کررہے ہیں اتنی تیزی سے آلودگی کا زہر بھی آہستہ آہستہ کرۂ ارض کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔اس سے انسانی زندگی کو سب سے زیادہ خطرہ ہے اور اس کے لیے سب سے اہم عنصر درختوں اور پودوں کی کٹائی ہے۔ درخت جتنے زیادہ ہوں گے وہاں کی آب وہوا اتنی ہی صاف وشفاف ہوگی۔قدرت نے ان میں جو بھی اوصاف رکھے ہیں اس کی بدولت یہ فضائی آلودگی کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے چلے آرہے ہیں اور جیسے جیسے دنیا ترقی کررہی ہے ماہرین اس بات کا برملا اعتراف کررہے ہیں کہ صحت مند ماحول کے لیے درخت کی اہمیت بڑھتی جارہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ جن شہروں میں زیادہ آبادی ہے، فیکٹریوں کی بہتات ہے وہاں درخت کم ہیں۔ان علاقوں کے مکینوں کی صحت بھی متاثر ہوتی ہے۔اور جن علاقوں میں درختوں کی بہتات ہے وہاں نہ صرف ماحول خوشگوار ہوتا ہے بلکہ اس کے مثبت اثرات انسانی صحت پر بھی پڑتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آج درختوں کی اہمیت کے پیش نظر دنیا بھر میں درخت اور پودوں کو لگانے کی مہم چلائی جاتی ہے اور عوام کو ان کی اہمیت سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

درخت برکت کی علامت اور ایک اہم قومی دولت ہیں۔درخت اور پودے انسانی زندگی کے لیے مفید ہیں۔ان کی نشوونما اور دیکھ بھال انسان کی فطرت سے وابستگی کو ظاہر کرتی ہے۔درخت زمین کا حسن ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو بہت سی چیزوں سے سجایا ہے۔بلند و بالا پہاڑ، بہتے دریا، سمندر، چاند ستارے، چمکتا سورج، جہاں اس کائنات کے حسن کو بڑھاتے ہیں وہاں سر سبز وشاداب پوشاک پہنے درخت اس کائنات کو چار چاند لگاتے ہیں۔درخت لگانا بہت ضروری ہے یہ انسانوں کو آکسیجن مہیا کرتے ہیں۔جو انسانی زندگی کے لیے بہت ضروری ہے۔یہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرتے ہیں۔جو انسانوں کے لیے مضر ہوتی ہے۔درخت آب وہوا کو خوشگوار بناتے ہیں۔یہ ہمیں گرمی کی شدت سے بھی بچاتے ہیں۔

ماحول: ماحول کے لغوی معنی ارد گرد کے ہیں۔یعنی ہر وہ چیز جو جاندار پر اپنا اثر رکھتی ہو جس میں زمین پانی فضا شامل ہیں اسے ماحول کہتے ہیں۔جس میں تمام حیاتیاتی، طبیعاتی، کیمیائی اجزاء وعناصر شامل ہوتے ہیں۔سچ تو یہ ہے کہ جو کچھ دنیا اور کائنات میں ہے اسے ماحول کہتے ہیں۔

ماحولیاتی آگاہی وشعور: عوام کی ماحول سے واقفیت کو ماحولیاتی شعور کہتے ہیں۔ماحولیاتی شعور عام طور پر دو قسم کا ہوتا ہے۔

۱۔شعور برائے شعور: یعنی لوگ ماحول کے بارے میں جانتے تو بہت کچھ ہیں لیکن اس پہ عمل نہیں کرتے۔

۲۔شعور برائے عمل: یعنی ماحول کے بارے میں جو کچھ جانا جائے اس پر عمل بھی کیا جائے۔

عام طور پر بچوں میں شعور برائے عمل ہوتا ہے۔جبکہ معاشرے کے غیر ذمہ دار افراد شعور ہونے کے باوجود عمل نہیں کرتے۔ براہ راست ماحولیاتی آگاہی اور شعور بڑھانے کے لیے مختلف قسم کی مشاورتی تقریبات، سیمینار کا سہارا لیا جاتا ہے۔جن میں مزاکرے، مباحثے، جلسے، اجلاس، پوسٹر کے مقابلے، تقریری مقابلے، واک شامل ہیں۔جبکہ پائیدار بنیادوں پر آگاہی دینے کے لیے طباعتی ذرائع ابلاغ یعنی اخبارات، جلسے، بینرز، کتابچے، پوسٹرز، ٹی وی پروگرامز، ریڈیو پروگرامز، انٹرنیٹ، فیس بک، ٹویٹر، واٹس ایپ گروپ سے مدد لینی چاہیے۔جن کے ذریعے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو آگاہی اور شعور دیا جا سکتا ہے۔ماحولیاتی آلودگی کا سب سے بڑا سبب ذہنی آلودگی ہے۔

ماحولیاتی آلودگی کے صحت پر مضر اثرات:

ماحولیاتی آلودگی سے پھیپھڑوں کے کینسر اور دل کے امراض بڑھ جاتے ہیں۔جہاں فضاء میں آلودگی ہو اور ہوا میں مضر صحت مادے پائے جاتے ہوں تو پھیپھڑوں کے کینسر اور حرکت قلب بند ہونے کا خطرہ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔امریکن ایسوسی ایشن کا ڈیویسرچ سینٹر کی تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق آلودہ ماحول میں سانس لینے سے بھی دل کا دورہ پڑنے کے خطرے میں اضافہ ہو جاتا ہے۔کیونکہ سانس لینے سے کاربن ڈائی آکسائیڈ، سلفر ڈائی آکسائیڈ اور چھوٹے چھوٹے ذرات جسم میں داخل ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔اور شریانوں میں مادوں کے جم جانے سے ان میں سختی آجاتی ہے۔ان کا راستہ تنگ ہو جاتا ہے جو دل کے لیے خطرے کا باعث بن جاتا ہے۔تاہم تمباکو نوشی اور بلڈ پریشر سب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔تحقیقاتی رپورٹ میں شہروں میں فضائی آلودگی میں کمی لانے پر زور دیا گیا کہ آلودگی سے پاک ماحول ہی شہریوں کی صحت مند زندگی کا ضامن ہے۔

ہلال احمر کا بنیادی مقصد پاکستان کے اور دنیا کے قدرتی ماحول کو بچانا ہے اور ایسا مستقبل بنانا ہے کہ جہاں انسان قدرت کے ساتھ ہم آہنگی سے رہ سکے۔ہلال احمر قدرتی ماحول کو محفوظ کرنے کے لیے درج ذیل طریقوں سے کوشاں ہے۔

۱۔ انسانی صحت ۲۔جنگلی حیات ۳۔ماحولیاتی نظام کو تحفظ فراہم کرنا۔۴۔اس امر کو یقینی بنانا کہ قابل تجدید قدرتی ذرائع کا استعمال موجودہ اور آنے والے وقت میں دیرپا ثابت ہو۔۵۔آلودگی کو کم کرنا۔۶۔قدرتی ذخائر اور توانائی کے بے دریغ استعمال کو کم کرنے کی کوشش کرتے رہنا۔۷۔لوگوں میں اور خاص طور پر نوجوان نسل میں شعور اور آگاہی پیدا کرنا۔اور ان کو تربیت دینا۔۸۔پانی کا بے دریغ استعمال روکنا۔

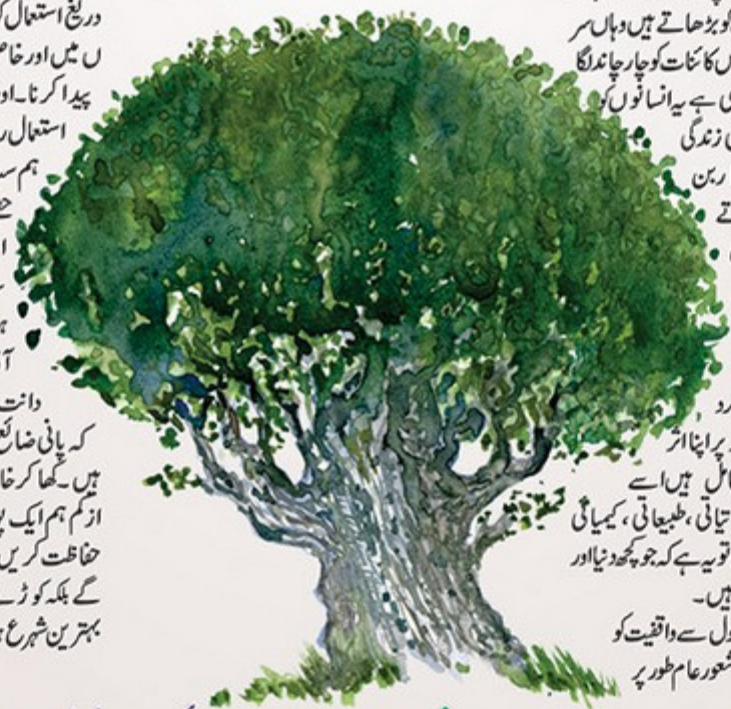

ہم سب کو اس مہم میں حصہ لینا چاہئے اور اپنے حصے کا کام کرنا چاہئے۔ جب سب لوگ اپنے اپنے حصے کا کام کریں گے تو خود بخود سارا ماحول بہتر ہو جائے گا۔فضا خوشگوار ہو جائے گی۔لوگ صحت مند رہیں گے۔

آؤ ہم مل کے عہد کریں۔ آج کے بعد دانت صاف کرتے وقت ٹونٹی کو بند رکھیں گے تاکہ پانی ضائع نہ ہو۔اس طرح ہم دو لٹر پانی روز بچا سکتے ہیں۔کھا کر خالی شاپر گلی یا سڑک پر نہیں پھینکیں گے۔کم از کم ہم ایک پودا ضرور لگائیں گے۔اور آخر تک اس کی حفاظت کریں گے گھر کا کوڑا کرکٹ باہر نہیں پھینکیں گے بلکہ کوڑے دان میں ڈالیں گے۔اس طرح ہم اپنے بہترین شہری ہونے کا ثبوت دے سکتے ہیں۔

☆☆☆

(سائنس فکشن)

آخری حصہ

تسنیم جعفری

اُڑن طشتری چھت پر اُتر چکی تھی اور وہ لوگ.....

دوسری دھرتی کے مہمان

''انکل آپ کس سیارے سے آئے ہیں..؟'' عمیر نے پھر پوچھا تو انکل چونک گئے۔

''ہاں نا سیارے سے ہی تو آئے ہیں۔ اپنے گاؤں سے۔ کیا اچھا سا نام تھا اس سیارے کا؟''۔ وہ بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے بولے، ''ہاں یاد آیا لاڈلی..... لاڈلی نام تھا اس کا۔'' انکل جاہل دیہاتی بوڑھوں والے انداز میں بولے تو عمیر نے اپنے ابو کی طرف دیکھا

''بیٹا گاؤں میں بس کو سیارہ کہا جاتا ہے، انکل بس میں بیٹھ کر آئے ہوں گے۔'' ابو نے عمیر کو گھور کر دیکھا

''ہاں جی.... آپ نے ٹھیک سمجھا، ہم گاؤں کے لوگ ایسے ہی چیزوں کا نام بگاڑ دیتے ہیں۔'' انکل نے اطمینان کا سانس لیا۔

''آپ کا یہ بیٹا بہت ذہین ہے..... کس جماعت میں پڑھتا ہے..؟''۔ آنٹی نے پوچھا۔

''جی ہاں یہ بہت ذہین ہے ماشااللہ، دسویں جماعت میں ہے۔ لیکن سائنسی ذہن ہے اس کا۔ اس لئے نیٹ سے پتہ نہیں کیا کیا سیکھتا اور سائنسی خبریں پڑھتا رہتا ہے..!''۔ امی عمیر کو تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے بتا رہی تھیں، ''ابھی کل ہی اس نے مجھے ایک تازہ خبر سنائی کہ خلائی سائنسدان کہتے ہیں کہ دو ممکنات ہیں... یا تو ہم اس کائنات میں بالکل اکیلے ہیں یا اکیلے نہیں ہیں، دونوں صورتیں ہی خوفزدہ کر دینے والی ہیں۔'' یہ خبر سن کر انکل چونک کر کھڑے ہو گئے اور آنٹی کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ گیا، چھناکے کی آواز سن کر سب اس طرف متوجہ ہو گئے، لیکن عمیر نے ان دونوں کی حیرت کو نوٹ کر لیا تھا۔ آنٹی جلدی سے اُٹھ کر جھاڑو اور کوڑے دان لے آئیں لیکن امی ان کے ہاتھ سے جھاڑو لے کر خود کانچ سمیٹنے لگیں۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر ابو ان سے اجازت چاہتے ہوئے بولے؛

''انکل اگر ہمارے لائق کوئی کام ہو تو ضرور بتایئے گا، اور رات کا کھانا ہم بنا کر بھیجیں گے کیونکہ آپ کا تو سامان بھی نہیں آیا۔''

''ہاں یہ تو پریشانی کی بات ہے کہ ہمارا سامان نہیں پہنچا ابھی تک کیونکہ اس کے بغیر ہم واپس نہیں جا سکتے۔ لیکن ہم کھانا نہیں کھاتے اس لئے زحمت نہ کیجئے گا۔''

''کھانا نہیں کھاتے... یہ کیا بات ہوئی، کوئی کھانے کے بغیر بھی رہ سکتا ہے کیا..؟'' امی ابو نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا

''انکل کہیں آپ ایلین تو نہیں ہیں..؟''۔ عمیر درمیان میں بولا تو انکل ہکا بکا رہ گئے۔

''ارے ہمارا مطلب ہے کہ ہمارے دانت نہیں ہیں، نقلی بتیسی لگائی ہوئی ہے اس لئے پھل کھا لیتے ہیں یا جوس پی لیتے ہیں۔''

''اچھا اچھا جیسے آپ کی مرضی، لیکن اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو ضرور بتایئے گا.. خدا حافظ۔'' ابو نے عمیر کو پیچھے کیا۔

''نمسکار...!'' انکل دونوں ہاتھ جوڑ کر بولے۔

''ابو مجھے تو انکل اور آنٹی کچھ مشکوک سے لگے... آپ نے دیکھا کتنی باتوں پر وہ حیران ہوئے اور چونکے۔'' عمیر نے رائے دی

''بیٹا بہت بُری بات ہے، ہم آپ کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ سبھی کو اس نظر سے دیکھو۔'' امی نے کہا۔

''وہ بزرگ ہیں کم از کم یہی سوچ کر ان کا خیال کر لیتے... کیا ہم نے یہی تربیت کی ہے آپ کی..؟''۔ امی اور ابو دونوں نے عمیر کی خوب خبر لی اور عمیر کھسیانہ سا ہو کر اپنی عینک درست کرتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

رات کافی گزر چکی تھی، امی ابو تمام لائٹیں بند کر کے سو چکے تھے، لیکن عمیر کو کچھ بے چینی سی تھی۔ وہ بستر سے اُٹھ کر کھڑکی میں جا کھڑا ہوا، سامنے گیٹ نظر آ رہا تھا۔ اس نے سوچا انکل آنٹی کے بیٹے آج بھی نہیں آئے۔ اب تو وہ خاموشی سے نہیں آ سکتے کیوں کہ ان کے ساتھ گھر کا سامان بھی ہو گا۔

عمیر کافی دیر گیٹ پر نظریں جمائے کھڑا رہا لیکن کوئی بھی نہیں آیا، وہ واپس پلٹنے ہی والا تھا کہ اس نے سامنے دیوار اور گیٹ پر لمبے لمبے سائے دیکھے، یعنی ان کی چھت پر کچھ تھا جس کے سائے نیچے دیوار پر نظر آ رہے تھے۔ گو کہ آج چاندنی رات نہیں تھی لیکن پھر بھی سایہ محسوس ہو رہا تھا۔

''وہاں چھت پر کیا ہو رہا ہے..؟''۔ عمیر نے خود سے

کہا۔ وہ چھت پر جانے لگا لیکن پھر رک گیا، اس نے سوچا لان میں جا کر دیکھا جائے، کیونکہ وہاں سے چھت صاف نظر آتی تھی۔ وہ ایک کالی چادر اوڑھ کر گیٹ کے پاس جا کھڑا ہوا تا کہ کوئی اسے دیکھ لے تو بھی پہچان نہ سکے۔ اس نے دیکھا ایک اُڑن طشتری ان کی چھت کے اوپر کھڑی ہے۔ جس میں سے ایک سیڑھی نکل کر چھت تک آ رہی ہے اور کچھ لوگ بہت بڑے بڑے غبارے لے کر طشتری میں سوار ہو رہے ہیں۔ تین سائے تو اس نے واضح دیکھے، وہ سب باری باری آتے غبارے بھرتے اور سیڑھی سے اوپر چڑھ جاتے۔ عمیر نے اپنی عینک ٹھیک کرتے ہوئے حیرت سے دیکھا، اسی حیرانی میں اس کو اپنا منہ ڈھکنا بھی بھول گیا۔

''اچھا تو میرا شک ٹھیک تھا، یہ انکل آنٹی ایلین ہیں اور ہماری ہوا چُرا رہے ہیں..! ابھی ابو کو بتاتا ہوں۔'' عمیر یہ سوچ کر اندر کی طرف بھاگا لیکن کسی نے اس کو پیچھے سے دبوچ لیا۔ جب وہ سب طشتری میں سوار ہو گئے تو سیڑھی غائب ہو گئی اور طشتری بغیر آواز کے پرواز کرتی ہوئی غائب ہو گئی۔

صبح اُٹھتے ہی ابو کو سب سے پہلا خیال ان کرایہ دار انکل اور آنٹی کا آیا۔

''ارے بھئی اپنے ناشتے کے ساتھ ان پردیسی مہمانوں کے لئے بھی چائے بنا لینا، کم از کم چائے تو وہ پی ہی لیں گے۔'' ابو نے امی کو تاکید کی۔

''چائے تیار ہے آپ لے جائیے..!'' امی نے اطلاع دی۔

ابو چائے لے کر اوپر گئے تو وہاں پہلے کی طرح تالا لگا ہوا تھا۔ انہیں شدید حیرت ہوئی، تجسس میں انہوں نے چائے وہیں رکھی اور تالے کو کھینچ کر دیکھا لیکن وہ نہیں کھلا۔ دوڑے دوڑے نیچے گئے اور اوپر والی منزل کی چابیاں نکالیں۔ پھر بھاگے بھاگے اوپر گئے۔ امی یہ سب کارروائی دیکھ کر پریشان ہو گئیں اور ان کے پیچھے گئیں۔ اوپر جا کر ابو نے تالا کھولا اور اندر کو لپکے۔ اندر سب جوں کا توں تھا، لگتا ہی نہیں تھا کہ یہاں کبھی کوئی آیا ہو۔ اور قریب جا کر دیکھا تو چادر پر ایک سلوٹ کا نشان بھی نہیں تھا، البتہ چادر کے اوپر ایک کاغذ رکھا ہوا تھا جس پر کچھ لکھا تھا۔ ابو نے فوراً وہ کاغذ اُٹھا کر دیکھا تو اس پر اردو میں ایک خط لکھا ہوا تھا، ابو نے پڑھنا شروع کیا؛

''محترم مالک مکان صاحب، مجھے مجبوراً یہ خط لکھنا پڑ رہا ہے کیونکہ آپ کو اطلاع دینا بھی ضروری تھا۔ ہماری بہت سی باتوں پر آپ حیران بھی تھے۔ جی ہاں ہمارا تعلق آپ کی دھرتی سے نہیں ہے، ہم ایلین ہیں اور ہماری دھرتی پر ہوا بہت کم ہو گئی ہے اس لئے ہم آپ کی دھرتی پر ہوا لینے آئے تھے، لیکن ہم نے دیکھا کہ یہاں بھی ہوا کا فقدان ہے، لگتا ہے کہ آپ لوگ بھی اپنی دھرتی سے پیار نہیں کرتے۔ پہلے ہم یہاں 1940ء میں آئے تھے اور بھارت میں اترے تھے اس لئے وہی زبان سیکھی تھی۔ ہمیں یہاں کے سرسبز علاقے بہت بھائے تھے اس لئے جب ہماری دھرتی پر ہوا کم ہوئی تو ہمیں بھارت کا خیال

آیا تھا اور ہم اپنے اندازے سے بھارت میں اسی گھر میں اترے تھے جہاں پہلے آئے تھے، تب وہاں کوئی بھارتی فیملی رہتی تھی، اسی لئے اب بھی ہم اسی حُلیے میں آئے تھے۔ اس وقت پاکستان بننے کے بہت چرچے تھے۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ تم پاکستانی لوگ اتنے ذہین ہوتے ہو کہ اندر کی بات بھی جان لیتے ہو اسی لئے تمہارے بیٹے کو ہم اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں تا کہ وہ ہمارے بچوں کو بھی اپنے جیسا ذہین بنا سکے...!''

''دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ کوئی ہماری آکسیجن چُرا تا ہے...!'' ابو نے خط پڑھ کر امی سے کہا۔

''ہائے میرا عمیر..! اس کو لے گئے وہ....؟'' امی نے یہ سُنا تو غش کھا گئیں۔

''ارے بیگم فکر نہ کرو.... اگر وہ عمیر کو لے بھی گئے ہیں تو واپس چھوڑ جائیں گے..!''۔ ''کیسی باتیں کرتے ہیں.. اپنے بچے کی کوئی فکر نہیں آپ کو...؟ امی غیر یقینی کے عالم میں عمیر کے کمرے کی طرف بھاگی چلی گئیں۔ نیچے آ کر دیکھا تو ایک نوجوان بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا۔

''ارے..! اب تم کون ہو....؟''۔ امی نے بے تابی سے اس کو دیکھا۔

''میں عمیر ہوں امی.... آپ نے پہچانا بھی نہیں!''۔

''مگر بیٹا تمہیں تو ایلین اپنے ساتھ لے گئے تھے..! اور تم اتنے بڑے کیسے ہو گئے..؟''۔ امی حیران پریشان کھڑی تھیں۔

''جی امی مجھے ایلین اپنی دھرتی پر لے گئے تھے، میں نے ان کے بچوں کو بہت سال پڑھایا۔ اب وہ خود اس قابل ہو گئے تھے کہ دوسرے بچوں کو پڑھا سکیں اس لئے مجھے واپس چھوڑ گئے۔'' عمیر نے امی کو اپنے پاس بٹھاتے ہوئے سمجھایا۔

''مگر بیٹا یہ سب کیسے ممکن ہے..؟ یہ رات ہی کی تو بات ہے!'' ابو حیرت سے بولے۔

''جی ابو، یہ ایسے ممکن ہے کہ ان کا دن بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ ہمارے ایک دن میں ان کے کئی سال گزر جاتے ہیں، میں وہاں رہ کر کئی سال بڑا ہو گیا ہوں...!'' عمیر نے مسکراتے ہوئے اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرا۔

''آئے ہائے میرا بچہ کتنا کمزور ہو گیا ہے..! انہوں نے پردیس میں تمہارے ساتھ کوئی سختی تو نہیں کی بیٹا..!''۔

''آکسیجن کی کمی تھی وہاں شاید اسی لئے کمزور رہ گیا ہے یہ۔'' ابو نے بھی ایک معقول وجہ بتائی۔

''ارے نہیں ممی، میں تو بہت مزے میں تھا، یہاں کے ایک دن میں مَیں کئی سال جو بڑا ہو گیا ہوں تو کمزور تو لگوں گا ہی۔''

''چلو یہ تو پتہ چل گیا کہ ہماری آکسیجن کس نے چُرائی ہے۔ اب آپ شرط ہار گئیں...!''۔ ابو پھر بولے۔

''ارے بھاڑ میں گئی آپ کی آکسیجن، بچے کی کوئی فکر نہیں، میں تو سوچ رہی ہوں کہ یہ اتنا بڑا ہو گیا ہے اب داڑھی مونچھ کے ساتھ دسویں جماعت میں بیٹھا کیسا لگے گا...!''۔

امی کی اس بات پر عمیر اپنی عینک ٹھیک کر کے رہ گیا۔

☆☆☆

ان کی بہادری پر انہیں تمغہ جرأت سے نوازا گیا

لانس نائیک لال حسین شہید

نعمان احمد گلزار

ہمارا پیارا وطن پاکستان لاکھوں مسلمانوں کی قربانیوں کے بعد وجود آیا۔ اس کے قیام کے بعد اگر کسی نے اسے میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرات کی تو ہمارے وطن کے جیالے اس کی حفاظت کے لئے آگے بڑھے۔ اس عظیم فرض کے لئے انہوں نے اپنی جانوں کی کبھی بھی پروا نہیں کی۔ ستمبر 1965ء کی جنگ میں پاکستان کے جیالوں نے بہادری اور دلیری کی روشن مثالیں قائم کیں اور دشمن کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔

6 ستمبر 1965ء میں دشمن نے رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمارے ملک پر حملہ کر دیا اور کئی ایک سرحدی چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔ اس صورت میں پلاٹون کمانڈر نے چند جوانوں کو بلا کر کہا کہ تم جنگ کے حالات سے آگاہ ہو۔ دشمن نے ہماری اگلی چوکیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ دشمن کی فوج مسلسل گولہ باری کر رہی ہے اس لئے ہمیں شاید یہ چوکی بھی خالی کرنی پڑے۔

ان جوانوں میں سے ایک آگے بڑھا اور فوجی سلام کرنے کے بعد بولا ”جناب دشمن کو روکنے کے لئے کوئی تدبیر ہو سکتی ہے؟“۔ کمانڈر نے کہا ”ہاں! اگر ہم میں سے کوئی آگے بڑھے اور جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرے“۔ وہ جوان ایک قدم اور آگے بڑھا اور کہا ”جناب میں ایسا کرنے کے لئے تیار ہوں“۔ کمانڈر نے نوجوان کو شاباش دی اور کہا ”تمہیں اس چوکی تک جانا ہو گا جو دشمن نے آج صبح ہم سے چھینی ہے اور پھر اس کے بعد ہمیں بڑے دستے سے ملنا ہو گا تا کہ دشمن کی پیش قدمی کو روک سکیں“۔

جوان نے کہا ”مجھے منظور ہے۔ میں دشمن سے اپنی چوکی خالی کرا کے دم لوں گا“۔ یہ کہہ کر اس جوان نے اپنی ’سٹین گن اٹھائی‘ کمر کی پٹی سے دستی بم باندھے اور اپنی پلاٹون کے ساتھ فوجی سلام کرتا ہوا نکل گیا۔ یہ جوان لانس نائیک لال حسین تھا۔ چاروں طرف گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ دشمن کے جہاز سر پر منڈلا رہے تھے مگر اس جوان کے دل میں ذرا بھی خوف نہ تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہایت بہادری اور دلیری سے آگے بڑھ رہا تھا۔ دو گھنٹے مسلسل رینگ رینگ کر بالآخر وہ اس چوکی کے قریب چلے گئے جس پر دشمن نے صبح سویرے قبضہ کر لیا تھا۔ اب دشمن نے اسے اپنی پہرہ چوکی بنا رکھا تھا اور اس کے قریب ہی ان کا ایک بڑا مورچہ تھا۔ جہاں سے مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی۔ لانس نائیک لال حسین اپنی چوکی پر دشمنوں کو دیکھ کر غصے میں آ گیا اور فوراً کمر کی پٹی سے دستی بم نکالا اور پہرے پر موجود دشمن کے سپاہیوں پر پھینک دیا۔ سپاہی وہیں ڈھیر ہو گئے۔ لال حسین چوکی میں داخل ہو گیا اور پھر رینگتے رینگتے دشمن کے خندقی مورچے پر دستی بم پھینکنے شروع کر دیئے۔ دشمن اس اچانک حملے سے گھبرا گیا۔ لال حسین اور اس کے ساتھیوں نے تاک تاک کر نشانے پر بم پھینکے اور مورچے میں موجود دشمنوں کا صفایا کر دیا۔ اس نے بہادری اور دلیری بے خوفی کا مظاہرہ کر کے اپنی چوکی کو دشمن سے خالی کرا لیا۔ قریب ہی دشمن کی ایک بڑی پلاٹون مسلسل فائرنگ کر رہی تھی۔ دشمن کی پلاٹون کے قریب پہنچا اور دستی بم پھینک کر دشمن کی صفوں میں کھلبلی مچا دی۔ دشمن نے فائرنگ تیز کر دی۔ لال حسین اپنے ساتھیوں کے ساتھ جواں مردی سے دشمن کا مقابلہ کر رہا تھا کہ سنسناتی ہوئی گولی اس کے جسم میں پیوست ہو گئی۔ وہ بری طرح زخمی ہوا مگر اس نے ہمت نہ ہاری۔ اس کے زخموں سے خون فوارے کی طرح نکل رہا تھا مگر وہ مسلسل آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کی اور اس کے ساتھیوں کی جرأت کے نتیجے میں دشمن کے قدم اُکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ لال حسین کے ساتھیوں نے اس کی آواز سنی دشمن ختم ہو گیا۔ خون بہہ جانے سے لال حسین کی حالت بگڑ چکی تھی۔ بالآخر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ گر پڑا۔ اس کے ساتھیوں نے اس کو فوراً اٹھایا اور مرہم پٹی کے لئے واپس لانے لگے مگر زخم اپنا کام کر چکے تھے لانس نائیک لال حسین شہید کی روح جسم خاکی سے پرواز کر گئی۔ موت کے وقت اس کے آخری الفاظ یہ تھے اللہ تیرا شکر ہے۔ اللہ تیرا شکر ہے۔ میں نے اپنا فرض پورا کیا۔ لانس نائیک لال حسین شہید نے فرض شناسی اور جرأت و بہادری کی جو مثال پیش کی، قوم اسے کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔ جرأت کے اس اعلیٰ کارنامے پر حکومت پاکستان نے انہیں تمغہ جرأت دیا۔ میری اللہ دعا ہے ایسی نیک روحوں کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

6 ستمبر 1965ء یوم دفاع

6 ستمبر ہماری ملی تاریخ میں ایک اہم دن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دن ہمارے ہمسایہ ملک بھارت کی بزدل افواج نے رات کی تاریکی میں ہمارے ملک پاکستان پر حملہ کر دیا۔ بھارتیوں کا خیال تھا کہ رات کے اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم لاہور کو فتح کر لیں گے لیکن ہماری بہادر افواج نے جو وطن کے دفاع پر مامور تھیں، بھارتی فوجوں کے دانت کھٹے کر دیے اور 17 دن تک لڑی جانے والی اس جنگ میں ہماری افواج سرخرو ہوئیں۔ دشمن کے ہر وار اور حملے کو پسپا کر دیا اور کامیابی سے وطن عزیز کی حفاظت کی چونڈہ کے محاذ پر بھارت نے 600 ٹینکوں کا ایک بڑا حملہ کیا جس کو روکنے کے لئے ہمارے مجاہد اپنے سینوں پر بم باندھ کر ٹینکوں کے آگے لیٹ گئے۔ ٹینکوں کو تباہ کر دیا اور عسکری تاریخ میں ایک حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا۔ ہر سال ہم 6 ستمبر کو اپنے ان بہادر جوانوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنا آپ ہمارے لئے قربان کر دیا اور بہادری کے وہ کارنامے، بہادری کی وہ داستانیں رقم کیں جن کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

آج کے دن ہم اس عزم کا اعادہ کرتے ہیں کہ اگر کبھی ہمیں اپنے وطن پر اپنی جان قربان کرنا پڑی تو ہم اس سے دریغ نہیں کریں گے۔

اگر وطن کو ضرورت پڑی تو ہم دیں گے
لہو کا تیل چراغوں میں ڈالنے کیلئے

(محمد توشیق۔ مرید کے)

☆☆☆

کھٹے میٹھے خطوط

السلام علیکم

☆..... اداریہ پڑھا۔ آپ نے ماشاء اللہ بچوں کو بہت اچھے پیغامات دیے ہیں۔ ''انار اور مچھلی'' بہت سبق آموز کہانی ہے۔ معین نظامی صاحب کو مبارکباد پہنچادیں (پہنچ گئی)۔

(پرویز شہریار۔ بھارت)

☆..... سب سے پہلے حوصلہ افزائی کرنے کا بہت بہت شکریہ۔ اللہ عزوجل ماہنامہ پھول کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے اور ہماری اسی طرح حوصلہ افزائی کرتا رہے۔ پھول رسالہ ہر بار کی طرح شاندار تھا۔ پانچ اگست کو ''پھول'' ملا۔ سرورق حمد، نعت، کرنیں، اداریہ بہت ہی کمال کا تھا۔ اس کے علاوہ یوم آزادی کا جذبہ پھول رسالہ میں نمایاں ہو رہا تھا۔ قائدؒ کی ان گنت محنتوں اور صلاحیتوں کی وجہ سے ہم آج آزاد ہیں اور ہر سال 14 اگست کو ہم آزادی کا جشن مناتے ہیں اور اپنے گھروں کو جھنڈیوں اور پرچموں سے سجاتے ہیں۔ لیکن افسوس قائداعظمؒ نے جس بناء پر اس ملک کی عمارت کو استوار کیا تھا۔ ہم لوگ اس مقصد کو بالکل بھول چکے ہیں۔ برما میں مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہا ہے، عورتوں پر تشدد کیا جا رہا ہے۔ مسلمان بچوں کو زندہ دفن کیا جا رہا ہے۔ کیا کوئی ایسا نہیں جو ان کو بچا سکے۔ ان پر ہونے والے ظلم کا منہ توڑ جواب دے۔ ہمارے حکمرانوں نے پاکستان جس کا مطلب ہے ''لا الٰہ الا اللہ'' کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا ہے۔ اللہ ہمارے ملک پر رحم فرمائے اور برما کے مسلمانوں کو ظلم وستم سے بچائے (آمین)۔ آٹوگراف بہت ہی زبردست تھے۔ کہکشاں زبردست۔ اس کے علاوہ اللہ کی پناہ دینے کی دعا زبردست۔ ''پھول وظائف'' جو ہم تک پہنچایا گیا بہت ہی اچھا تھا (ان کو اپنا معمول بنالیں)۔ اللہ پھول کو مزید ترقی دے۔ اللہ پاکستان کو حاسدوں کے حسد سے، شریروں کے شر سے، چوروں کی چوری سے محفوظ فرمائے اور ترقیاں عطا فرمائے (آمین)۔

(مصباح فاطمہ درانی..... چھانگا مانگا)

☆..... اس کا یہ انداز سب رسائل سے مختلف ہے کہ نائیکل پر اشاعت کا مہینہ دیا جاتا ہے۔ اگست 2018ء کا شمارہ یوم آزادی نمبر اور اشاعت کا 335 واں مہینہ ہے۔ نائیکل کو جناب احمد ندیم قاسمی کی نظم ''خدا کرے کہ مری ارضِ پاک پر اترے'' سے مزین کیا گیا ہے اور نائیکل پر فخرِ پاکستان محترمہ عافیہ فاطمہ کی تصویر نائیکل کو چار چاند لگا رہی ہے اور محمد فوزان عمر بھی معصوم مسکراہٹ کے ساتھ نائیکل کو دیدہ زیب بنا رہے ہیں۔ اس شمارے کا انتساب پیکرِ جرأت اور سراپا حب الوطنی جناب کیپٹن راشد منہاس شہید کے نام ہے جنہوں نے اپنی قیمتی جان کا نذرانہ پیش کر کے وطن عزیز کی عزت وآبرو کو بچایا۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایسے ہی نوجوانوں کی قربانیوں سے پاکستان معرضِ وجود میں آیا اور ایسے ہی نوجوانوں کی قربانیوں کی وجہ سے سلامت ہے اور انشاء اللہ تاقیامت سلامت رہے گا۔ محترمہ یاسمین کنول کی حمد اور ڈاکٹر محمد مشرف حسین اعجم کی لکھی گئی نعت نے نہ صرف لطف دیا بلکہ ایمان کو بے حد تازہ کر دیا۔ کرنیں میں جناب محمد صالح صاحب نے سورہ یٰسین کے فضائل بیان فرما کر ہماری بہترین رہنمائی فرمائی ہے۔ اداریہ میں آپ نے بچوں اور بڑوں کو ایک گائیڈ لائن دی ہے (اس پر چلنا بھی ہے)۔ محترم جناب نذیر انبالوی کا بچوں کا ادب تخلیق کرنے میں ایک منفرد مقام ہے اور ''پہلی درخواست'' اس کا منہ بولتا ثبوت ہے (ہماری مہربانی ہے کہ ہم نے ان کی ''پہلی درخواست'' قبول کر لی)۔ آزادی کی قیمت میں مس بشریٰ کی زبانی آزادی کی اہمیت کو خوب اجاگر کیا گیا ہے۔ چارلس بھی ایک سبق آموز کہانی ہے۔ مجھے سب سے زیادہ جو پسند ہے وہ دلچسپ معلومات اور رنگارنگ تحریروں کا مجموعہ ہے۔ ان دو صفحوں کے مطالعہ سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ بڑی کتابیں پڑھنے سے نہیں ملتا۔ ان کے علاوہ پرچم ستارہ وہلال، اصل پاکستانی ہمٹی کی محبت، تم آزاد ہو، پچھتاوا، وطن میں پہلی عید، تھیلے کا راز، روشن دیے، فخرِ پاکستان، آزادی سب سبق آموز ہیں۔ ان کہانیوں کے علاوہ اس شمارہ میں شامل ہر نظم اپنی جگہ خوب ہے۔ رب العزت ہمارے پیارے پھول کو شہرت کی بلندیوں تک پہنچائے۔ آمین۔

(ریاض حسین قمر..... منگلا ڈیم)

☆..... میرا نام عائشہ ہے اور میں آٹھویں جماعت میں پڑھتی ہوں (تو ہم کیا ٹیوشن پڑھائیں آپ کو؟)۔ پھول سے میرا تعلق آج سے تین سال پہلے ہوا۔ میں پھول رسالہ بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ اور اس کا ہر ماہ بے صبری سے انتظار کرتی ہوں۔ ہمیشہ کی طرح اس ماہ کا رسالہ بھی بہت سپرہٹ تھا۔ دو پھولوں نے مل کر نائیکل کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ حمد اور نعت سے ابتدا کی۔ جس نے دل کو منور کر دیا، کرنوں سے خوب روشنی پائی۔ اداریہ بہت زبردست تھا۔ پہلی درخواست، آزادی کی قیمت، چارلس، روشن خالہ، مٹی کی محبت، تھیلے کا راز، روشن دیے اور محبِ وطن بہت زیادہ پسند آئیں۔ اس کے علاوہ کہکشاں، آٹوگراف، نظمیں اور مسکراہٹیں اپنی مثال آپ تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ پھول کو دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔ آپ کو لمبی عمر عطا فرمائے اور آپ سمیت پھول کی پوری ٹیم کو سدا سلامت رکھے۔ آمین۔

6 ستمبر کو یوم دفاع پاکستان ہے اللہ تعالیٰ آرمی کے جوانوں کے حوصلے بلند رکھے۔ (آمین) اللہ سے دعا ہے کہ وہ پھول کے مصنفین اور قارئین کو صحت وسلامتی عطا فرمائے (شکریہ ادا کر آپ کو بھی) اور پاکستان کو امن کا گہوارہ بنادے۔ (آمین)۔

(عائشہ ندیم)

☆..... استادِ محترم شعیب بھیا (یہ احترام ہے یا الزام؟) آپ کی امی جان کی بری تھی 15 جولائی کو۔ ہم آج کل قرآن پاک لکھ رہے ہیں۔ ایک سپارہ ایک ماہ میں لکھا ہے اس کا ثواب آپ کی ماں جی کو دے رہے ہیں۔ (جزاک اللہ)۔ اگست ستمبر کے حوالے سے دو نظمیں لکھی تھیں۔ اگست تو گیا۔ ستمبر (بھی سمجھیں کہ گیا) میں بھی آپ کی مرضی ہے شائع کریں نہ کریں۔ کیونکہ آپ کہتے ہیں 2 ماہ پہلے بھیجنا ضروری ہے۔ (آپ دو سال پہلے بھی بھجوائیں تو ردی میں ہی جائے گی)۔ اور ہمیں تو پتہ ہی نہیں رہتا کل امرود کھا کر ہمارا بلڈ ہائی ہو گیا۔ (چوری کے امرود نہ کھایا کریں) اور سارا دن چکروں میں (کن چکروں میں؟) بے ہوش رہے۔ آج پھول مکمل کر کے اس کے اوپر ہی تبصرہ لکھ رکھا ہے مگر بھیجنے کا ارادہ نہیں ہے۔ (بہت شکریہ)۔ بس پھول سارا ہی اچھا تھا۔ زبردست تھا۔ سیدہ نزجس نے کمال کی کہانی لکھی۔ وہ تو جذبات کی ملکہ ہے۔ آپ نے 5 لوگوں کو انعام دیئے عنبر ذکاء کو بھی دے دیتے۔ (آپ کی فرمائش پر انہیں بھی بھجوا دیتے ہیں۔) اتنا اچھا تھا اس کا بھی خط اور طویل بھی۔ مشرف اعجم صاحب نے بھی کتابیں دیں، مگر وہ اس بات پر ناراض ہو گئے کہ میں ان کی شائع شدہ شاعری پر پچ منٹ کا کوئی حق نہیں رکھتی۔ (بات تو ان کی ٹھیک ہے) بہت ڈانٹا اور کتابیں واپس مانگ لیں۔ (یہی ہونا چاہیے تھا) اور ہاں آپ سے پہلے بھی ذاتی فون نمبر مانگا تھا۔ عنایت کر دیں۔ (میری توبہ۔ آپ کے خطوں سے ہی پناہ مانگتا ہوں۔ فون نمبر دے دیا تو بس.....) اور فارغ وقت بھی بتادیں۔ (ہم فارغ ہوتے ہی نہیں) یاسمین کنول کو انعام مبارک ہو۔ ارے کبھی مفتوں کو کتاب بھی دے دیا کریں۔ (تاکہ اس پر پچ منٹ دیں اور اس پر اقوال لکھ کر خراب کریں؟) خطوط اس بار واقعی بہت اچھے تھے۔ پہلے خط کے سلام بہت پسند آئے۔ جواباً آپ سب کو اگست ستمبر مبارک ہوں۔ میں تو سلمیٰ صنفی کو ابن صفی کہوں گی۔ کہتے ہیں جو ذہن میں یا درہ جائے وہ ہی اچھا ہوتا ہے۔ تو جناب زبانی تو یہ ہی یاد رہا۔ نظمیں سب اچھی تھیں مگر ''سیکھ'' نظم زبردست قافیہ کی رہی۔ میں سلائی مشین کا تکیہ بنا کر لیٹی ہوں (میرے بس میں ہوتا تو مشین چلا دیتا)۔ اور کلھائی گندی آ رہی ہے۔ (جب آپ ریشمی تکیہ لے کر لیٹتی ہیں تب کون سا کلھائی اچھی ہوتی ہے۔ ہمیشہ ایسی ہی ہوتی ہے)۔ شام ہو گئی (اچھا ہوا)۔ چاول اور عشر پکانے ہیں (اور آپ نے خود ہی سارے کھانے ہیں)۔ لہٰذا بس کرتی ہوں (شکر ہے)۔ اللہ حافظ۔

(کوثر خالد..... جڑانوالہ)

☆..... میری طرف سے آپ کو آزادی مبارک۔ ہمارے نوجوانوں نے جان کی بازیاں لگائیں۔ دن رات ایک کیا۔ مسلسل جدوجہد کی۔ کئی نوجوان شہید ہوئے۔ ہندوؤں اور انگریزوں نے مظالم ڈھائے۔ پھر ہی ہم اپنا پیارا وطن حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ خدا کرے ہمارا وطن تاقیامت قائم رہے (آمین۔ لیکن اس کے لیے آپ کو بھی مسلسل جدوجہد کرنی ہوگی)۔ اس بار پھول بہت جلد مل گیا۔ تمام کہانیاں اور نظمیں اچھی لگیں۔ لطائف پڑھ کر بہت ہنسی آئی (ہاہاہاہا)۔ کہکشاں بہت اچھی تھیں۔ اداریہ کی کیا بات ہے۔ تمام لکھاری بہت اچھا لکھتے ہیں۔ خدا کرے پھول یونہی اپنی خوشبو بکھیرتا رہے۔ خدا جناب مجید نظامی (مرحوم) اور حمید نظامی (مرحوم) کو جنت الفردوس عطا فرمائے (آمین)۔ (زوہیب الرحمٰن دستی، علی رضا دستی..... بستی صابو خیل)

☆..... اگست کا پیارا پھول 3 تاریخ کو ملا۔ سرورق پر گوجرانوالہ کا فوزان عمر بہت پیارا لگ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ فوزان عمر کو صحت وتندرستی

اور لمبی عمر عطا فرمائے۔ ماہنامہ پھول کا مطالعہ کر کے مجھے اس سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔ سب سے پہلے حمد اور نعت کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد کرنیں اور آپ کا اداریہ پڑھا۔ آپ بہت اچھا لکھتے ہیں (اچھا جی)۔ پہلی درخواست، انار اور مچھلی، چارلس، چار باتیں، ہرا پرچم، روشن خالہ، اصل پاکستانی، مٹی کی محبت، تم آزاد ہو اور سب کہانیاں ہی بہت زبردست تھیں۔ کہکشاں، نظمیں، سائنس کی دنیا، آرٹ گیلری، نرالے ہیں انداز ہمارے اور مسکراہٹیں بہت دلچسپ تھیں۔ بلکہ پورا شمارہ ہی اپنی مثال آپ تھا۔ میری طرف سے آپ کو اور آپ کی پوری ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے جشن آزادی مبارک ہو۔ پاکستانیو! (آپ چین سے ہیں؟) اپنے پیارے وطن پاکستان پر فخر کرو اور فخر کرنے کے ساتھ ساتھ اس سے پیار اور اس کی حفاظت بھی ضرور کرو۔ ہمارے بزرگوں نے بہت سی قربانیاں دے کر ہمیں یہ وطن دیا ہے۔ یہ ہمارے بزرگوں کی امانت ہے۔ ہمیں اپنے وطن پاکستان کا خیال رکھنا چاہیے (لگتا ہے قومی اسمبلی میں خطاب کر رہی ہیں)۔

وطن کے لیے دعا گو ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے وطن اور پیارے پھول کو دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائیں (آمین)۔ پاکستان زندہ باد۔ (ستارہ ندیم۔ شہر کا نام بھی لکھا کریں)

☆..... اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں لیکن یہاں ہمارے ملک میں بڑے لیڈر ایک کرسی کیلئے اپنی پارٹیاں تبدیل کر رہے ہیں۔ چائنہ ہم سے بعد میں آزاد ہوا لیکن پھر وہ آج پوری دنیا میں سب سے زیادہ ترقی کر رہا ہے کیونکہ وہ لوگ پیار اور محبت سے کام کرتے ہیں۔ پاکستان دنیا کی ساتویں ایٹمی طاقت ہے لیکن ہمارے لوگوں میں اتفاق نہیں۔ آج کل ہمارے چیف جسٹس ڈیم بنا رہے ہیں (لیکن انہیں مزدور نہیں مل رہے) جواک بہت اچھا منصوبہ ہے۔ پاکستان زندہ باد۔

(محمد بلال مجید..... چٹیانہ)

☆..... خوب صورتی سے سجا ہوا سرورق پسند آیا۔ سب سے پہلے حمد و نعت سے دل کو منور کیا۔ کرنیں میں سورۃ یٰسین کی فضیلت بتائی گئی بہت اچھا لگا۔ اداریہ ہمیشہ کی طرح بہترین تھا۔ پہلی درخواست بہترین تحریر تھی۔ معین نظامی کی کہانی انار اور مچھلی پڑھ کر ان کے انجام پر افسوس ہوا۔ اسی لیے تو کہتے ہیں کہ لڑائی جھگڑے سے دور رہنا چاہیے۔ آزادی کی قیمت، چار باتیں، چارلس اچھی تحریریں تھیں۔ مٹی کی محبت، میجر رمیز نے جام شہادت نوش کر کے اس مٹی کا قرض چکا دیا۔ تم آزاد ہو ڈاکٹر عمر نے معاف کر کے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے 'عفو' اور وہ چاہتا ہے کہ میرے بندے میری اس صفت میں شریک ہو جائیں یعنی وہ بھی معاف کر دیں، درگزر کر دیں۔ بہرحال بہترین تحریر تھی۔ پیسے کا پیغام اچھا تھا (کیا کہہ رہا تھا؟)۔ پیسہ بہت کچھ ہوتا ہے لیکن سب کچھ نہیں۔ روشن دیے نرجس فاطمہ نے بہت اچھا لکھا۔ دنیا میں اچھے برے سبھی لوگ ہوتے ہیں۔ کچھ عبید ضیاء اور کرنل حسین جیسے نرم دل اور مہربان ہوتے ہیں جو دوسروں کیلئے سایہ دار شجر بن جاتے ہیں اور انسانیت کی خدمت میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ردا بتول نے اچھا لکھا۔ بلاشبہ ہم سب فخر پاکستان ہیں۔ نظمیں بھی بہترین تھیں، پسند آئیں، خاص طور پر میں پاکستان ہوں۔ باقی پھول کے مستقل سلسلے بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ میری دعا ہے کہ یہ 'پھول' یونہی تر و تازہ اور خوشبو بکھیرتا رہے آمین! (مصباح اکرام..... کبیر والہ)

☆..... ہمیشہ کی طرح ہر تحریر بہت اچھی لگی۔ پہلی فرصت میں ہی پورا رسالہ پڑھ لیتا ہوں۔ آپ کے شاہ کار اداریے کو پڑھا۔ آپ واقعی بہت خوب لکھتے ہیں۔ پھول کے تمام سلسلوں میں ''کھٹے میٹھے خطوط'' مجھے بہت پسند ہے۔ محمد عثمان عارف کا طرز تحریر بہت منفرد ہے۔ نذیر انبالوی صاحب کی تحریروں کے تو کیا ہی کہنے (کیا کہنے؟)۔ اللہ انہیں لکھتے رہنے کی توفیق دے۔ آمین۔ محترمہ رمیزہ مجید نظامی کو ورلڈ ایڈیٹر فورم بورڈ کی ممبر منتخب ہونے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ انیسہ فاطمہ قادری کے بارے میں پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ یوم آزادی کے حوالے سے پڑھ کر میرے اندر بھی حب الوطنی کا جذبہ بیدار ہونے لگا ہے (ہونے دیں اور پھر بیدار ہی رکھیں)۔ آخر میں ''پھول'' کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے لکھنے میں میری بہت حوصلہ افزائی کی۔

(اسد سعید..... ملتان)

☆..... سب سے پہلے نوائے وقت کی ایڈیٹر رمیزہ مجید نظامی کو ورلڈ ایڈیٹر فورم بورڈ کی ممبر بننے پر مبارک باد! اگست کا شمارہ 3 تاریخ کو ہی مل گیا۔ سرورق پر گوجرانوالہ کا محمد فوزان بہت پیارا لگ رہا تھا۔ حمد، نعت اور کرنیں پڑھنے کے بعد اداریہ پڑھا۔ اداریہ میں آپ نے بہت اچھا تبصرہ کیا۔ واقعی انتخاب جیتنے والوں کو اب عوام سے کیے گئے وعدے پورے کرنے چاہئیں۔ تمام کہانیاں نہایت عمدہ تھیں۔ پہلی درخواست، چارلس، اصل پاکستانی اور دیگر تمام کہانیاں بہت اچھی اور شاندار تھیں۔ مسکراہٹیں پڑھ کر چہرے پر مسکراہٹ آ گئی (شکر ہے۔ ورنہ آپ کے چہرے پر تو.....)۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پھول کو اور زیادہ ترقی عطا فرمائے اور پھول یونہی خوشبو بکھیرتا رہے۔ (آمین)۔

(لاریب فاطمہ..... موچھ ضلع میانوالی)

☆..... اگست آنے کے ساتھ کئی خوشخبریاں ملیں۔ ایک تو ماہنامہ پھول ملنے کی خوشخبری، نمبر 2 انعام ملنے کی خوشی اس کے لئے میں پھول اور ایڈیٹر بھائی کی شکر گزار ہوں۔ نمبر 3 عہد الست جسے اسرائیلی فوجی کو تھپڑ مارنے کے جرم میں قید کیا گیا تھا کی رہائی کی خوشی۔ اور ان سب خوشیوں پر حاوی 14 اگست کی خوشی۔ ان سب خوشیوں کو محسوس کرتے پھول کھولا (اتنی خوشیوں سے تو آپ پھول کر.....)۔

حمد و نعت کرنیں پڑھیں اور استفادہ کیا۔ اداریہ پڑھا شعیب بھائی کی باتوں سے اتفاق کیا (عمل بھی کریں)۔ نذیر انبالوی کی پہلی درخواست کی منظوری نے دل خوش کر دیا۔ معین الدین نظامی صاحب انار اور مچھلی کا انجام حیرت زدہ کرنے کے ساتھ یہ سمجھا گیا کہ جھگڑے اگر گھر کے ہوں تو گھر میں ہی نمٹا لینے چاہئیں۔ منزہ اکرم کی ہٹو نکا پڑھ کر صالحہ پر بہت ترس آیا۔ ''حرا لاشاری'' نے آزادی کی قیمت کے بارے میں کیا خوب بتایا۔ عبدالعزیز چشتی صاحب کی چار باتیں کوزے میں دریا کو بند کرنے کے مترادف تھیں۔ محمد عارف عثمان کی تحریر چارلس نے ضمیر فروش کو کیا خوب آئینہ دکھایا۔ سمیعہ نجیب کی تحریر ہرا پرچم پڑھ کر دل میں احمد کے درد کو محسوس کیا۔ ''تماضر ساجد'' کی تحریر ''پرچم ستارہ ہلال'' کے اُن سرفروشوں کو پاکستانی قوم کا سلام۔ پچھلے دنوں بھارت نے جو وطیرہ اپنایا ہے اور اسرائیلی آبادکاری کی طرز جو منصوبہ بنایا ہے انشاء اللہ وہ ناکام ہوگا اور کشمیر کے شہیدوں کے لہو سے آزادی کے چراغ ضرور جلیں گے۔ عشرت جہاں کی تحریر ''روشن خالہ'' پڑھ کر آزادی کے شہیدوں کو یاد رکھنے کا عزم کیا۔ ''شاہد اقبال'' نے آزادی کی خوشی میں دشمن کو آزادی دے کر آزادی کی اصل روح سمیت آزادی کی خوشی منائی۔ سیدہ نرجس فاطمہ نے کیا خوب ''روشن دیے'' سے روشنی پھیلائی۔ دیے سے دیا اسی طرح جلتا رہے تو کوئی جاہل نہ رہے۔ سلمٰی رانی نے آزادی کا مطلب خوب واضح کیا۔ شاہ بہرام انصاری کی تحریر پڑھ کر ''قصائی میاں کی عقلمندی'' پہ کوئی شک نہ رہا (تو پھر اس بار قربانی ان ہی سے کروالیں)۔ باقی پھول کے سب سلسلے ہمیشہ کی طرح سپر تھے۔

آخر میں وطنِ عزیز کے لئے دعا۔ وطنِ عزیز میں امن ہمیشہ تابندہ رہے آمین!۔ (عائشہ طارق..... گجرات)

☆..... سرورق پر جناب احمد ندیم قاسمی کا شعر پڑھا تو اپنے پیارے وطن پاکستان کے لیے جذبات مزید تر و تازہ ہو گئے۔ حمد و نعت اور کرنیں نے دل و دماغ کے ہر گوشے کو ایمان و نور کی لذت سے آشنا کر دیا۔ اداریہ ہر بار کی طرح دلکش لفظوں سے مزین تھا۔ آپ کے ہنر کا منہ بولتا ثبوت بھی تھا۔ نذیر انبالوی صاحب کی کہانی ''پہلی درخواست'' پڑھی۔ نذیر انبالوی نے پڑھائی کی اہمیت کو بہت خوبصورتی سے اجاگر کیا۔ واقعی علم کی وجہ سے بڑی سے بڑی شیطانی قوت کو شکست دی جا سکتی ہے۔ ہم سب پاکستانی علم کے ذریعے دہشت گردوں کے خطرناک عزائم کو خاک میں ملا سکتے ہیں۔ حرا لاشاری کی کہانی ''آزادی کی قیمت'' پڑھی۔ انہوں نے کہانی کو سادگی سے ہم کنار کرتے ہوئے طلبہ تک نہایت اہم پیغام پہنچایا۔ ہمیں آزادی کی قدر کرنی چاہیے۔ کشمیر کی صورت حال دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ ہم کتنے خوش قسمت ہیں کہ آزاد فضا میں سانس لے رہے ہیں۔ اور یہ آزادی ہمیں ہمارے آباؤ اجداد کی قربانیوں کی وجہ سے میسر آئی ہے۔ آزادی کے حوالے سے لکھی گئی تمام نظمیں انتہائی شاہکار تھیں۔ ہر نظم لفظوں کے خوب صورت موتیوں سے آراستہ تھی۔ کہکشاں کو پڑھنے کے بعد میرا دل اور بھی زیادہ شاد ہو گیا۔ یہ پھول کی وہ پتی ہے جس سے دل کی دُنیا آباد ہو جاتی ہے۔ اِس بار کی کہکشاں نے خوشبو بن کر میری روح تک کو معطر کر دیا۔ محمد عارف عثمان کی کہانی ''چارلس'' اپنی نوعیت کی یہ ایک منفرد کہانی تھی۔ سائنس کی دُنیا نے میری معلومات کو مزید وسعت بخشی۔ محمد شعیب مرزا کا انیسہ فاطمہ قادری کے حوالے سے لکھا مضمون پڑھ کر بہت فخر محسوس ہوا۔ سیدہ نرجس فاطمہ کی کہانی ''روشن دیے'' پڑھ کر آنکھوں میں نمی آ گئی۔ نہ جانے کتنے ہی چھوٹو ہو گے کہ جنہیں مضبوط سہارے کی ضرورت ہوگی۔ دعا ہے کہ نیکی کا یہ سلسلہ کبھی رُکے نہیں اور عبید ضیاء جیسے کردار حقیقت میں بھی آگے بڑھ کر یوں ہی لوگوں کو سہارا دیتے رہیں (آپ بھی یہ کردار بنیں) اور چھوٹو جیسے بچوں کی زندگی کو دیا بن کر روشن کرتے رہیں۔ (آمین)۔ عشرت جہاں کی کہانی ''روشن خالہ'' ایک پُر درد کہانی تھی۔ پاکستان لاکھوں جانوں کا نذرانہ دینے کے بعد معرضِ وجود میں آیا۔ اِس دھرتی ماں کی مٹی میں شہیدوں کا خون شامل ہے۔ یہ قربانیاں آج بھی جاری ہیں۔ مادرِ وطن کے بیٹے آج بھی پاکستان کی حفاظت کی خاطر اپنی جانیں نچھاور کر رہے ہیں۔ اِن تمام شہدا کو میں دل کی گہرائیوں سے پھول کے توسط سے خراجِ تحسین پیش کرتی ہوں۔ اور دعا کرتی ہوں کہ ہمارا پیارا پاکستان ہمیشہ شاد و آباد رہے اور تمام پاکستانی تسبیح کے دانوں کی طرح ایک ساتھ جڑے رہیں۔ (آمین)۔ رانا محمد شاہد کی کہانی ''اصل پاکستان''

نے تو گویا ضمیر کو زندہ کردیا (آپ بار بار اس کو مرنے کیوں دیتی ہیں؟)۔ ہم سب آج کل قول و فعل کے تضاد کا شکار ہیں جو کہ انتہائی غلط ہے جبکہ اچھا انسان وہی ہوتا ہے جو دوسروں کو وہی سبق دیتا ہے جس پر خود عمل کرتا ہے۔ ہمارا ظاہر اور باطن ایک ہونا چاہیے۔ یہی ایک سچے مسلمان کی پہچان ہوتی ہے۔ شاہدا قبال کی کہانی ''تم آزاد ہو'' ایک خوب صورت پیغام لیے ہوئے تھی۔ خطوط پڑھ کر مجھے بہت مزہ آیا۔ پھول انسائیکلو پیڈیا بہت شاندار سلسلہ ہے۔ پھول میں شائع ہونے والی اس بار کی ہر کہانی اپنی مثال آپ تھی۔ اس ماہ اگست کا پھول دلکش تھا۔ ہر چیز ایک سے بڑھ کر ایک تھی (شکریہ)۔ (تاندیر.....اوکاڑہ)

☆.....سب سے پہلے حمد اور نعت پڑھی دل کو بہت سکون ملا۔ کرنیں ہمیشہ کی طرح چمک رہی تھیں۔ اداریہ بھی بہت اچھا تھا۔ انیسہ فاطمہ کے بارے میں پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ روشن خالہ، تھیلے کا راز، مٹی کی محبت، انار اور مچھلی اور بٹوا کا بہت پسند آئیں۔

(عائشہ بانو۔ سیالکوٹ)

☆.....اگست کا رسالہ ہاتھ میں ہے تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھ رہا ہوں تاکہ جلدی ختم نہ ہو جائے۔ لگتا ہے خط بڑا لمبا ہو گیا، اس لئے خدا حافظ (ہم بھی آپ کا خط تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھ رہے ہیں تاکہ ختم نہ ہو جائے)۔

(ابرار خان ترین.....کوئٹہ)

☆.....اگست کا شمارہ بہت خوبصورت تھا۔ سب کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ آپ سب کو بقر عید مبارک ہو (صرف مبارکباد؟۔ بکرے کی ران بھی بھجوائیں)۔ اللہ پھول کو دل دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)۔

(منیبہ ملک.....گوجرانوالہ)

☆.....ہر صبح نیا سورج اچھال کر بصارتوں کو اجالنے والے رب قدیر کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے کہ اس نے فتح جنگ شہر میں بھی ہمیں ماہنامہ پھول پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی (آپ نے تو جنگ فتح کر لی ہے)۔ مجھے امید ہے انشاء اللہ اس میگزین کے توسط سے معصوم ذہنوں کی خوابیدہ صلاحیتیں بیدار ہو رہی ہوں گی۔ ہر معصوم چہرہ اس کی حرارت سے ذوق جستجو اور عزم کا سفر پا رہا ہوگا۔ خدا کرے روشنیاں برساتا اور لہو گرماتا' ماہنامہ پھول رہتی دنیا تک رخشندہ و تابندہ رہے اور اس کی ضیاء پاش کرنیں کبھی بجھنے نہ پائیں' آمین (خط کس سے لکھوایا ہے؟)۔ (مریم کاشف.....فتح جنگ)

☆.....اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس پھول کے ایڈیٹر صاحب کو اللہ لمبی زندگی عطا فرمائے اور ان سے اسی طرح خدمات لیتا رہے اور اس پھول کو مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ سرورق پر محمد فوزان عمر بہت پیارا لگ رہا تھا۔ اس کے بعد انتساب کو بڑھا۔ جس میں محب وطن بہادر نوجوان راشد منہاس کو خراج تحسین پیش کیا گیا تھا اور پیارے وطن کے لئے بہادر لوگوں نے جو اس کے لئے بڑی قربانیاں دی ہیں ان کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور جن لوگوں نے اس پیارے وطن کی تعریف لکھی اللہ کرے ان کا قلم ایسا ہی چلتا رہے۔ نذیر انبالوی اور عارف عثمان نے ہمیشہ کی طرح دل میں سکون پیدا کیا۔ سیدہ نرجس فاطمہ واقعی روشن دیے کے ساتھ حاضر ہوئیں اور پروفیسر عفت گل اعزاز کہانی پچھتاوا کے ساتھ حاضر ہوئیں (یعنی ایک روشن دیے اور ایک پچھتاوے کے ساتھ) اور اس کے علاوہ بھی سب کہانیاں بہت زبردست تھیں۔

ہمارے قائداعظمؒ 11 ستمبر 1948ء کو ہم سے جدا ہو گئے۔ اللہ ان کی قبر پر رحمت برسائے اور ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آخر میں سب لوگوں کے لئے دعا جو اس وطن عزیز کے لئے کام کر رہے ہیں اور قربانیاں دے رہے ہیں۔ اس پھول کی خدمت کرنے والوں کے لئے دعا کہ وہ پھول کی خدمت کرتے رہیں۔ ہمیشہ پاکستان سلامت رہے۔ آمین۔ پاکستان زندہ باد۔

(مبینہ حیات.....قصور)

☆.....ہم پھول کے اتنے ہی پرانے قاری ہیں جتنا پرانا خود یہ پیارا سا پھول (پھول تو 109 سال پرانا ہے)۔ پھول ہمیشہ تازہ ہی رہتا ہے کبھی پرانا نہیں ہوتا مگر عمر کے لحاظ سے یہ 335 ماہ کی بہترین خوشگوار بہاریں دیکھ چکا ہے (یہ اس کا دوسرا دور ہے)۔ خدا کرے کہ تا قیامت یہ پھول اسی طرح مسکراتا رہے اور اپنے پڑھنے والوں میں اپنی خوش کن خوشبو بکھیرتا رہے۔ خدا کرے یہ پھول کبھی نہ مرجھائے اس کے پڑھنے والوں کی زندگی میں کبھی کوئی غم نہ آئے (آمین)۔

ماہ اگست کا پیارا سا پھول خوبصورت، خوش کن، بہترین سرورق کے ساتھ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ انتہائی جاذب نظر آ رہا ہے۔ ماہ اگست کے حوالے سے سرورق بہترین تھا۔ حسب عادت حمد باری تعالیٰ سے پھول پڑھنے کا آغاز کیا۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھ کر استفادہ کیا۔ اداریہ حالات حاضرہ پر بہترین تبصرہ محسوس ہوا۔ نذیر انبالوی کی پہلی درخواست زبردست طریقے سے منظور ہوئی۔ اس کے بعد بٹوا' انار اور مچھلی' روشن خالہ' مسجد سے کوتوال تک' مٹی کی محبت' اصلی پاکستانی' آزادی کی قیمت اور چار لس بہترین تحریریں تھیں۔ بزرگ رائٹر عبدالعزیز چشتی کی چار باتیں' چار سو باتوں کے برابر تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان و سلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔

تم آزاد ہو' آداب سحر' آزادی' فخر پاکستان' اللہ کا غلام' پچھتاوا' وطن میں پہلی عید اور قصائی میاں کی عقلمندی سب تحریریں بہت زیادہ پسند آئیں۔ آٹو گراف' کہکشاں' سائنس کی دنیا' پھول اخبار' آرٹ گیلری' مسکراہٹیں' نرالے ہیں انداز ہمارے' پھول فورم' ماہنامہ پھول کی پہچان اور شناخت ہیں۔ ان کو ہمیشہ جاری رکھیں۔ خطوط کا سلسلہ ماہنامہ پھول کی جان ہے کیونکہ اس سے پھول پڑھنے والا ہر قاری آپ سے براہ راست مخاطب ہو کر اپنے دل کی بات کہہ دیتا ہے اور آپ ہر ایک کی سن کر حوصلہ افزائی کرتے ہیں (مذاق پر غصہ تو نہیں کرتے؟)۔ خدا کرے کہ یہ سلسلہ ہمیشہ قائم رہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ ماجدہ' میرے والدین اور تمام مسلمان فوت شدگان کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ قبر و حشر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت' شفاعت اور پہچان نصیب فرمائے (آمین)۔ (محمد طارق عاصم.....جڑانوالہ)

☆.....سرورق بہت خوبصورت لگا۔ احمد ندیم قاسمی کا شعر پڑھ کر پاکستان کے لئے دل سے خیر و برکت کی دعا نکلی۔ اس کے بعد وطن کی خدمت کے جذبے سے سرشار ''انیسہ فاطمہ قادری'' کے بارے میں پڑھ کر رشک ہوا۔ انہوں نے پاکستان کا نام روشن کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم طلبہ کو بھی پاکستان کا نام روشن کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)۔ انتساب کیا ہی خوبصورت تھا! اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے (تو پھر تھوڑی سی اور کرلیں)۔ شہید کا مقام تو بہت بلند ہے۔

ہمارا پاکستان جو بے شمار قربانیوں سے بنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی قربانیاں قبول فرمائے اور پاکستان کو اپنی حفاظت میں رکھے اور یہاں کے لوگوں میں ہمدردی اور اتفاق اور جوش جہاد اور جذبہ ایمانی پیدا کرے۔ (آمین)۔

حمد اور نعت پڑھ کر ہمیشہ کی طرح دل کو سکون ملا۔ اداریہ پڑھ کر یہی دعا نکلی کہ پاکستان کا جو بھی حکمران ہو وہ پاکستان کے لئے امن و سلامتی کا باعث ہو۔ پھول واقعی ہی ایک بے حد سبق آموز رسالہ ہے۔ اس میں 14 اگست کے حوالے سے کہانیاں پڑھ کر اپنے بزرگوں کی یاد تازہ ہو گئی۔ تمام نظمیں' کہانیاں، پھول کا ایک ایک لفظ بہت ہی زبردست تھا۔

اللہ سے دعا ہے کہ پھول کا سلسلہ ہمیشہ قائم دائم رہے اور پھول کو بہت زیادہ ترقی عطا فرمائے اور پھول کی خدمت میں کام کرنے والوں کو اپنے حفظ و امان (حفاظت) میں رکھے۔ آمین!۔

(حافظہ علیشہ اشتیاق.....پسرور)

☆.....میں ہزار بار اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ پھول جیسی متحرک تنظیم ہمارے وطن عزیز میں موجود ہے۔ جو کہ ہمارے بچوں کی بہترین نشوونما کرتا ہے۔ میں جماعت ششم سے پھول کی مستقل قاری ہوں (سنا ہے کئی سال سے آپ اسی جماعت میں ہیں) اور اس دوران پھول کو ہمیشہ تر و تازہ پایا ہے۔ اس کی خوشبو میں اضافہ ہوا ہے اور اس کی تزئین و آرائش بھی خوب سے خوب کی گئی ہے۔ پھول میں ہر قسم کی قیمتی معلومات کا انمول خزانہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور پھول کا ہر اقدام قابل تحسین ہے۔ ہر شمارہ ہر مرتبہ بازی مار لیتا ہے۔ سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ کوئی مجلہ اتنی بہترین تربیت کا گہوارہ کیسے بن سکتا ہے (پھول وہ کر دکھاتا ہے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا)۔ مگر جس پھول کی آبیاری آبروئے صحافت محترم مجید نظامی کے ہاتھوں ہوئی ہے یقیناً وہ مجلہ بام عروج کی بلندی تک جانے کا مستحق ہے۔

ماہ اگست کے شمارے کا سرورق شاندار تھا۔ انیسہ فاطمہ صاحبہ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ حمد' نعت اور کرنیں گویا گوہر نایاب سے نقش کئے گئے تھے۔ ہر ہر لفظ مثل گلاب تھا۔ اداریہ بھی باکمال تھا۔ ہمیشہ کی طرح نذیر انبالوی صاحب کی تحریر بھی دلچسپ و بہترین تھی۔ آپ کو پھول کی ادارت کے 15 سال مکمل ہونے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں (شکریہ)۔

اس مالک دو جہاں غفار ستار یا رحیم' کریم وہاب و رزاق سے میری دعا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں پھول ہمیشہ یونہی ترقی کی منازل طے کرتا رہے (آمین)۔ تمام نظمیں بے حد خوبصورت و دلکش الفاظ کا مرقع تھیں۔ تمام تحاریر سپر ہٹ تھیں۔ غرضیکہ سارا پھول ہی بہترین' دلکش خوبصورت' پیارا' دلفریب اور دلآویز تھا۔ کہکشاں کی تمام تحاریر مانند انجم چمک رہی تھیں۔

واقعی وطن کی محبت ایک ایسے خوبصورت جذبے کا نام ہے جو اگر غالب آ جائے تو انسان پھر اپنی جان بھی وطن پر نثار کرنے سے دریغ نہیں کرتا اور پھر غازی اور شہید کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور وطن کی محبت لازوال ہے۔ (سونیا بتول.....لیہ)

☆.....اگست 2018ء کے سرورق پر معصوم بچے کے چہرے پر مسکراہٹ بہت بھلی محسوس ہوئی۔ احمد ندیم قاسمی کا شعر مجھے بہت پیچھے لے گیا (ہم آپ کو آگے لے جانا چاہتے ہیں آپ پیچھے چلی

جاتی ہیں)' سبز رنگ لہو رنگ ہوتا نظر آیا' اس سبز رنگ میں کہیں معصوم بچوں کے نیزوں سے چھلنی ہوتے وجود نظر آئے تو کہیں کرپان اور تلواروں سے ٹکڑے ہوئے لہو سے تر بتر بدن نظر آئے' کہیں ماؤں بہنوں کی عصمتیں لٹتی نظر آئیں، کہیں پورے پورے خاندان ملیامیٹ ہوتے نظر آئے' یہی کرب اور تڑپ مجھے قائداعظم محمد علی جناحؒ کے پاس لے گیا (اناللہ وانا الیہ راجعون)۔ جنہوں نے اپنی انتھک محنتوں اور جدوجہدوں سے اس وطن عزیز کو انگریزوں اور ہندوؤں کے شکنجے سے چھڑایا' پھر تصور عالم میں علامہ اقبالؒ سے مخاطب ہونا پڑا جنہوں نے اس وطن کا خواب دیکھا تھا اور تعمیر قائداعظمؒ نے پوری کر دی' میں اتنے پر ہی اکتفا نہیں کر سکتی (اور کہاں تک جانا ہے؟)۔ وہی ملک جس کو حاصل کرنے کا مقصد لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی اشاعت و تبلیغ تھی' جس کو اس لئے حاصل کیا گیا تھا کہ اسلامی نظام خلافت راشدہ کو رائج کیا جائے گا۔ افسوس! صد افسوس آج میرا ملک شکوہ کناں نظر آتا ہے۔ آج میری دھرتی کسی عمرؓ ثانی کی منتظر ہے' آج میری دھرتی کسی سلطان ٹیپو اور صلاح الدین ایوبی جیسے نوجوانوں کو صدا لگا رہی ہے' آج عافیہ جیسی بہن ابن قاسم کو پکار رہی ہے۔ کیوں نوجوانوں کو مغرب کی اندھی تقلید کی طرف دھکیلا جا رہا ہے، آخر کیوں؟۔ کیوں بھول گئے قربانیوں کو' کیوں بھول گئے قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے نظریات کو..... حق گوئی پر مجھے مجید نظامی بہت یاد آتے ہیں۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ اب آتی ہوں پھول کی طرف جیسے ہی رسالہ کھولا راشد منہاس کا نام دیکھ کر دل کراہ رہا تھا کہ آج نوجوان ایسا کیوں نہیں رہا..... حمد باری تعالیٰ اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دل کو نورانیت اور تابانی بخشتے ہوئے ''کرنیں'' کی طرف بڑھی۔ فضائل سورہ یٰسین پڑھے۔ اداریہ..... خیر مبارک آپ کو بھی جشن آزادی مبارک ہو۔ زبردست لکھا۔ واقعی ہی آج کا سیاستدان صرف اپنا مفاد دیکھتا ہے اکثر تو خوف خدا سے مبرا نظر آتے ہیں۔

نذیر انبالوی کی ''پہلی درخواست'' پڑھ کر آنکھیں اشکبار ہو گئیں (آپ کو تو نہیں بھیجی تھی)۔ بادشاہ کا جذبہ قابل دید تھا اگر معاشرے میں امجد اور رفعت بیگم جیسے لوگ ہوں تو معاشرے میں ناخواندگی کی شرح کو کم کیا جا سکتا ہے۔ ''میرا پرچم'' سمیعہ نجیب نے اچھی لکھی۔ اللہ میرے پرچم کو سدا بلند رکھے۔ آٹوگراف ہمیشہ کی طرح زبردست تھے۔ ''کہکشاں'' بے مثال تھیں۔ پرچم ستارہ و ہلال جذبہ حب الوطنی سے چور الفاظ میں لکھی تحریر دل کو بھا گئی۔ روشن خیال' اصل پاکستانی' مٹی کی محبت' سب تحاریر آزادی کا پیغام لئے ہوئے اور پاک دھرتی کے لئے مرمٹنے کا جذبہ کی صدائیں دیتے ہوئے تھیں۔ انیسہ فاطمہ قادری کی جذبہ حب الوطنی اور جذبہ خدمت خلق سے دل بہت خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ انیسہ کو کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔ (آمین)۔ شاہد اقبال ''تم آزاد ہو'' ہمیشہ کی طرح بے مثال تحریر لکھی۔ وطن میں پہلی عید اور یوم آزادی اچھی تحریریں تھیں۔ ''روشن دیے'' زبان پر بلا ساختہ یہ جملہ آ گیا۔ دیے سے دیا جلتا ہے۔ فخر پاکستان پڑھ کر میری طرح ہر بچے کو یہی احساس ہوا ہوگا کہ ہم فخر پاکستان ہیں اور ہم نے اس فخر اور مان کو برقرار رکھنا ہے۔ ''محبت وطن'' اور ''آزادی'' قابل تحسین جذبہ حب الوطنی سے سرشار تھیں۔ (شازیہ ہاشم میواتی..... کھڈیاں)

☆..... پُرسکون اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے، منڈیروں پر آب و تاب سے لہراتے پرچموں کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے کہ ہم بھی پرچموں میں عظیم پرچم کے مالک ہیں۔ آزادی کا احساس ہی زندگی ہے جس کا نعم البدل کوئی نہیں۔ یہ دنیا کچھ دینے اور کچھ لینے کے اصول پر کاربند ہے۔ ہم اگر وطن عزیز کو کچھ دیں گے تو بدلے میں ہمیں کچھ نہ کچھ ضرور ملے گا (جو کچھ نہیں دیتے ہمارا وطن انہیں بھی دیتا ہے)۔ کم از کم ذہنی و قلبی آسودگی اور راحت جیسی نعمت انسان کو ضرور مطمئن رکھتی ہے۔

14 اگست ہماری تاریخ کا عظیم دن ہے۔ ہماری داستان کا ایک روشن باب ہے مگر ہم میں سے اکثریت کو ان قربانیوں اور اذیتوں کا شعور نہیں۔ ایک کثیر تعداد نے آنے والی نسلوں کے تحفظ کا سامان کرتے ہوئے جان و مال اور عزت کی پرواہ نہ کی۔ انہوں نے تو آزادی کے دن سے قبل ہی جان کا نذرانہ پیش کر دیا اور ہم یہ سب فراموش کرتے ہوئے، آنے والی نسلوں کی پرواہ کیے بغیر خود غرضی کی عینک لگائے سراب کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وطن اور آزادی کی قدر و قیمت جاننے کے لئے تاریخ پاکستان کا مطالعہ ضروری ہے (امتحان میں پاس ہونے کے لیے بھی) کہ ہر نعمت کے ساتھ ہم سے اس بارے میں بھی اللہ کی عدالت میں حساب کتاب لیا جائے گا۔ کچھ لوگوں پر مصیبت اور تنگی در اصل دوسرے لوگوں کی آزمائش بھی ہوتی ہے۔ اللہ نے نیکی و بدی کی مثالیں پھیلا رکھی ہیں جیسے فلسطین وغیرہ۔ جہاں مسلمان بے گناہ ہونے کے باوجود ظلم و ستم اور بربریت کا شکار ہیں ان ممالک کی امداد جہاں فرض ہے وہیں یہ حالات تشکر کے احساس کا سبب ہے کہ اللہ نے ہمیں ظالموں سے نجات دے کر محفوظ پناہ گاہ نصیب کی۔

''انتساب'' بہت بہترین تھا۔ اداریہ، جوش و جذبے کا مظہر محسوس ہوا۔ سیاست سے مجھے دلچسپی نہیں رہی مگر اس سال بلکہ چند ہفتوں پہلے آنے والے زبردست انقلاب نے توجہ کھینچ لی (یعنی تبدیلی نے تبدیلی پیدا کر دی)۔ ویسے مجھے آپ کے ان نظریات کا بالکل بھی شائبہ نہیں تھا۔ آپ کی ایک اور خوبی (واہ۔ یعنی ایک سے زیادہ خوبیاں!!!) جاننے کو ملی کہ ایک اچھا مسلمان صاف اور حق پر مبنی سوچ کا حامل ہوتا ہے۔ شخصی پرستی کی بجائے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے حق کا ساتھ دینے والا انسان ہی در اصل کامیاب ہوتا ہے۔ بہت اچھا لگا کہ آپ اس حوالے سے زبردست نظریات کے مالک ہیں۔ نذیر انبالوی صاحب کی کہانی لاجواب تھی۔ بادشاہ کے دل سے نکلے الفاظ رنگ دکھلا گئے اگرچہ وہ پڑھنے لکھنے میں عبور حاصل نہیں کر سکا تھا مگر کہتے ہیں نا ''دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے..... پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے''۔ بادشاہ کے پاس صرف ٹوٹے پھوٹے الفاظ تھے مگر عزم اور جستجو نے انہیں بااثر بنا دیا تھا۔ محمد عارف عثمان کی کہانی ''چارلس'' بہت زبردست تھی۔ پاکستان کے مثبت پہلوؤں کی عکاسی اور غدار ملت لوگوں کو خوبصورت انداز سے بے نقاب کر گئے۔ اگر چارلس پاکستان اور پاکستانیوں کی خوبیاں اور اچھائیاں جانچ سکتا ہے تو ہم کیوں نہیں۔ جی..... بشرطیکہ ہماری اندر کی آنکھ مکمل طور پر بصارت نہ کھو چکی ہو.....!۔ شاہد اقبال کی تحریر ''تم آزاد ہو'' بہترین اور سبق آموز تھی۔ وطن سے اگر ہمیں کچھ حاصل نہیں ہو رہا تو یہ سب وقتی ہے۔ اصل چیز تو آزادی ہے جو ہر نعمت سے بڑھ کر ہے۔ جس کا احسان جاوداں ہے اور جس کے بغیر انسان کی زندگی حسرتوں اور مایوسیوں کا گہوارہ بنی رہتی ہے۔

''پھول'' کی ایڈیٹری کے پندرہ شاندار سال، کامیابی سے مکمل ہونے پر مبارک باد! ابتدا سے انتہا تک اگر طائرانہ اور سرسری جائزہ لیا جائے تو آپ کی کوششوں، کام سے لگاؤ، بچوں کے ادب سے محبت اور لگن صاف دکھائی دیتی ہے۔ آپ کی صحت و عمر کیلئے ڈھیروں دعائیں (جزاکم اللہ)۔

جنون سے اور عشق سے ملتی ہے آزادی۔ عیدالاضحیٰ کی پیشگی مبارک باد اور ترقی کی دعاؤں کے ساتھ۔ (مریم اعجاز، لاہور)

☆..... سرورق اگست کی مناسبت سے خوب رہا ایسے لگا کہ فوزان کہہ رہا ہو پاکستان کے حالات جلد ٹھیک ہو جائیں گے کیونکہ پاکستان کا مستقبل ہم ہیں (آپ نہیں ہیں)۔ انیسہ فاطمہ قادری سے ملاقات اچھی رہی۔ تمام تحریریں خوبصورتی سے لکھی گئی تھیں (یعنی کتابت اچھی کی گئی تھی)۔

(ایمن کائنات، ثمین صفی، ایمان احد، ہادیہ حمزہ، فاطمہ شفیق، حمنہ شریف، عائشہ لطیف، ماہ رخ اسلم، (پورا ڈیرہ ہی آ گیا)۔ ڈیرہ غازیخان)

☆..... تمام ٹیم کو یوم دفاع مبارک۔ پھول سے میرا تعلق بہت پرانا ہے (اس کا مطلب کہ آپ بھی بہت پرانی ہیں)۔ اگست کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ خصوصاً انیسہ قادری کے بارے میں پڑھ کر ان جیسا بننے کا شوق پیدا ہوا۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ اداریہ حسب معمول زبردست تھا۔ سب سے اچھی ''روشن دیے'' تحریر تھی۔

(عائشہ غزالی، جہلم)

☆..... اداریہ ہمت و استقلال کا درس لیے ہوا تھا۔ مستقل مزاجی سے اپنے مقصد کے لئے ڈٹے رہنا کبھی رائیگاں نہیں جاتا۔ رسالہ بہت زبردست رہا۔ پہلی درخواست، آزادی کی قیمت اور چارلس اچھی تھیں۔ نظمیں بھی تمام اچھی لگیں۔ دلچسپ معلومات تو مجھے زبردست لگتی ہیں۔ سائنس کی دنیا اور اگست کے اہم واقعات معلومات میں اضافہ کر گئے۔ تمام قارئین لکھاریوں اور سٹاف کو تبدیلی مبارک ہو (کون سی تبدیلی؟؟)۔ خدا ہماری عوام سیاستدانوں اور حکمرانوں میں برداشت اور اعلیٰ اخلاق کا مادہ پیدا کر دے کہ ہم قحط الرجال کا شکار ہیں۔

(طیبہ وحید، بھیرہ وال)

☆..... ماہ اگست کے شمارے میں اپنی تحریر کی اشاعت پر خوشی ہوئی۔ اتنی حوصلہ افزائی کا بے حد شکریہ (اتنا خوش ہونے کا شکریہ)۔ (حرا الشاری، لاہور)

☆..... پھول مجھے بہت پسند ہے۔ یہ بارہ سال سے ہمارے گھر آتا ہے۔ رسالہ آتے ہی کھینچا تانی شروع ہو جاتی ہے کہ پہلے ہم پڑھیں گے لیکن سچ بتاؤں انکل جیت ہمیشہ میری ہوتی ہے اور پھول کو پڑھنے کا شرف سب سے پہلے مجھے حاصل ہوتا ہے (ہماری مانیں تو آئندہ یہ شرف آپ بہن بھائیوں کو دے کر خود سب سے آخر میں پڑھا کریں۔ قربانی کے مہینے میں ایثار اور قربانی سیکھیں)۔ مجھے وہ خط بہت پسند ہیں جن میں آپ جواب دیتے ہیں۔ (لائبہ جنت، (لائبہ جنتی) بھیر کنڈ مانسہرہ)

☆..... اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی اولاد پر رحمت عطا فرمائے۔ آمین۔ (شکریہ) مجھے آپ کا اداریہ بہت پسند آیا۔ سرورق بہت دلکش تھا۔ مسکراہٹیں بھی بہت عمدہ تھیں۔ کہانیاں ہمیشہ کی طرح زبردست ہوتی ہیں (آپ بھی زبردست ہیں)۔

(زاہد علی، پاکپتن شریف)

نرالے ہیں انداز ہمارے

نوٹ:
☆ صرف واضح تصاویر بھیجا کریں۔
☆ پاسپورٹ سائز تصاویر یا پرانی تصاویر شائع نہیں کی جائیں گی۔
☆ ای میل سے بھیجی گئی تصاویر شائع نہیں کی جائیں گی۔

میری پہچان پاکستان
عبداللہ شکیل گجر۔ لاہور

ہم نے بھی یوم آزادی منایا
مصطفیٰ امتیاز۔ ملتان

دل دل پاکستان، جان جان پاکستان
انبساط عادل۔ لاہور

اب میں نے کدھر جانا ہے؟
جاگیر علی اکبر۔ لاہور

میری تصویر اچھی بنانا.....؟
عازل سعید۔ ہوسٹن۔ امریکہ

ہم ہمیشہ خوش رہتے ہیں
محمد مہدی موسیٰ۔ لاہور

مجھے سیدھا کر کے تو بٹھائیں۔ تصویر بنوانی ہے
اربعش انجم۔ فیصل آباد۔ امریکہ

نہ ہنساؤ تصویر بنوانے دو
طوبیٰ ساجد۔ لاہور

کوکنگ نہیں کرتا سٹائل ہے میرا
ماہی محمد امیر حمزہ راؤ

اپنی سالگرہ کا یہ ''چھوٹا'' کیک میں اکیلی ہی کھاؤں گی:۔ حفصہ مریم علی۔ یوکرائن

چھٹیاں ہوگئیں ختم ہم
تو چلے سکول۔حسن بٹ

مجھے نیند آرہی ہے، سونے دیں
محمد ابوبکر ساجد۔ لاہور

ہائے میں کتنی پیاری لگ رہی ہوں
عشا طارق۔ کلورکوٹ

یوم آزادی پر سیر و تفریح
زین العابدین، مریم ظفر۔ خانیوال

مجھے ہرا نہیں سب پیلا نظر آرہا ہے
طیبہ ملک ذوالفقار۔ گوجرانوالہ

بوجھیں میں کہاں ہوں!
طلحہ عبدالعزیز۔ حافظ آباد

درخت لگاؤ چاہے سر پر ہی لگاؤ
امامہ مغل۔ لاہور

مجھے بھی ساتھ لے کر جائیں
مہر مصطفیٰ۔ میاں چنوں

میں ذرا غصے میں ہی رہتا ہوں
احمد رضا صابری۔ لنڈن

صحافتی دنیا میں بچوں کا پہلا نیوز پیپر
نوائے وقت
ہر عمر کے بچوں کیلئے
پھول اخبار

پاکستان گرل گائیڈ ایسوسی ایشن کے زیرِ اہتمام یومِ آزادی تقریب کا اہتمام کیا گیا

پاکستان گرل گائیڈز ایسوسی ایشن صوبائی ہیڈ کوارٹر لاہور میں 14 اگست 2018 کو "یوم آزادی" کا اہتمام کیا گیا۔ اس دن کی مہمانِ خصوصی مسز نفیسہ سکندر ملہی صوبائی کمشنر پی جی جی اے پنجاب تھیں۔ اس موقع پر مختلف سکول و کالج کی تقریباً 200 جونیئر گائیڈز، گرل گائیڈز، گائیڈ رینجرز، جبکہ پاکستان گرل گائیڈز ایسوسی ایشن سے صوبائی کمشنر نفیسہ سکندر ملہی، ایگزیکٹو ممبرز مسز خالدہ الیاس، مس عندلیب سندھو، صوبائی سیکرٹری مس آمنہ الیاس، پبلیکیشن سیکرٹری مس صباء مجید، آفس مینیجر مس شہرونہ شیخ اور سٹاف نے پروگرام میں شرکت کی اس موقع پر گائیڈز نے مختلف رول پلے، ملی نغمے، تقاریر اور ڈیپ خاکے پیش کیے۔ مسز نفیسہ سکندر ملہی نے ایک پودا لگایا اور پروگرام میں حصہ لینے والی گائیڈز میں شیلڈز تقسیم کیں اور تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اگر ہماری گائیڈز میں یہی جذبہ برقرار ہا تو وہ دن دور نہیں جب پاکستان ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا۔

پاکستان آرمی کے پائلٹ اور ہوبارہ فاؤنڈیشن کے نمائندے بیج کے فضائی بکھیر سے پہلے

پاکستان آرمی اور ہوبارہ فاؤنڈیشن کا مشترکہ بیج کا فضائی بکھیر برائے بحالی مسکن

پاکستان آرمی اور ہوبارہ فاؤنڈیشن انٹرنیشنل پاکستان نے صحرائے چولستان میں صحرائی نباتات کے بیج کا فضائی بکھیر کیا۔ ہوبارہ فاؤنڈیشن کے منصوبہ برائے بحالی مسکن کا یہ مسلسل اکیسواں سال تھا۔ پاکستان آرمی اس منصوبہ میں اہم ساتھی ہونے کے سبب صحرائی نباتات میں اضافہ کے لئے ہوبارہ فاؤنڈیشن کو ہر سال چھوٹا جہاز مہیا کرتی ہے۔

صحرائے چولستان وسط ایشیاء سے ہر سال نقل مکانی کرنے والے ہوبارہ بسٹرڈ (تلور) کا پسندیدہ مسکن ہے۔ کاشتکاری، بڑھتی ہوئی انسانی سرگرمیوں اور مقامی آبادی کے مویشیوں نے مسکن کی حالت اس قدر خراب کردی ہے کہ جنگلی جانوروں اور پرندوں کو مناسب مقدار میں مرغوب غذا نہ ملنے کی بنا پر جنگلی حیات اور ماحولیات میں تیزی سے تنزلی ہو رہی ہے۔

ہوبارہ فاؤنڈیشن نے ماحولیات کا توازن بحال کرنے کے لئے فوری اقدامات کا فیصلہ کیا جو صحرائی نباتات کے بیج کے فضائی بکھیر سے ہی ممکن ہے۔

اس سال ہوبارہ بسٹرڈ کی پسندیدہ خوراک کے پودوں کے 131 کلوگرام بیج فضا سے بکھیرے گئے۔ اس طرح اکیس سالوں میں 2,257 کلوگرام بیج صحرائے چولستان پر بکھیرے جا چکے ہیں۔

مسکن کا سالانہ جائزہ حوصلہ افزاء اور نباتات کی بڑھتی ہوئی تقویت کی طرف مائل نظر آتا ہے۔ مسکنوں کی مکمل بحالی طویل کام ہے تاہم پاکستان آرمی کے مسلسل تعاون سے ہوبارہ فاؤنڈیشن بگڑے ہوئے ماحولیاتی توازن کو درست کرنے اور جنگلی حیات کی نسلوں کی بحالی کا مصمم ارادہ رکھتی ہے۔

پاکستان رائٹرز گلڈ پنجاب کے سیکرٹری جاوید طفیل انتقال کر گئے

پاکستان رائٹرز گلڈ پنجاب کے سیکرٹری جاوید طفیل انتقال کر گئے۔ وہ عارضہ قلب میں مبتلا تھے۔ ان کو سٹنٹ ڈالے گئے لیکن ان کی حالت بگڑ گئی۔ اور 15 اگست کو ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ "نقوش" کے مدیر اور سابق سیکرٹری گلڈ محمد طفیل کے صاحبزادے تھے۔ اور چند سال سے سیکرٹری گلڈ پنجاب کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔ ان کے انتقال پر ادیبوں، صحافیوں اور اہم شخصیات نے اظہار تعزیت کیا ہے۔

ماہنامہ "پھول" اور "اکادمی ادبیات اطفال" کے مطالبے پر انہوں نے "رائٹرز گلڈ ادب اطفال ایوارڈ" کا اجراء کیا تھا اور مئی میں یہ ایوارڈ دیئے گئے تھے۔ تمام قارئین سے فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

"لاہور شاہی فاؤنڈیشن" کے زیر اہتمام تقریب میں فیضان عباس، زاہدہ رحمٰن، جمیل رضا، مقصود چغتائی، احسن جمیل، قاضی ظہور الحسن، سلیم احمد عالی و دیگر موجود ہیں۔

برگ کے زیرِ اہتمام یومِ آزادی کی تقریب

گورنمنٹ سینٹرل ہائی اسکول کوئٹہ میں بلوچستان رائٹرز گلڈ (برگ) کے اشتراک سے جشنِ آزادی کی ایک پُر وقار تقریب منعقد ہوئی۔۔جس کی صدارت معروف شاعر پروفیسر مظہر اقبال سیماب گوہر نے کی۔جبکہ پروفیسر صابر بولانوی، پروفیسر جاوید اقبال اور راز محمد لونی مہمانِ خصوصی کے طور پر مدعو تھے۔تقریب میں برگ کے چیئرمین شیخ فرید اور محمد عبداللہ نے آزادی کی۔اہمیت اور افادیت بارے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔اُنھوں نے طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کا معرضِ وجود میں آنا دراصل مسلمانانِ برصغیر کے لیے ایک عطیہء خداوندی ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی اِس عظیم نعمت کی حفاظت کرنی چاہیے۔

اکادمی ادبیات پاکستان کے زیرِ اہتمام شجرکاری مہم میں وفاقی سیکرٹری قومی تاریخی وادبی ورثا انجینئر عامر حسن اور چیئرمین اکادمی سید جنید اخلاق پودا لگانے کے بعد دعا مانگ رہے ہیں۔ڈاکٹر راشد حمید، افتخار عارف، ڈاکٹر فرحت عباس اور دیگر ہمراہ ہیں۔

انجمن ہلال احمر پنجاب کے زیرِ اہتمام یوم آزادی کا کیک کاٹنے کی تقریب میں سیکرٹری ڈاکٹر شوکت علی، میڈیا منیجر علی رضا، ڈاکٹر فوزیہ سعید اور دیگر شریک ہیں۔

نوائے وقت کے سینئر کالم نگار و رکن ایڈیٹوریل بورڈ فضل حسین اعوان ایڈیٹر ''پھول'' محمد شعیب مرزا کو اپنی کتاب ''میں ہوں عمران خان'' دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر فضیلت بانو کا اعزاز

''پھول'' کی لکھاری اور منہاج یونیورسٹی میں شعبہ اردو کی استاد ڈاکٹر فضیلت بانو کو ان کی علمی و ادبی خدمات پر لٹریری آرگنائزیشن ''تہذیب'' چیئرمین ڈاکٹر اعظم خان ''ٹیلنٹ ایوارڈ 2018'' دے رہے ہیں۔

پھول

لاہور کا سب سے بڑا بک فیئر

Lahore BESTIVAL

THE LARGEST BOOK FESTIVAL

1-5 Nov, 2018

Expo Center, Lahore

پھول ساتھیوں کے لیے خوشخبری

یکم تا 5 نومبر 2018ء ایکسپو سنٹر لاہور بک فیئر میں ماہنامہ ''پھول'' اور ''اکادمی ادبیات اطفال'' کے مشترکہ سٹال پر آئیں اور ملاقات کریں ایڈیٹر بھیا اور اپنے پسندیدہ ادیبوں سے، حاصل کریں مختلف انعامات اور تحائف اور کریں بک فیئر سے اپنی پسند کی کتابوں کی خریداری اور ثبوت دیں کتاب دوست ہونے کا۔مزید تفصیلات اگلے شمارے میں۔

سب منتظر تھے کہ انعام کس کو ملے گا کیونکہ.....

خاص تحفہ

وقاص اسلم کمبوہ

بارہ سال کا وہ ایک خوب صورت لڑکا تھا۔ شکل وصورت اور چال ڈھال سے لگتا تھا کہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ صبح اسکول جاتا، تو دوسرے بچوں کی طرح آج تک اس نے میری دکان سے کوئی کھانے پینے کی چیز نہیں خریدی تھی۔ جب سے میں اسے دیکھ رہا تھا، اس کے پاس ایک ہی بیگ تھا۔ وہ غریب تھا، لیکن اس کے باوجود وہ ہمیشہ صاف ستھرے یونیفارم میں اسکول جاتا تھا۔ وہ ہمیشہ گھر سے پیدل اسکول آتا تھا اور دوسرے بچوں کی طرح بھی راستے میں، میں نے اسے غیر ضروری حرکات کرتے نہیں دیکھا تھا، جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بہت سلجھا ہوا بچہ ہے۔

اب گرمیاں آچکی تھیں۔ اس بچے نے اپنے لیے ایک پانی والی بوتل خریدی تھی، جس میں وہ صبح گھر سے ٹھنڈا پانی لے کر آتا تھا۔ اب اس کی بغلوں میں اس کا بیگ اور دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بوتل کو سینے سے لگایا ہوتا تھا، جیسے اسے یہ بوتل بہت عزیز ہو۔ عزیز ہوتی بھی کیسے نہ.....! وہ سارا دن اس میں سے ٹھنڈا پانی پی پی کر اپنی پیاس جو بجھاتا تھا۔

اگلے ہفتے ان کے اسکول میں سالانہ نتائج کا اعلان تھا۔ اس موقع پر ایک پروگرام کا انعقاد بھی کیا جا رہا تھا۔ پوزیشن ہولڈرز طلبہ کو انعامات دینے کے علاوہ اس بار وہاں ایک خاص اور منفرد قسم کے مقابلے کا اہتمام بھی کیا جا رہا تھا۔ پورے اسکول میں سے پندرہ بچوں کو اس مقابلے میں حصہ لینے کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔ مقابلہ یہ تھا کہ منتخب ہونے والے طلبہ اپنے اپنے گھر سے کوئی خوب صورت چیز یا تحفہ لے کر آئیں گے۔ سب لوگ اس تحفہ کے بارے میں اپنے دوستوں کو کچھ نہیں بتائیں گے۔ مطلب یہ کہ جو بچہ تحفہ لے کر آئے گا، وہ گھر سے چھپا کر لائے گا اور صرف پرنسپل صاحب کے حوالے کر دے گا۔ پرنسپل صاحب اس تحفے کی تصویر بنا کر بچے کے نام کے ساتھ محفوظ کر لیں گے، جب کہ تمام تحائف ایک کلاس میں رکھے جائیں گے، جن پر متعلقہ بچے کا نام درج نہیں ہوگا، تاکہ ووٹ صرف چیز اور اس کی خوب صورتی کو دیا جائے، نا کہ اپنے دوست یا کلاس فیلوز کو.....

بارہ سال کا یہ بچہ سلطان نوید بھی اس مقابلے میں منتخب ہوا تھا۔ سبھی طلبہ اس مقابلے میں حصہ لینے پر بہت پُر جوش تھے اور سبھی ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے پر تولنے لگے تھے۔ لیکن سلطان اس مقابلے کے لیے منتخب ہونے پر خاصا اداس نظر آ رہا تھا۔

''مجھے تو آج تک چیز لینے کے لیے گھر سے پیسے نہیں ملے۔ پھر یہ ''تحفہ'' میں کس طرح خرید سکوں گا اور پیسے کہاں سے لوں گا.....!'' سلطان کے چہرے پر مایوسی صاف جھلک رہی تھی۔ اس نے یہی بات گھر جا کر اپنی امی کو بتائی۔ اس کی امی نے اسے دلاسا دیا۔

''پریشان نہ ہو میرے بیٹے! میں تمھارے لیے اس کا کوئی حل تلاش کرتی ہوں۔ میرا بیٹا مقابلے میں حصہ لے گا اور جیتے گا بھی.....ان شاء اللہ!''۔ ماں کی باتوں سے اسے کچھ تسلی ہوئی تھی۔ اس نے پریشان ہونا چھوڑ دیا اور اس مسئلے کا حل تلاش کرنے کے لیے کمر کس لی۔ ماں نے اللہ پاک سے دعا کی کہ میرے بیٹے کی پریشانی دور ہو جائے اور اس کا کوئی بہتر حل ہمارے ذہن میں ڈال دے۔

پھر ویسا ہی ہوا۔ ماں کی سچے دل سے نکلی دعا پوری ہو گئی تھی۔ ان کے ذہن میں ایک خیال آیا تھا۔ خیال بھی ایسا کہ گویا سلطان کی تو عید ہو گئی تھی۔ سلطان کو اس کا تحفہ مل گیا تھا۔ اب وہ مقابلے میں حصہ لینے کے لیے بالکل تیار تھا۔

آخر وہ دن بھی آ گیا، جس کا سبھی کو انتظار تھا۔ دوسرے تمام بچوں کی طرح سلطان نے نہایت نفاست اور خوب صورتی سے تحفے کو پیک کیا اور خفیہ طریقے سے بیگ میں ڈال کر اسکول چلا گیا۔ آج کے اس سالانہ پروگرام میں تمام بچوں کے والدین کو بھی اسکول میں مدعو کیا گیا تھا۔

تقریب کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ کچھ بچوں نے تقریر پیش کی، کچھ نے ملی نغمے اور ٹیبلوز پیش کیے۔ اس کے بعد پروگرام کو کچھ دیر کے لیے روک دیا گیا تھا اور ووٹنگ کا سلسلہ شروع ہوا۔ منتخب ہونے والے سبھی بچے اپنے اپنے تحفے پرنسپل صاحب کے پاس جمع کروا چکے تھے۔ سارے تحائف کھول کر انھیں ایک خاص ترتیب سے میزوں پر رکھا گیا تھا۔ ہر تحفے کے ساتھ ووٹ ڈالنے کے لیے الگ الگ ''بیلٹ باکس'' رکھا گیا تھا۔

''یہ تحفہ کس کا ہے؟'' اس سوال کا جواب منتخب بچوں کے پاس تھا یا صرف پرنسپل صاحب کے پاس.....تمام طلبہ، اساتذہ کرام اور والدین نے اپنی اپنی پسند کی چیز کے حق میں ووٹ ڈالا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ مرحلہ

اختتام کو پہنچا اور گنتی کے بعد پوزیشن حاصل کرنے والے بچوں کے نام ایک ترتیب کے ساتھ لسٹ پر لکھ لیے گئے۔

سب سے پہلے اس سال اپنی اپنی جماعتوں میں پوزیشن حاصل کرنے والے بچوں میں انعامات تقسیم کیے گئے۔ اس کے بعد اسکول کے پرنسپل صاحب نے مائیک سنبھالا اور آج کے اس مقابلے کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمانے لگے۔

''قدرت اور اس کا حسن ہمیشہ سے انسان کو اپنی طرف مائل کرتا ہے۔ عقل مند وہ ہے، جو قدرت کو قریب ہو کر دیکھتا ہے، اسے پسند کرتا ہے اور اس کے خالق کی اپنی زبان سے تعریف بیان کرتا ہے۔ خواہ وہ چیز جان دار ہو یا بے جان... قدرت اس انسان کو بہت پسند کرتی ہے اور پھر وہ ذات اس انسان کو نوازتی چلی جاتی ہے، اپنی رحمت سے، اپنی نعمتوں سے اور کامیابیوں سے..... یہی وجہ ہے کہ آج اس مقابلے کے فاتح 'سلطان نوید' ٹھہرے ہیں..... اس بچے کا تحفہ قدرتی حسن پر مشتمل تھا، یعنی یہ باغ سے مختلف رنگوں اور خوش بوؤں کے پھول توڑ کر انھیں ایک گل دستے کی شکل میں یکجا کر کے لایا تھا، جو بھی اندر داخل ہوتا تھا، ان پھولوں کی خوب صورتی، دل کشی، تازگی اور خوشبو اسے اپنی طرف کھینچ لیتی تھی اور وہ اپنے دل و دماغ کے ہاتھوں مجبور اس تحفہ کو ووٹ دینے کے لیے مجبور ہو جاتا تھا اور اسی لیے میں نے کہا کہ قدرتی حسن انسان کو ہمیشہ اپنی طرف مائل کرتا ہے..... اس کے علاوہ باقی سب بچے بھی بہت پیاری اور مہنگی چیزیں لے کر آئے، لیکن وہ سب مصنوعی تھیں، لیکن آپ سب بچوں کی حوصلہ افزائی اور تعریف کے لیے بھی ہمارے پاس پیارے پیارے تحائف موجود ہیں.....''۔

سلطان نوید اپنا انعام وصول کر رہا تھا۔ اس دوران اس کی آنکھیں نم تھیں اور ذہن میں وہ بھاگ دوڑ گردش کر رہی تھی کہ کس طرح منت سماجت کے بعد اس نے آج ایک زمین دار کے باغ سے یہ چند پھول لینے کے لیے اس کو راضی کیا تھا۔ وہ کبھی اپنی ماں کی طرف دیکھتا اور کبھی ہاتھ میں تھامی ہوئی اتنی شان دار ٹرافی کو..... جب کہ شرکا، تالیاں بجا بجا کر اسے داد دے رہے تھے۔

☆☆☆

پھول قطعہ کاریاں

احترام والدین

ہر شرارت پر اگر کچھ جھاڑ پڑتی ہے تمہیں
اپنے ماں اور باپ سے بچو کبھی بھی مت لڑو
آپ کا کردار ہوتا ہے بہت اس سے خراب
آپ کے ماں باپ نے پالا ہے بچو آپ کو

ظفر علی راجا

ماہنامہ ''پھول'' نے بچوں کے رسائل میں نئی روایات قائم کی ہے اور ہر ماہ قطعہ شائع کیا جاتا ہے۔ معروف شاعر دانشور اور وکیل ظفر علی راجا ہر ماہ قطعہ کاریاں کرتے ہیں۔ (مدیر)

بادشاہ اور غلام

ایک بادشاہ کا غلام گھوڑے پر سوار غرور کے عالم میں چلا آ رہا تھا۔ سامنے ایک بزرگ آ گئے انہوں نے اس مغرور غلام سے کہا: یہ اکڑ خانی تو اچھی نہیں

غلام نے اور زیادہ اکڑ سے کہا میں فلاں بادشاہ کا غلام ہوں اور وہ بادشاہ مجھ پر بہت بھروسہ کرتا ہے، جب وہ سوتا ہے تو میں اس کی حفاظت کرتا ہوں، جب اسے بھوک لگتی ہے تو میں اسے کھانا دیتا ہوں، کوئی حکم دیتا ہے تو فوراً بجا لاتا ہوں، اس پر بزرگ نے پوچھا اور جب تم سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے۔ تو غلام نے جواب دیا۔ ''اس صورت میں مجھے کوڑے لگتے ہیں۔''

اس پر بزرگ بولے۔ ''تب تم سے زیادہ مجھے اکڑنا چاہئے۔'' غلام نے حیران ہو کر ''اچھا وہ کیسے؟''۔

بزرگ بولے۔ ''میں ایسے بادشاہ کا غلام ہوں کہ جب میں بھوکا ہوتا ہوں تو وہ مجھے کھلاتا ہے۔ جب میں بیمار ہوتا ہوں وہ مجھے شفا دیتا ہے۔

جب میں سوتا ہوں تو وہ ہر طرح میری حفاظت کرتا ہے۔ جب مجھ سے غلطی ہو جائے اور میں اس سے معافی مانگ لوں تو بغیر کوئی سزا دیئے اپنی رحمت و مہربانی سے مجھے بخش دیتا ہے۔''

یہ سن کر اس مغرور غلام نے کہا ''تب تو مجھے بھی اس کا غلام بنا دیں۔''

بزرگ فوراً بولے۔ ''بس تو پھر اللہ کا ہو جا۔ ایسا مالک تمہیں کہیں نہیں ملے گا۔''

☆☆☆

کام کی باتیں

☆..... کفایت سے خوش حالی ملتی ہے۔
☆..... کوشش سے کامیابی ملتی ہے۔
☆..... حقیقی عقل مندی مضبوط ارادہ ہے۔
☆..... پہلے تولو پھر بولو
☆..... ناکامی کامیابی کا زینہ ہے۔
☆..... شرافت شرم و حیا میں ہے
☆..... تحریر ایک خاموش آواز ہے۔

حمزہ جان۔ چشتیاں

ایک بڑا درخت
35 بچوں کو آکسیجن فراہم کرتا ہے
درخت لگائیں۔
ماحول کو خوشگوار اور خوبصورت بنائیں۔

پھول سماجی خدمت پھول

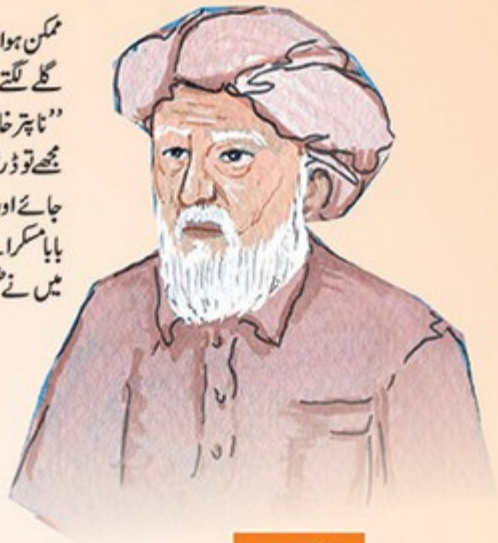

تنزیلہ یوسف

دیا جلتا رہے

وہ ماں جی سے کیا ہوا وعدہ بھول چکا تھا لیکن.....

''بابا کبھی عائشہ مجھے لاجواب کر دیتی ہے''۔ میں نے بے چارگی سے بابا کو بتایا۔

''ایسا کیا کہہ دیا میری پری نے کہ اس نے میرے بچے کو لاجواب کر دیا؟''۔ بابا نے مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

''وہ کہتی ہے کہ پروین آنٹی جو ہمارے گھر میں کام کرتی ہیں ان کی بیٹی مریم سکول کیوں نہیں جاتی؟''۔ میں نے بابا کو ساری بات بتائی۔

''تجھے اپنی مرحومہ ماں سے کیا وعدہ یاد ہے؟''۔ بابا نے کوئی حل بتانے کی بجائے مجھ ہی سے سوال کر دیا۔

''کون سا وعدہ بابا؟''۔ مجھے کچھ یاد نہیں آیا کہ بابا کس وعدے کی بات کر رہے ہیں۔

''آخر بھول گیا نا، آج سے بیس سال پہلے جب تیرا دسویں کا نتیجہ آیا تھا اس روز تیری ماں نے تجھے تاکید کی تھی کہ دیا جلتا رہے اور تو نے وعدہ کیا تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔ اب اس وعدے کو پورا کرنے کا وقت آ گیا ہے ارسلان بیٹا''۔ بابا نے مجھے ماضی کے دھندلکوں کی سیر کرائی اور مجھے سب یاد آ گیا۔

''شکر ہے میرے پروردگار کا جس نے آج میرے ارسلان کو کامیابی عطا کی''۔ ماں جی شکرانے کے نفل ادا کرنے کے بعد میرا ماتھا چومتے ہوئے بولیں۔

''ماں جی یہ سب آپ کی اور بابا کی دعاؤں کی بدولت ممکن ہوا ہے۔'' میں نے ماں جی سے پیار لیا اور بابا کے گلے لگتے ہوئے کہا۔

''نا پتر خالی دعائیں نہیں تھیں، تو نے پڑھا بھی خوب تھا۔ مجھے تو ڈر تھا کہ کہیں میرا پتر پڑھ پڑھ کر کہیں بیمار ہی نہ ہو جائے اور تجھے دیکھ کر تیری ماں نے بھی بیمار ہو جانا تھا''۔ بابا مسکراتے ہوئے مجھے اور ماں جی کو چھیڑنے لگے۔

میں نے ضلع بھر میں تیسری اور سکول میں پہلی پوزیشن لی تھی۔

''ارسلان پتر آج مجھ سے وعدہ کر کہ تو اس دیے کو جلائے رکھے گا''۔ ماں جی مجھ سے وعدہ لیتے بولیں۔

''انشاء اللہ ماں جی ایسا ہی ہوگا''۔ میں پورے عزم سے بولا۔

''آمین''۔ ماں جی اور بابا ایک ساتھ بولے۔

''ماشاء اللہ مریم بیٹی سکول یونیفارم میں کتنی پیاری لگ رہی ہے۔'' ارسلان نے مریم کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''اور بابا میں پیاری نہیں لگ رہی؟''۔ عائشہ کی زبان پر فوراً شکوہ آ گیا۔

" آپ بھی بہت پیاری لگ رہی ہو میری گڑیا۔" ارسلان نے عائشہ کو بھی ساتھ لگایا۔

''آج عائشہ اور مریم کا سکول میں پہلا دن تھا۔ عائشہ کا کہنا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے سارے انسان برابر پیدا کیے ہیں تو مریم کو بھی اس کے ساتھ سکول جانا چاہیے اور اس کی ضد کی بدولت میں جو ماں جی سے کیا وعدہ بھول بیٹھا تھا، اس کو پورا کر رہا ہوں۔

میں، ارسلان احمد جس کے گھر والے ایک حادثے کا شکار ہو گئے تھے اور مجھے میرے رشتے دار یتیم خانے چھوڑ گئے تھے۔ ایک روز ماں جی اور بابا، جن کی اولاد نہ تھی، نے مجھے گود لے لیا۔ انھوں نے میری بہترین انداز میں تربیت کی اور آج میں جس مقام پر ہوں یہ میرے ماں باپ کی محنت اور لگن کا ہی نتیجہ ہے۔ جنھوں نے مجھے سگی اولاد سے بڑھ کر چاہا اور مجھ سے وعدہ لیا کہ جب میں اپنے پیروں پر کھڑا ہو جاؤں تو اسی طرح کسی بے سہارا کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھوں گا اور اس طرح جو دیا ماں جی اور بابا نے جلایا ہے اسے کبھی بجھنے نہ دوں گا''۔

☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس کی دعا جس پر کوئی مشکل ہو جائے

اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ اِذَا شِئْتَ سَهْلًا

(صحیح ابن حبان (موارد): ۲۴۲۷، ابن السنی: ۳۵۱)

ترجمہ:

''اے اللہ! کوئی کام آسان نہیں مگر جسے تو آسان کر دے اور تو جب چاہتا ہے مشکل کو آسان کر دیتا ہے۔''

دارالسلام کوئز

1- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی کون تھیں؟۔

2- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کون سے نواسے بہت زیادہ شہرت کے مالک ہیں؟۔

3- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کون سی نواسی شہیدانِ کربلا کے ساتھ موجود تھیں؟۔

4- کاربن کی خالص ترین قلمی شکل کیا کہلاتی ہے؟۔

5- گاف کی گیند کا رنگ کیسا ہوتا ہے؟۔

دارالسلام کوئز کے جوابات ماہنامہ ''پھول'' کے ایڈریس کے پتہ پر ارسال کریں

صحیح جوابات بھیجنے والے پانچ (5) خوش نصیبوں کو دارالسلام کی طرف سے بذریعہ قرعہ اندازی 1000 روپے کی کتب انعام میں دی جائیں گی۔
پہلا انعام 400 روپے کی کتب، دوسرا انعام 250 روپے کی کتب
تیسرا انعام 150 روپے کی کتب، دو اعزازی انعام 100,100 روپے کی کتب

بچوں، بڑوں کے لیے اسلامی و تاریخی کتب کی اشاعت کا علمی ادارہ
دارالسلام
36- لوئر مال، لاہور ◆ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

سفیر صاحب کی مقبولیت میں چند دنوں کے دوران ہی اضافہ ہو گیا تھا.....

واٹر ڈپلومیسی

محمد شعیب مرزا

''واہ! زبردست''۔

''کیا ہوا؟۔ کیا دیکھ لیا جس کی اتنی تعریف کر رہے ہو؟'' جمیل کی جذبات اور جوش سے بھری آواز سن کر عمران نے پوچھا۔

''دیکھ یار! ایسے لوگ اور ایسی قومیں ترقی کرتی ہیں۔ ہم سے زیادہ تو یہ غیر ملکی ہمارے ساتھ مخلص ہیں۔ کیسا پیغام دیا ہے پاکستانی قوم کو''۔ جمیل جذباتی ہو کر بولتا جا رہا تھا۔

''کون ہے۔ کیا پیغام دے دیا ہمیں؟ کچھ بتاؤ بھی تو سہی''۔ عمران نے اس کے قریب ہو کر تجسس سے پوچھا۔

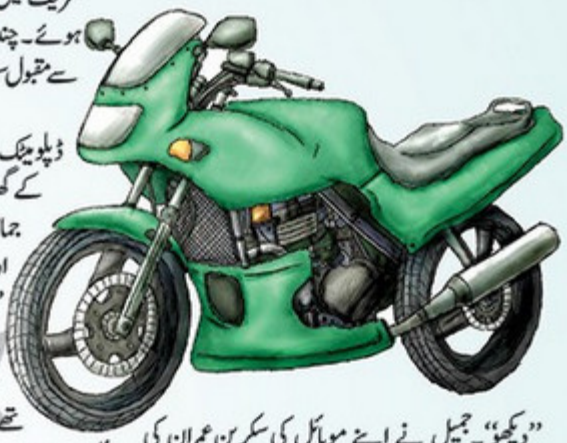

''دیکھو''۔ جمیل نے اپنے موبائل کی سکرین عمران کی آنکھوں کے قریب کرتے ہوئے ایک ویڈیو چلائی۔

ویڈیو میں ایک غیر ملکی سفیر اپنے گھر کے صحن میں اپنی ہیوی بائیک دھو رہا تھا۔ اُس نے پانی کی ایک بالٹی پاس رکھی ہوئی تھی۔ اس میں کپڑا ڈبوتا اور گیلے کپڑے سے بائیک صاف کرتا۔ ساری بائیک صاف کر کے اُس نے بالٹی میں بچ جانے والا پانی بائیک پر اُنڈیل دیا۔ پھر اُس نے پاکستانیوں کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے ویڈیو پیغام میں کہا کہ میں نے اکیلے کہیں جانا ہو تو گاڑی کے بجائے بائیک استعمال کرتا ہوں تاکہ آلودگی کم ہو۔ اور میں بائیک یا گاڑی دھونے کے لیے پانی کا پائپ نہیں بلکہ بالٹی استعمال کرتا ہوں کیونکہ پاکستان میں پانی کی کمی ہے۔ اگر پانی کو ضائع ہونے سے نہ بچایا گیا تو لوگ پینے کے پانی کو بھی ترسیں گے.....''۔

''دیکھا!! ہمارے کسی حکمران یا سیاستدان نے کبھی قوم کی اس طرح رہنمائی کی ہے؟ ہم تو گاڑی دھوتے ہوئے ہزاروں لیٹر پانی ضائع کر دیتے ہیں۔ گلی میں موٹر سائیکل دھوئیں تو پوری گلی دریا کا منظر پیش کرنے لگتی ہے''۔ جمیل ویڈیو کو روک کر بولا۔

''بات تو ٹھیک ہے تمہاری''۔ عمران نے اس کی تائید کی۔

''آگے دیکھو''۔ جمیل نے ویڈیو دوبارہ چلا دی۔

سفیر صاحب پاکستانیوں کو پانی کی کمی، اس کے نتیجے میں آئندہ پیش آنے والی مشکلات اور مختلف طریقے بتا رہے تھے کہ جن سے پانی کو بچایا جا سکتا ہے۔

ویڈیو سوشل میڈیا پر بہت ہی مقبول ہوئی۔ چند دنوں میں لاکھوں پاکستانیوں نے اسے دیکھا، پسند اور شیئر کیا اور سفیر صاحب کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ سوشل میڈیا کے بعد مختلف چینلز نے بھی وہ ویڈیو نشر کی۔ اخبارات میں اس سفیر کی تعریف میں کالم لکھے گئے۔ اور ان کے انٹرویو شائع ہوئے۔ چند دنوں کے دوران ہی وہ پاکستان میں سب سے مقبول سفیر بن گئے۔

☆☆☆

ڈپلومیٹک انکلیو میں رات کے وقت اُسی سفیر صاحب کے گھر میں ایک محفل سجی تھی۔ چھوٹی سیاسی جماعتوں کے چند سربراہ، وزراء، آبی ماہرین اور کچھ اعلیٰ سرکاری افسران اور کھانے و ''پینے'' کے بہت سے لوازمات وہاں موجود تھے۔ شرکاءِ محفل اپنے ذوق اور شوق کے مطابق لوازمات سے استفادہ کر رہے تھے۔ ساتھ ہی سفیر صاحب کی تعریفوں کے پُل باندھے جا رہے تھے۔

''سر! کمال کر دیا۔ کیا زبردست ویڈیو بنائی ہے آپ نے''۔

''لوگ تو آپ کے دیوانے ہو رہے ہیں۔ اگر آپ یہاں سے الیکشن لڑ سکتے تو سارے نوجوان آپ کی انتخابی مہم چلاتے اور آپ کو جتوا کے ہی چھوڑتے''۔

''ہماری قوم ہے ہی بڑی جذباتی۔ کسی کی گرویدہ ہو جائے تو پھر اُسے پوجنے لگتی ہے''۔

''سر! آپ کی نئی ویڈیو کب آ رہی ہے؟ اب تو لوگ سینما میں نئی فلم لگنے سے زیادہ آپ کی نئی ویڈیو کے منتظر رہتے ہیں''۔

سفیر صاحب مسکراتے ہوئے سب کی باتیں سُن رہے تھے۔ آخر انہوں نے کہنا شروع کیا۔ ''میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ کئی سال سے ہمارے ساتھ وفاداری نبھا رہے ہیں۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ اس کے عوض ہم آپ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کریں۔ اب جبکہ پاکستان میں ڈیمز بنانے کے حوالے سے کافی زیادہ شور مچایا جا رہا ہے تو اب آپ کی ذمہ داری بھی بڑھ گئی ہے۔ پہلے کی طرح ہر ڈیم کو متنازعہ بنا کر اس کے خلاف آواز بلند کریں۔ اس صورت حال میں ہم آپ کو فراہم کی جانے والی رقوم کو دوگنا کر رہے ہیں جو جلد آپ کے اکاؤنٹس میں منتقل ہو جائے گی۔ تاکہ آپ زیادہ مؤثر انداز سے یہ کام کر سکیں''۔

اس پر شرکاءِ محفل نے شکریہ کے ساتھ اپنے عہد کی تجدید کی۔

سفیر صاحب نے کھڑے ہو کر سب کا شکریہ ادا کیا۔ باقی سب لوگ بھی کھڑے ہو گئے۔ گویا محفل اختتام پذیر تھی۔ اس سے قبل کہ شرکاء رخصت ہوتے۔ سفیر صاحب کی آواز گونجی۔ ''ٹھہریے!۔ میں آپ کو چھوٹا سا ایک منظر دکھانا چاہتا ہوں''۔ سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

سفیر صاحب ایک دروازے کی طرف بڑھے اور جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔ وہ غسل خانہ تھا۔ سب نے دیکھا کہ غسل خانے کا شاور اور سب نل کھلے ہوئے تھے اور ان سے تیزی سے پانی بہہ رہا تھا۔ سفیر صاحب چہرے پر شاطرانہ مسکراہٹ سجا کر بولے۔ ''اس گھر میں پانچ غسل خانے ہیں اور پانچوں چوبیس گھنٹے یہی منظر پیش کرتے ہیں''۔

یہ سن کر وہاں ستائشی جملے اور شیطانی قہقہے گونجنے لگے۔

☆☆☆

پانی ایک نعمت ہے

اسے ضائع نہ کریں۔

PakiBooks.Site

زبردست بھئی آپ کا اور شاندار انعام بھی آپ کا

اس تصویر کے حوالے سے زبردست جملہ ''پھول'' میں شائع کردہ کوپن پر اپنے نام و پتہ کے ساتھ لکھ کر 10 تاریخ تک بھجوائیں اور انعام پائیں

رنگ بھریئے

راستہ تلاش کریں

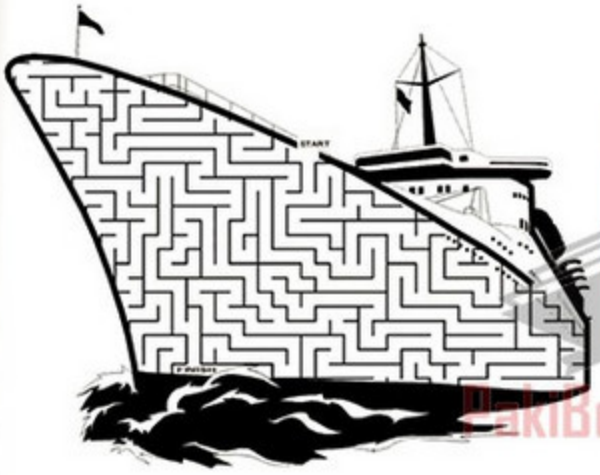

PakiBooks.Site

دونوں تصویروں میں پانچ جگہ فرق ہے۔ ذرا ڈھونڈ کر تو بتایئے